

# معاد

جلد سوم

تالیف

حضرت آیت اللہ محمد تقی فلسفی

مترجم

حجتہ الاسلام والمسلمین مولانا ذوالفقار علی سعیدی قمی

ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

قرآن سینٹر 24 افضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ 37314311-042-4481214-0321

## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

معاد	نام کتاب
حضرت آیت اللہ محمد تقی فلسفی	تصنیف
حجتہ الاسلام والمسلمین مولانا ذوالفقار علی سعیدی قتی	مترجم
قائم گرافکس۔ جامعہ علمیہ۔ ڈیفنس کراچی 0345-2401125	کمپوزنگ
مصباح القرآن ٹرسٹ۔ لاہور۔ پاکستان	ناشر
ایک ہزار (۱۰۰۰)	تعداد
اول	طبع
	قیمت

ملنے کا پتہ

# مصباح القرآن ٹرسٹ

قرآن سینٹر ۲۴۔ الفضل مارکیٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### عرض ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ محسن ملت سید صفدر حسین نجفی اعلیٰ اللہ مقامہ کی ان صدقات جاریہ میں سے ہے جس سے لوگ تاقیامت استفادہ کرتے رہیں گے اور موصوف کے درجات عالیہ میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ مصباح القرآن ٹرسٹ نے تراجم و تفاسیر قرآن سے کام شروع کیا اور پھر ہر وہ کتاب جس کی ملت کو ضرورت تھی شائع کی انشاء اللہ العزیز شائع کرتی رہے گی۔ موجودہ کتاب ’معاد‘ حضرت آیت اللہ محمد تقی فلسفی کی تصنیف ہے جو کہ تین جلدوں پر مشتمل ہے اس میں آپ کے ذہن میں پیدا ہونے والے سینکڑوں سوالوں کے جوابات موجود ہیں کتاب کا نام اگرچہ معاد ہے لیکن اس کے مطالعہ کے بعد انشاء اللہ آپ کی دنیا بھی سدھر جائے گی اور آخرت بھی۔ ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب انشاء اللہ آپ کو پسند آئے گی۔ یاد رہے کہ مصباح القرآن نے اپنی تمام کتابیں آپ کے استفادہ کے لئے انٹرنیٹ پر دے دی ہیں۔ ایڈریس ہے:

[www.misbahulqurantrust.com](http://www.misbahulqurantrust.com)

[www.misbahulqurantrust.org](http://www.misbahulqurantrust.org)

قارئین کرام سے التماس ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کہیں خامی دیکھیں یا کمی محسوس کریں تو ہمیں مطلع ضرور فرمائیں ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے۔ ادارہ کی ترقی اور اس کے بانی محسن ملت سید صفدر حسین نجفی اعلیٰ اللہ مقامہ کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کے طالب ہیں۔

ادارہ

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## پیش گفتار مترجم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَنَا مِنَ الْمُتَمَسِّكِيْنَ بِوَلَايَةِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ ابْنِ اَبِي طَالِبٍ وَ صَلَّى  
اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ الْاَكْمَامَةِ الْمَعْصُوْمِيْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ!

تمام تعریفیں عالمین کے رب کے لئے ہیں جو سارے جہان کا خالق و مالک ہے اور درود و سلام ہو اس کی عظیم اور  
افضل مخلوقات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاک و پاکیزہ عمرت پر جنہوں نے مصائب و آلام کے باوجود بشریت کی رہنمائی فرمائی  
اور انسانوں کو گمراہی و ضلالت سے نکال کر وہ راستہ دکھایا جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور محبوب راستہ ہے۔

پالنے والے کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہوگا کہ جس نے اس بابرکت کتاب کے ترجمے کو حقیر کے ہاتھوں انجام تک

پہنچایا۔

قیامت کا شمار اسلام کے بنیادی اصولوں میں ہوتا ہے جس پر ایمان ہر مسلمان کا شرعی وظیفہ ہے اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ  
میں انسان کی زندگی، موت اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں فرماتا ہے:

”آخر تم لوگ کس طرح کفر اختیار کرتے ہو جب کہ تم بے جان تھے اور خدا نے تمہیں زندگی دی اور پھر موت بھی

دے گا اور پھر دوبارہ زندہ بھی کرے گا اور پھر اس کی بارگاہ میں پلٹا کر لے جائے جاؤں گے۔“ [۱]

دنیا میں اچھے اور برے تمام لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں لیکن قیامت وہ دن ہے جس میں اچھے اور برے لوگ ایک

دوسرے سے جدا ہو جائیں گے اسی وجہ سے اس دن کو ”یوم الفصل“ یعنی فاصلے اور جدائی کا دن بھی کہا جاتا ہے۔

اس دن انسانوں کے تمام اعمال کی چھان بین ہوگی جنہیں انہوں نے دنیا میں انجام دیا جس کے نتیجے میں اچھے

لوگوں کو بہشت اور اس کی نعمتیں بطور انعام دی جائیں گی اور برے لوگ جہنم میں جائیں گے۔

قیامت کب آئے گی؟

قیامت میں کونسی چیز میزان اعمال ہوگی؟

[۱] سورہ بقرہ آیت ۲۸

قیامت میں اچھے لوگ برے لوگوں سے کس طرح جدا ہوں گے؟

قیامت میں کس کے پاس شفاعت کا حق ہوگا؟

پل صراط کی حقیقت کیا ہے؟

قیامت کے بارے میں اس طرح کے کئی سوالات انسان کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جن کے جواب کی انہیں

تلاش رہتی ہے۔

زیر نظر کتاب میں قیامت سے متعلق بہت سے سوالات کے جواب موجود ہیں جنہیں اسلامی جمہوریہ ایران کے

ممتاز عالم دین حضرت آیت اللہ محمد تقی فلسفی (مرحوم) نے قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کیا ہے اس کتاب کے اردو ترجمہ کی

سعادت بندہ کو حاصل ہوئی۔

ترجمہ میں آسان، عام فہم اور سلیس اردو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ثقیل اور غیر مانوس کلمات سے

حد الامکان پرہیز کیا گیا ہے البتہ اس بات کا فیصلہ تو قارئین کرام ہی کریں گے کہ بندہ مفاہیم اور مطالب کو منتقل کرنے میں کس

حد تک کامیاب رہا۔

آخر میں اپنے والدین، اساتذہ اور دیگر احباب کا بے حد مشکور ہوں جن کی شفقت اور تربیت نے مجھے مکتب

اہلبیت علیہ السلام کا خدمت گزار بنایا نیز جناب مولانا مجاہد حسین خُصاحب کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کے سلسلے

میں حد الامکان تعاون کیا۔

والسلام علی من اتبع الهدی

العبد

ذوالفقار علی سعیدی قمی

پرپل

جامعۃ المہدیٰ۔ سادات محلہ ڈھاڈر ضلع بولان

بلوچستان

## انتساب

ملت جعفریہ پاکستان کے

ان شہیدوں کے نام

جن کا جرم صرف اور صرف

محبت محمد و آل محمد علیہم السلام تھا۔

---

ذوالفقار علی سعیدی قتی

## فہرست

### پہلی فصل

19	
19	محسوسات و معنویات
20	سب سے پہلا غیب
20	بنی اسرائیل کا محسوسات کی طرف مائل ہونا
21	بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ سے خدا کو دیکھنے کا تقاضا
22	بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی
23	حضرت عیسیٰ کے حواریوں کا محسوسات کی جانب مائل ہونا
25	ملائکہ کا وجود
26	علوم عقلی اور علوم تجربی
27	علوم عقلی اور علوم تجربی علامہ طباطبائی کی نظر میں
30	قیامت غیبی خبروں سے پردوں کے برطرف ہونے کا دن
32	قیامت میں بعض لوگوں کی دشمنیاں
33	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پاکیزہ دوستی
34	ناپاک دوستی
36	عبادت میں شرک کی اقسام
36	مکتب اسلام میں، عبادت میں شرک کی دو قسمیں ہیں
36	۱۔ عبادت میں شرک
36	۲۔ عبادت بمعنی اطاعت میں شرک
37	اطاعت میں شرک

39	خواہشات نفسانی کی پیروی
41	حب دنیا
42	دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانے والے
43	سچی دوستی
45	دوسری فصل
45	اسلام کا تربیتی پروگرام
47	کلمہ توحید کی فضیلت
48	سوال اور اس کا جواب
48	مطلب کی مزید وضاحت
49	نفاق
51	صالح اعمال کا نتیجہ
54	اللہ تعالیٰ کو صرف نظریہ کی حد تک ماننا
55	دین کی اشاعت میں انبیاء کرام کی مسئولیت
56	اللہ کی نظر میں انسان کی قدر و قیمت
56	عشق رسولؐ
58	کلمہ توحید کا عملی اثر
59	اصحاب اعراف
61	دنیا سے محبت کرنے والے مومن
62	محبت اہلبیتؑ
65	قیامت میں لوگوں کی ایک دوسرے سے جدائی
67	اہل کتاب اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار
67	تہران میں یہودی عالم کا قبول اسلام
68	اہلبیت علیہم السلام کی محبت



تیسری فصل

71	قیامت کا حساب
71	جسم کے اعداد و شمار
71	نور کے ذرات کی تعداد
72	تخلیق کائنات میں اعداد کا عمل و دخل
72	انسان کے مادی و معنوی پہلو
73	یوم الحساب
75	نیت
75	ثواب کی نیت
75	گناہ کی نیت
76	أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ
78	قیامت میں انبیاء کرام سے سوال
82	مشرکین اور کفر و ضلالت کے اماموں کا انجام
83	گمراہی کے امام کی آرزو
85	حساب کے بغیر بہشت میں جانا
86	مقبولیت عمل کی شرائط
87	محاسبہ نفس
88	ائمہ اہلبیت کے تحریری تذکرات
91	مومنوں کے حساب میں سختی
94	قیامت میں ظالموں کا حساب و کتاب
96	سب سے بڑا ظلم
96	بے گناہ کو قتل کرنے کا انجام
98	خودکشی
99	

## چوتھی فصل

- 101 میزان عمل
- 101 نظام کائنات میں عدل کا کردار
- 101 میزان کا معنی
- 102 کائنات کی عجیب خلقت
- 103 نظام شمسی کے عادلانہ موازین
- 104 مہم ترین اجتماعی مسائل
- 105 قرآنی آیات میں میزان
- 106 میزان سے الہام مراد ہے
- 106 الہی الہام کے چند نمونے
- 109 قیامت میں میزان اعمال کے فوائد
- 111 اچھے کاموں کے سخت اور برے کاموں کے آسان ہونے کا سبب
- 112 قیامت میں میزان عمل سے کیا مراد ہے؟
- 113 میزان کے بارے میں صدر المتألہین کا نظریہ
- 114 میزان سے متعلق تہمت
- 115 میزان کے بارے میں محمد عبدہ کا نظریہ
- 116 دنیا میں میزان اعمال
- 117 قیامت میں انبیاء کرام اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام میزان عدل ہوں گے
- 118 امیر المؤمنین علیہ السلام کے حضور امام سجاد علیہ السلام کا مخصوص سلام
- 118 ۱۔ یعسوب
- 118 ۲۔ میزان عمل
- 119 ۳۔ ذوالجلال کی تلوار
- 119 میزان کے بارے میں مرحوم محدث فیض کاشانی کا نظریہ

120	قرآن مجید میں میزان کے جمع کا استعمال
121	موازن اعمال میں مؤثر چیزیں
121	(الف)۔ خلوص
121	آزاد بندوں کی عبادت
123	حضرت علیؑ کا اخلاص
126	(ب)۔ عقل
127	(ج)۔ علم
128	عالم اور مجاہد
130	پانچویں فصل
130	حساب قیامت
130	قیامت میں نیک اور متقی لوگوں کا استقبال
132	قیامت میں نور کی تقسیم
135	حساب قیامت
136	قیامت میں رحمت الہی کی وسعت
138	قابل بخشش اور ناقابل بخشش گناہ
139	مشرکوں کے دو عظیم گناہ
140	گناہوں کی اقسام
140	حقوق العباد
141	اعمال کا ایک دوسرے کے ساتھ مقائسہ
141	گناہوں کی قسمیں
143	بیماری، گناہوں کا کفارہ
144	ایک گناہ پر دوسرا نہیں
145	بندوں کے حقوق

- 146 قیامت میں کوئی کسی کا دوست نہیں ہوگا
- 146 قیامت میں حقوق العباد کے حل و فصل کا طریقہ
- 148 مفلس کون؟
- 148 قیامت میں قرض کی ادائیگی
- 149 قیامت میں حبیط اعمال
- 150 قیامت میں حقوق العباد کی معافی
- 152 مشیت الہی کے بغیر کسی کو معاف نہیں کیا جائے گا
- 154 خدا کو فراموش کرنے کی سزا
- 156 چھٹی فصل
- 156 پل صراط
- 156 صراط سے کیا مراد ہے اور اس سے کس طرح گزریں گے؟
- 157 صراط اور سبیل میں فرق
- 158 انسانی زندگی کے دو مختلف پہلو
- 160 انسان کا حیوانی پہلو
- 160 صراط دنیا اور صراط آخرت
- 161 صراط دنیا اور صراط آخرت کے درمیان مقاسمہ سے پیدا ہونے والے سوالات اور ان کے جواب
- 162 میاں روی
- 164 کیا دنیا میں بھی صراط مستقیم بال سے زیادہ باریک اور تلواری سے زیادہ تیز ہے
- 165 اچھی زندگی کے دو اصول
- 165 قوہ نظریہ اور قوہ عملیہ
- 167 قوہ نظریہ اور عملیہ کا ہنما
- 169 تم اپنی نماز پوری پڑھو
- 170 مومنوں کے تکامل اور معنویات میں فرق کی وجہ

- 171 پل صراط سے کس طرح گزریں گے؟
- 173 انسانی صورت
- 175 قیامت میں انسانوں کا حقیقی چہرہ
- 177 صراط دنیا اور صراط آخرت کے درمیان مؤثر رابطہ
- 178 وضو کے وقت حضرت علی علیہ السلام کی دعا
- 179 عظیم اعمال اور گناہان کبیرہ
- 180 اہل بہشت کا جہنم میں جانا
- 182 اہل جہنم کی آگ کے ساتھ جنسیت
- 186 ساتویں فصل
- 186 شافع اور شفاعت
- 186 مسئلہ شفاعت پر ہونے والے اعتراضات
- 187 ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب کے اعتراضات
- 188 مشروع اور غیر مشروع شفاعت
- 189 شافع
- 189 شفاعت
- 190 شفاعت کی اقسام
- 191 شفاعت تکوینی اور شفاعت تشریحی
- 192 شفاعت تکوینی اور تشریحی آیات کی نظر میں
- 192 نظام خلقت میں وسیلہ کا کردار
- 193 وسائل و اسباب
- 193 شفاعت کا حقیقی اختیار
- 194 شفاعت کے لئے خدا کا اذن
- 194 حصول رزق کے لیے کھیتی باڑی وسیلہ ہے

- 194 رزاق
- 195 ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب کے اعتراض کا جواب
- 196 غیر خدا سے کھانا طلب کرنا
- 197 ابن تیمیہ کی نظر میں کسی کو مدد کے لئے وسیلہ بنانا
- 198 ابن تیمیہ کے اعتراض کا جواب
- 199 صبر اور نماز سے مدد طلب کرنا
- 201 مریض کیلئے طبیب کا وسیلہ ہونا
- 203 مسئلہ ہدایت
- 203 ہدایت تکوینی
- 203 ہدایت تشریحی
- 205 کیا واقعاً انبیاء خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں؟
- 206 عقل
- 207 اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر دو عظیم رحمتیں
- 207 کیا قیامت میں شفاعت کے لئے راضائے الہی بھی ضروری ہے؟
- 209 آخرت میں گناہوں سے مغفرت
- 210 علماء کرام کی شفاعت
- 211 قرآن مجید ایک عظیم شفیع
- 212 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہگاروں کی شفاعت کرنا
- 212 گروہ اول
- 212 گروہ دوم
- 215 قیامت میں اولیاء، شہداء اور صالح مومنین کی شفاعت
- 215 قیامت میں قتل حسین علیہ السلام پر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا گریہ

## آٹھویں فصل

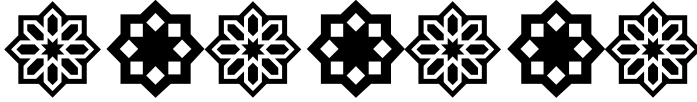
- 218 جنت اور جہنم
- 218 قیامت پر ہونے والے اعتراضات
- 218 حشر جسمانی کے بارے میں صدر المتاھمیین کا نظریہ
- 219 صدر المتاھمیین کے نظریہ پر اعتراضات
- 222 جنت اور جہنم کے بارے میں اسلام کا نظریہ
- 223 پہلا سوال
- 224 دوسرا سوال
- 224 پہلے سوال کا جواب
- 226 جنت اعمال کا نتیجہ
- 227 بہشت کی وسعت
- 228 بہشت کہاں ہے؟
- 228 سدرة المنتہی کہاں ہے؟
- 229 فضا
- 230 بہشت اور جہنم کی کیفیت
- 230 دنیا کی تباہی
- 231 دنیا کی تخلیق سے پہلے کیا تھا؟
- 232 جنت اور جہنم کے اوصاف
- 233 الف بہشت کی وسعت
- 234 ب۔ جہنم کی وسعت
- 235 فضل الہی اور عذاب الہی
- 236 اہل بہشت اور فضل الہی
- 237 اہل جہنم اور عذاب الہی

- 238 آیت میں موجود ”واو“ کا راز
- 240 نعمات بہشت اور عذاب جہنم کی کمیت اور کیفیت
- 241 اہل بہشت کے چہروں کی تبدیلی
- 242 اہل دنیا کی جہنم کے عذاب سے بے خبری
- 243 جہنم کی آگ کا رنگ
- 243 عالم آخرت میں جنت اور جہنم کا شعور
- 245 اہل بہشت کا جہنم کو اور اہل جہنم کا بہشت کو دیکھنا
- 247 نوں فصل
- 247 اہل بہشت اور اہل جہنم کے حالات
- 248 عالم دنیا اور عالم آخرت میں فرق
- 249 انسان کی ظاہری اور باطنی جنگ
- 250 نظام تکوینی اور تشریحی میں مشکلات اور پریشانیاں
- 251 نظام تکوینی اور تشریحی میں مشکلات اور سختیوں کے فائدے
- 253 بہشت میں پریشانیوں کا نہ ہونا
- 254 جہنم میں عذاب کا کم نہ ہونا
- 254 جہنم سے چھٹکارا
- 255 محبت اہلبیت علیہم السلام
- 256 جہنمیوں کی نجات
- 257 بغیر آگ کی سزا
- 258 آخرت میں اعمال کا کردار
- 260 بہشت متقی لوگوں کی قیام گاہ
- 260 جہنم بدکردار لوگوں کی قیام گاہ
- 260 اہل جہنم کا جہنم کے ساتھ تناسب

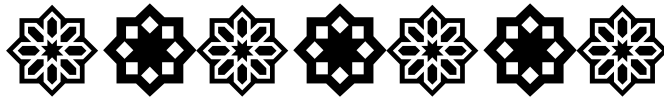


- 262 جہنم کا ایندھن
- 264 اہل بہشت اور اہل جہنم کے درجات
- 264 الف اہل بہشت کے درجات
- 265 ب اہل جہنم کے عذاب میں فرق
- 266 تکبر
- 267 اہل بہشت اور اہل جہنم کا ایک دوسرے کے حالات سے باخبر ہونا
- 269 بہشت کی نعمتیں اور جہنم کا عذاب
- 271 جہنم کا سخت عذاب
- 271 بہشت کی نعمتوں اور جہنم کے عذاب کا دنیا کے ساتھ مقائسہ
- 273 بہشت کی ایک خاص نعمت اور جہنم کا ایک خاص عذاب
- 275 دنیاوی جنت اور دنیاوی جہنم
- 277 دسویں فصل
- 277 خدا پرست اور مادہ پرست
- 277 مادہ پرستوں کا نظریہ
- 277 مکتب انبیاء کا نظریہ
- 278 دنیا اور مادہ پرست
- 278 دنیا الہی مکتب کی نظر میں
- 279 دنیا اور آخرت کے درمیان رابطہ
- 280 1- دانا اور بالقوی فقیہ
- 280 2- خیر خواہ حکمران
- 280 3- بیٹا اور مورد اعتماد طبیب
- 280 مادہ پرست اور مکتب انبیاء کے پیروکاروں میں فرق
- 281 مکتب انبیاء کے دنیا پرست پیروکار

284	آخرت کے سفر کا زادراہ
285	دنیاوی سفر اور اُخروی سفر میں فرق
286	اسلام کی نظر میں آخرت کا زادراہ
287	تقویٰ کے علاوہ اور زادراہ
291	مادہ پرستوں کے اعتراض اور ان کا جواب
294	موجودہ منزل میں آئندہ پیش آنے والی منازل کے لئے زادراہ
295	بااختیار انسان
297	انسان کا حشر
298	دنیا آخرت کی کھیتی
301	صالح اعمال کی حفاظت



اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ



## پہلی فصل

### محسوسات و معنویات

وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ۝ لَقَدْ كُنْتُمْ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكُمْ غِطَاءَكُمُ فَبَصُرْتُمُ الْيَوْمَ حَدِيدًا. [۱]

”قیامت میں ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہونگے، ایک اسے میدان محشر کی طرف لے جا رہا ہوگا اور دوسرا اس کے اعمال کی گواہی دے گا اے انسان! تو اس عظیم دن سے غافل تھا اور تمہیں اس دن کے حالات اور کیفیت کی خبر نہ تھی۔ اب ہم نے تم سے پردے ہٹا دیئے ہیں اور تمہاری نگاہ بہت تیز ہو گئی ہے۔“

انسان اس مادی اور محدود طبعی جہان میں محسوسات کی جانب زیادہ مائل نظر آتا ہے اسی وجہ سے وہ ہمیشہ نظر آنے والی اور لمس ہونے والی اشیاء کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ تمام چیزوں کو لمس کرے اور ظاہری طور پر ان کا مشاہدہ کر سکے۔ اسی وجہ سے اس کے لئے محسوس نہ ہونے والے امور اور لمس نہ ہونے والی موجودات کو قبول کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، گویا عام لوگوں کی نظر میں واقعی اور سچی چیزیں فقط وہ ہیں جو محسوس ہو سکیں اور محسوس نہ ہونے والی چیزوں کو قبول کرنا ان کے لئے بہت ہی دشوار ہوتا ہے۔

طبعی طور پر محسوسات کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے انسان انبیاء کرام علیہم السلام کے آسمانی مکتب سے غافل رہا۔ یہ چیز آسمانی مکتب کی پیشرفت میں مانع رہی اور لوگ سریع طور پر راہ نجات تک نہ پہنچ سکے۔ کیونکہ انبیاء الہی لوگوں کو ماورائے طبیعت (جن چیزوں کا تعلق ظاہر سے نہ ہو) کی جانب متوجہ کرنا چاہتے تھے اور محسوس نہ ہونے والی اشیاء پر عقیدہ رکھنا الہی آئین کی بنیاد ہے۔ لیکن چونکہ انسان محسوس ہونے والے امور کا خواہاں تھا لہذا وہ ان چیزوں کو طلب کرتا تھا جو دیکھی، سنی یا لمس کی جاتی ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ. [۲]

[۱] سورہ ق آیت ۲۱، ۲۲

[۲] سورہ بقرہ آیت ۲، ۱

”یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے یہ صاحبان تقویٰ اور پرہیزگار لوگوں کے لئے مجسم ہدایت ہے۔“

## سب سے پہلا غیب

سب سے پہلا اور بنیادی غیب جس کی طرف انبیاء الہی لوگوں کو دعوت دیتے تھے نظر نہ آنے والے خدا پر ایمان رکھنا ہے۔ وہ خدا جس کا جسم نہیں، جو وزن کا حامل نہیں اور جو مادی صفات اور مادی موجودات سے پاک و منزہ ہے۔ انبیاء کرام لوگوں سے کہتے تھے کہ وہ عقل سے کام لیں۔ خلقت کی حکیمانہ نشانیوں پر غور کریں حکیم اور دانا خالق پر ایمان لائیں، اپنے آپ کو اس خالق کا بندہ اور مخلوق سمجھیں، صرف اسی کی عبادت کریں، ان تمام معبودوں اور خداؤں کا انکار کریں جنہیں خود انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے۔ لیکن چونکہ انسان محسوسات کا اسیر تھا اس لئے اس نے اپنے لئے لمس ہونے والے خدا بنائے۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ ایسی چیز کی عبادت کرے جو اس کے سامنے ہو اور وہ اسے دیکھ سکے اور جب اس کا جی چاہے اسے مسح بھی کر سکتا ہو۔

## بنی اسرائیل کا محسوسات کی طرف مائل ہونا

بنی اسرائیل مصر میں کئی سال تک فرعون اور فرعونوں کے اسیر بن کر ذلت و خواری کی زندگی بسر کرتے رہے نہ ان کا مال و ملکیت محفوظ تھا اور نہ ہی جان کو امن حاصل تھا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران کو مبعوث فرمایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے جو کہ خود ربوبیت کا مدعی تھا آپ علیہ السلام نے انہیں اللہ کی وحدانیت کی طرف دعوت دی، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت تو قبول نہ کی البتہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر بہت زیادہ وحشت زدہ ہو گیا۔ جس کی وجہ سے مجبوراً اس نے بنی اسرائیل کو آزاد کیا اور انہیں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نکل جانے کی اجازت دے دی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی مدد اور قوت سے ان سب کو دریائے نیل سے عبور کرایا لیکن فرعون جو انہیں مصر سے نکل جانے کی اجازت دینے پر پشیمان ہوا تھا اپنے لشکر کے ہمراہ موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے دوڑا تاکہ دوبارہ بنی اسرائیل کو مصر میں واپس لاسکے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں مہلت نہ دی اور فرعون اور اس کا سارا لشکر دریائے نیل میں غرق ہو گیا۔

بنی اسرائیل جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں فرعون سے نجات پائی تھی، ان کو چاہئے تھا کہ خداوند کے شکر گزار ہوتے اور اپنے عظیم پیغمبر کا احترام کرتے لیکن جلد ہی اس کی بجائے انہوں نے نظر نہ آنے والے پروردگار کو بھلا دیا اور اس کی نعمتوں کا انکار کرنے لگے جب انہوں نے ایک بت پرست گروہ کو دیکھا تو وہ بھی محسوس اور لمس ہونے والے خدا کے بارے میں سوچنے لگے ایک دن انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا کہ ہمارے لئے بھی ان کی

طرح کا معبود مقرر کر دیں۔

اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَجُوزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَى قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَى أَصْنَامِهِمْ لَهُمْ ۖ قَالُوا يَا مُوسَى اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۗ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ. [۱]

”اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار پہنچا دیا تو وہ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو اپنے بتوں کے گرد مجمع لگائے بیٹھی تھی۔ ان لوگوں نے موسیٰ سے کہا کہ موسیٰ ہمارے لئے بھی ایسا ہی خدا بنا دو جیسا کہ ان کا خدا ہے۔ انہوں (حضرت موسیٰ) نے کہا کہ تم لوگ بالکل جاہل ہو۔“

## بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ سے خدا کو دیکھنے کا تقاضا

تمام انبیاء کرام علیہم السلام اس خدا کی عبادت کرنے کے بارے میں کہا کرتے تھے جو پوری دنیا کو خلق کرنے والا ہے۔ لیکن لوگ بتوں اور بت پرستی کے بارے میں سوچتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عدم شناخت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے بنی اسرائیل کا بے ادبی سے پیش آنا فقط اس ایک مقام پر بیان نہیں ہوا۔ بلکہ دیگر کئی موارد میں جن میں ان کی نادانی اور نا سمجھی کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ ان میں سے ایک وہ حدیث بھی ہے جو امام رضا علیہ السلام نے بیان فرمائی آپ علیہ السلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کیا تو

رَجَعَ إِلَى قَوْمِهِ فَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ اللَّهَ كَلَّمَهُ وَقَرَّبَهُ وَنَجَاهَهُ فَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَسْمِعَ كَلَامَهُ سَمِعْتَهُ. [۲]

”موسیٰ اپنی قوم کی طرف گئے اور کہنے لگے کہ خداوند عالم نے ان سے کلام کیا ہے، یہ سن کر بنی اسرائیل بولے ہم اس وقت تک آپ کی بات پر یقین نہیں کریں گے جب تک ہم بھی آپ کی طرح خدا کا کلام سن لیں۔“

وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّيَشْفَعُوا لَهُمْ. [۳]

”موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر افراد کو میقات پر لے جانے اور اللہ کا کلام سننے کے لئے منتخب کیا۔“

عَنِ الرَّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّهُ قَالَ: وَكَانَ الْقَوْمُ سَبْعَ مِائَةِ الْفِ فَاخْتَارَ مِنْهُمْ سَبْعِينَ الْفَائِ ثُمَّ اخْتَارَ

[۱] سورہ اعراف۔ آیت ۱۳۸

[۲] تفسیر صافی صفحہ ۲۰۳

[۳] سورہ اعراف آیت: ۱۵۵

مِنْهُمْ سَبْعَ مِائَةٍ ثُمَّ اخْتَارَ مِنْهُمْ سَبْعِينَ رَجُلًا لِمِيقَاتِ رَبِّهِ فَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى طُورِ فَاقَامَهُمْ فِي سَفْحِ الْجَبَلِ وَصَعِدَ مُوسَى إِلَى الطُّورِ وَسَأَلَ اللَّهَ أَنْ يُكَلِّمَهُ وَيُسْمِعَهُمْ كَلَامَهُ فَكَلَّمَهُ اللَّهُ وَسَمِعُوا كَلَامَهُ مِنْ فَوْقٍ وَمِنْ أَسْفَلٍ وَيَمِينٍ وَشِمَالٍ وَوَرَاءَ وَآمَامٍ لِأَنَّ اللَّهَ أَحَدَثَهُ فِي لَشَجَرَةٍ ثُمَّ جَعَلَهُ مُنْبَعِثًا مِنْهَا حَتَّى سَمِعُوهُ مِنْ جَمِيعِ الْوُجُوهِ فَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِأَنَّ هَذَا الَّذِي سَمِعْنَا كَلَامَ اللَّهِ حَتَّى تَرَى اللَّهَ جَهْرَةً. [۱]

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

”حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم ستر لاکھ افراد پر مشتمل تھی، آپ نے ان میں سے ستر ہزار افراد کو منتخب کیا، پھر ان میں سے سات ہزار افراد کو منتخب کیا اور پھر ان میں سے سات سو افراد کو اور پھر آپ نے ایسے ستر افراد کو منتخب کیا جو ان میں سب سے زیادہ مناسب تھے۔ آپ انہیں طور سینا پر لے جا کر ان سب کو پہاڑی کے نیچے ٹھہرایا اور خود پہاڑ کے اوپر چلے گئے اور بارگاہ الہی میں عرض کرنے لگے: کہ (اے پروردگار) اس طرح کلام فرمائیں کہ پہاڑی کے نیچے موجود تمام افراد اسے سن سکیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کیا تو وہاں موجود سب لوگ اللہ کے کلام کو اوپر، نیچے، دائیں، بائیں، سامنے اور پیٹھ کی طرف سے سننے لگے، انسان کی آواز منہ سے خارج ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی آواز درخت کے ذریعے سے ظاہر کی، اس طرح جناب موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے بغیر فرق کے چھ (۶) مختلف جہات سے اللہ کے کلام کو سنا۔“

لیکن کلام سننے کے بعد کہنے لگے: ہم اسے خدا کا کلام نہیں سمجھتے اور ہم اس وقت تک اس پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں۔ اس مقام پر بھی بنی اسرائیل نے بتا دیا کہ وہ محسوس اور لمس کی طرف زیادہ مائل ہیں اسی وجہ سے انہوں نے خداوند عالم کو دیکھنے کے بارے میں بات کی تھی۔

## بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی

بنی اسرائیل کا فکری انحراف اور نادانی، ان کی گوسالہ کی عبادت سے بھی معلوم ہوتا ہے موسیٰ ابن عمران علیہ السلام الواح تورات لینے کے لئے میقات کی طرف گئے اور خدا کے معاہدہ کے مطابق آپ علیہ السلام نے لوگوں سے کہا: میں ایک ماہ کے بعد واپس آؤں گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں چالیس راتوں میں مکمل فرمایا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَوَعَدْنَا مُوسَى ثَلَاثِينَ لَيْلَةً وَأَتَمَّمْنَا بِهَا بِعَشْرِ فِتْنَةٍ مِيقَاتِ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً [۲]

”ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ لیا اور اسے دس مزید راتوں سے مکمل کر دیا کہ اس طرح ان کے رب کا وعدہ

[۱] تفسیر صافی، صفحہ ۲۰۳

[۲] سورہ اعراف آیت ۱۴۲

چالیس راتوں کا وعدہ ہو گیا۔“

جب ایک مہینہ گزر گیا اور موسیٰ نہ آئے تو بنی اسرائیل کے درمیان مختلف باتیں ہونا شروع ہو گئیں اور انہوں نے موسیٰ کے نہ آنے کی گمراہ کر دینے والی تفسیریں کرنا شروع کر دیں۔ اس طرح جن لوگوں کا ایمان ضعیف تھا وہ شک میں پڑ گئے۔ یہ صورتحال دیکھ کر سامری نے خیانت کی اور اس نے بنی اسرائیل کے سونے کے زیورات اور دیگر سونے کی بنی ہوئی اشیاء سے ایک گوسالہ بنایا جو گائے کی طرح آواز نکالتا تھا۔ گوسالہ کے اس طرح کی آواز نکالنے کے متعلق بہت سی باتیں بیان ہوئی ہیں۔

ایک احتمال یہ ہے کہ اس کی یہ آواز اس لئے نکلتی تھی کہ سامری نے اسے اس طرح بنایا تھا کہ جب یہ ہوا کے سامنے ہوتا یا اس میں ہوا پھونکی جاتی تو اس سے گائے کی آواز نکلتی تھی۔ یہ احتمال تفسیر صافی میں مرحوم فیض اور دیگر مفسرین نے اپنی اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

سامری کے گوسالہ کی آواز نے بہت سے لوگوں پر اس قدر اثر کیا کہ وہ اسے اپنا معبود سمجھنے اور اس کے سامنے راز و نیاز کرنے لگے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ گویا انہیں اس میں اپنی گم شدہ چیز مل گئی ہو اور وہ محسوس اور ظاہر کے ذریعے اپنی دلی آرزو تک پہنچ گئے ہوں۔

جناب ہارون علیہ السلام اپنے دینی فریضہ اور جانشینی کی وجہ سے انہیں اس مشرکانہ عمل سے روکنے لگے آپ علیہ السلام نے ان کے گوسالہ پرستی کو ترک کرنے کے لئے بہت کوشش کی اور ان پر اعتراض کیا لیکن جاہل لوگوں نے نہ صرف ان کی باتوں پر توجہ نہ دی بلکہ نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ اگر ہارون علیہ السلام زیادہ اصرار کرتے تو وہ انہیں قتل کر دیتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واپس پلٹ کر آنے کے بعد یہ بات جناب ہارون علیہ السلام نے ان کے سامنے بیان کی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی بیان فرمایا ہے:

قَالَ ابْنُ أَمْرِئَانَ الْقَوْمِ اسْتَضَعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونِي ۚ

” (ہارون نے) کہا: اے بھائی یہ لوگ گوسالہ پرستی کے وقت مجھے حقارت اور تذلیل کی نگاہ سے دیکھتے تھے، میری باتوں پر توجہ نہ دیتے تھے اور نزدیک تھا کہ مجھے قتل کر دیتے۔“

**حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا محسوسات کی جانب مائل ہونا**

قرآن مجید کی بعض آیات میں یہ بھی ملتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار یعنی حواری

بھی محسوسات اور ملموسات (محسوس اور لمس ہونے والی اشیاء) سے متاثر تھے، اس سلسلے میں ان کے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے درمیان ایسی باتیں ہوئیں جو آپ علیہ السلام کے پیروکاروں کو نہیں کرنی چاہئے تھیں حواری، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھنے کے بعد آپ کی نبوت پر ایمان لائے انہوں نے نہ صرف ظاہری طور پر معجزات کو دیکھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نظر نہ آنے والا الہام بھی کیا جس کی وجہ سے دوبارہ وہ اپنے ایمان کو زبان پر لائے اللہ تعالیٰ نے اس نظر نہ آنے والے الہام کے بارے میں قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ ﴿١١١﴾

”جس وقت میں نے حواریوں پر الہام کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، تو انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور ہمارے مسلمان ہونے پر گواہ رہنا۔“

ظاہری معجزات کے دیکھنے اور اندرونی الہام کے بعد حواریوں نے معنوی مراحل کو طے کیا اور وہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان کو ظاہر کرنے لگے، اتنے مراحل طے کرنے کے بعد بھی انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے سامنے محسوسات اور ملموسات کے بارے میں بات کی اور کہنے لگے:

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ لِيَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ ۗ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنتُمْ مَوْمِنِينَ ﴿١١٢﴾

”حواریوں نے عیسیٰ سے کہا: کیا تمہارے رب میں یہ طاقت بھی ہے کہ ہمارے اوپر آسمان سے دسترخوان نازل کر دے؟ (حضرت عیسیٰ جو کہ حواریوں کے اس سوال سے رنجیدہ ہوئے تھے) کہنے لگے خدا کے عذاب سے ڈرو اور اگر اس کی قدرت پر ایمان رکھتے ہو (تو اس طرح کے سوالات سے پرہیز کرو)۔“

قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَّقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿١١٣﴾

”ان لوگوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم اس میں سے کھائیں اور اطمینان قلب پیدا کریں اور یہ جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم خود بھی اس کے گواہوں میں شامل ہو جائیں۔“

﴿١١١﴾ سورہ مائدہ آیت: ١١١

﴿١١٢﴾ سورہ مائدہ آیت ١١٢

﴿١١٣﴾ سورہ مائدہ آیت ١١٣



حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ماندہ نازل کرنے کے میں عرض کیا تو آواز قدرت آئی میں ماندہ نازل کروں گا لیکن اگر کسی نے ماندہ نازل ہونے اور اس عظیم آیت کا مشاہدہ کرنے کے بعد کفر اختیار کیا تو اس پر ایسا عذاب نازل کروں گا جو دنیا میں کسی پر نازل نہیں کیا ہے۔

### خلاصہ

سب سے پہلا غیب جس کے بارے میں انبیاء کرام نے بیان کیا اور اسے دنیا والوں تک پہنچانے کے لئے بہت سی قربانیاں دیں نظر نہ آنے والے خدا پر ایمان اور اس کی عبادت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور صرف ایک ہی خدا کی عبادت کرنا تمام آسمانی ادیان کی بنیاد اور الہی تعلیمات کی اصل ہے۔ لیکن انسانوں کی نادانی اور محسوس گرائی، دکھائی نہ دینے والے خالق پر ایمان نہ لانے اور اس پروردگار کی عبادت نہ کرنے کا باعث بنی۔ اسی وجہ سے انسان آسمانی اور ارضی موجودات جمادات، نباتات اور حیوانات کی عبادت کرنے لگا۔ لیکن فسوس ہے کہ یہ فکری انحراف پوری دنیا کے گوشہ و کنار میں کم و بیش پایا جاتا ہے اور لوگ ان خداؤں کی عبادت کرتے ہیں جنہیں خود انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے

### ملائکہ کا وجود

ایک اور غیب جس کی خبر ہمیں انبیاء کرام نے دی اور ادیان الہی کے سچے پیروکار اس پر ایمان رکھتے ہیں ملائکہ کا وجود ہے آیات اور روایات کے مطابق ملائکہ عقلمند اور سمجھدار موجودات ہیں، خداوند عالم کے مطیع اور فرمانبردار اور دنیا کے مختلف نظاموں کے مدیر ہیں۔ نظر نہ آنے والے ملائکہ پر، ان لوگوں کا ایمان لانا بہت ہی مشکل ہے جو محسوسات کے قائل ہیں۔

دین کے غیبیوں میں سے ایک اور غیب جس کی خبر انبیاء کرام نے لوگوں کو دی، نزول وحی اور فرشتوں کے ذریعہ دین خدا کو حاصل کرنا ہے، لیکن عام لوگ جو نہ فرشتہ کو دیکھتے تھے، نہ اس کی آواز کو سن پاتے تھے اور نہ ہی وحی کی کیفیت سے خبردار تھے۔ وہ اس نظر نہ آنے والے امر کا انکار کرتے اور انبیاء کرام کے معجزات کو جو کہ ان کی صداقت کی دلیل تھی سحر و جادو کا نام دیتے تھے، اس کے برعکس وہ لوگ جو پاک دل اور منصف ہوتے وہ ان غیر عادی امور کو دیکھ کر اور انبیاء کرام کی مستدل باتیں سن کر اطمینان حاصل کر لیتے اور وحی الہی اور ان پر نازل ہونے والی کتاب پر ایمان لاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ مذکورہ غیبوں پر ایمان لانے کے بارے میں فرماتا ہے:

اَمِّنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط كُلُّ اَمِّنٍ بِاللّٰهِ وَوَمَلِكِيْكُمْ وَكُتِبَ عَلَيْهِ وَرُسُلِهِ ۗ

”رسول ان تمام باتوں پر ایمان رکھتا ہے جو اس کی طرف نازل کی گئی ہیں اور مومنین بھی سب اللہ اور ملائکہ اور

مرسلین پر ایمان رکھتے ہیں۔۔۔۔۔“

قیامت اور اس دن تمام مخلوقات کا دوبارہ زندہ ہونا بھی غیبی خبر ہے جس کے بارے میں انبیاء کرام نے وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا انہوں نے لوگوں سے کہا کہ موت سے فقط جسم کی زندگی ختم ہو جاتی ہے لیکن بدن کی موت کے باوجود عالم برزخ میں روح باقی رہتا ہے۔ برزخ میں نیک لوگ نعمتوں سے استفادہ کریں گے اور وہاں گناہ گاروں کو عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا اور جب قیامت کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا اور ان سے حساب و کتاب لے گا جس کی وجہ سے دنیا میں کئے گئے اعمال کے مطابق انہیں سزا یا انعام دیا جائے گا۔

ملائکہ اور عالم برزخ کی غیبت بہت جلد ظاہر ہو جائے گی کیونکہ ہر انسان موت کے وقت فرشتے کو دیکھے گا وہ عالم برزخ کا بھی مشاہدہ کرے گا اس طرح اس کی موت سے یہ دو پوشیدہ حقائق اس پر ظاہر ہو جائیں گے اور جب قیامت کا دن آئے گا تو عالم آخرت بھی غیب کے پردے سے ظاہر ہوگا۔ اس دن وعدہ الہی حقیقی صورت اختیار کرے گا اور تمام اولین و آخرین مخلوقات خاک سے باہر نکلے گی اس دن اللہ تعالیٰ کے احکامات پر چلنے اور اس کی جانب سے بھیجے گئے انبیاء و آئمہ کی اطاعت و پیروی کی وجہ سے مومنین خوش ہوں گے اور بے ایمان لوگ اور امر الہی اور انبیاء کرام کی مخالفت کی وجہ سے بہت ہی غمگین نظر آئیں گے لیکن انہیں اس دن کا غم اور افسوس کوئی فائدہ نہیں پہنچا دے گا۔

## علوم عقلی اور علوم تجربی

آج کل کے دور میں لوگ صرف علوم تجربی اور امور حسی پر توجہ دیتے ہیں ان کی نظر میں عقلی مسائل کی کوئی اہمیت نہیں کیونکہ عقلی مسائل نہ محسوس کئے جاسکتے ہیں اور نہ ہی ان کا تجربہ کرنا ممکن ہوتا ہے۔ گذشتہ زمانے کے دانشمند اور مفکر مدرکات عقلی اور مدرکات حسی دونوں کو اہمیت دیتے تھے اور ان دونوں کو علم کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، لیکن آج کل کی دنیا میں علم محسوسات کا پلڑا علم معقولات سے زیادہ سنگین نظر آتا ہے۔ مغربی دنیا سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ علم فقط اس چیز کا نام ہے جسے حس اور تجربہ کے ذریعے سے ثابت کرنا ممکن ہو اور خالص عقل سے وابستہ علم جس میں حس اور تجربہ ممکن نہیں ہوتا اسے علم نہیں کہا جاسکتا۔

## علوم عقلی اور علوم تجربی علامہ طباطبائی کی نظر میں

عظیم فلسفی علامہ طباطبائی نے اپنی تفسیر ”المیزان“ جلد اول میں آیت الذین یؤمنون بالغیب (سورہ بقرہ آیت ۴) کے ذیل میں اس مطلب کو مورد بحث قرار دیا ہے انہوں نے واضح کیا ہے کہ مختلف آزمائشیں اور تجربے خواہ کسی بھی شکل و صورت میں ہوں صرف شخصی (ایک شخص سے وابستہ) خبریں ہیں اور اگر ہم اپنے تجربات کو علمی رنگ دینا چاہیں تو ہمیں حتماً خالص عقلی مقدمات سے گزرنا پڑے گا جن میں تجربات اور محسوسات کا کوئی عمل، دخل نہیں ہوتا۔ اس طرح اس تجربے کو ”اساسی“ اور ”کلی اصل“ کا نام دیا جاسکے گا۔

ہم قارئین کرام کی مزید آگاہی کے لئے تفسیر المیزان میں سے اس حصہ کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

کیا مدرکات عقلی کے بغیر فقط مدرکات حسی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے؟

اس مطلب کے بارے میں مغرب سے وابستہ موجودہ دور کے دانشمندیوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ گذشتہ زمانے میں بیشتر اسلامی فلسفیوں اور حکماء کا عقیدہ تھا کہ محسوسات اور معقولات دونوں کو ایک ساتھ ملانا ممکن ہے اس کے ضمن میں وہ یہ بھی کہتے تھے کہ محسوسات کے ساتھ اس کے محسوس ہونے کی بنا پر علمی برہان (دلیل) قائم نہیں کیا جاسکتا لیکن مغرب سے وابستہ دانشور حس و عقل کو آپس میں ملانے کے بارے میں اختلاف نظر رکھتے ہیں، ان میں سے اکثر بالخصوص وہ دانشمندی حضرات جن کا تعلق طبعی علوم سے ہے، ان کا نظریہ ہے کہ غیر محسوس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اس سلسلے میں وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ خالص عقلیات میں خطا اور اشتباہ کا امکان ہے اور حس اور تجربہ (جس کے ذریعے غلط کو صحیح سے جدا کیا جاتا ہے) میں اشتباہ اور غلطی کا کوئی امکان نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ جس وقت ہم کسی چیز کو کسی حواس کے ذریعے سے درک کرتے ہیں، مختلف مقامات پر اس کا تجربہ بھی کرتے ہیں تو نتیجہ میں ہمارے لئے اس کی صفت اور واقفیت کے بارے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔

اس کے بعد علامہ طباطبائی فرماتے ہیں:

یہ دلیل جسے علمای طبعی نے بیان کیا ہے مختلف جہات سے باطل ہے۔

اول: تمام مقدمات جو اس میں استعمال ہوئے ہیں سب عقلی اور نامحسوس ہیں۔ کیا عقلی

مقدمات کو عقلی استدلال کے بطلان کے لئے دلیل بنایا جاسکتا ہے؟

دوم: حواس میں غلطیاں اور اشتباہ، عقلیات میں غلطیوں سے کم نہیں ہیں، ان غلطیوں کے

نمونے وہ ابحاث ہیں جو کہ دیکھنے اور دیگر حواس کے ذریعے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر خطا و اشتباہ

استدلال کی اہمیت کے کم ہو جانے کا باعث ہے تو عقلی دلائل سے پہلے حسی دلائل کی اہمیت بھی کم ہو جانی

چاہئے۔

سوم: غلط اور صحیح کے درمیان فرق کرنا تمام مدرکات کے لئے ضروری ہے لیکن بار بار حسی تجربے اس تمیز کے لئے وسیلہ نہیں بن سکتے بلکہ تجربات والی خبریں خود قیاسی مقدمات میں سے ہیں، جس سے مورد نظر نتیجہ کے بارے میں استدلال ہوتا ہے۔

لہذا جب ہم نے تجربہ کے ذریعے موجودات کی خاصیتوں میں سے کسی خاصیت کے بارے میں جان لیا اور اسی تجربے کو ہم نے اس طرح کی دوسری اشیاء میں تکرار کیا تو ہمارے سامنے ایک اور بات آجائے گی کہ آیا یہ خاصیت اس موجود میں ہمیشہ کے لئے ہے یا اس کے اکثر موارد میں پائی جاتی ہے اور اگر یہی خاصیت اس موضوع کے علاوہ کسی اور کے لئے ہوتی تو پہلے والے موضوع کے لئے ہمیشہ یا اس کے اکثر موارد میں نہ پائی جاتی اور یہ قاعدہ جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں نہ حسی ہے اور نہ ہی اس کا تجربے سے کوئی تعلق ہے۔

چہارم: علوم حسی کے تمام بندھن، علمی تجربہ کی تائید کرتے ہیں لیکن خود تجربہ جس کا ثبوت ایک اور تجربہ اور دوسرے تجربہ کا ثبوت ایک اور تجربہ کے ذریعے سے ہو رہا ہے دراصل تجربے کے صحیح ہونے کا علم غیر حسی طریقے سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حس اور تجربے پر اعتماد علم عقلی اور غیر محسوس کی وجہ سے ہے۔

پنجم: ہمارا حس صرف جزئی اور تبدیل ہونے والی اشیاء کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے حالانکہ علوم فقط کلی قضایا کے ذریعے سے نتیجہ بخش ہوتے ہیں اور کلی قضایا نہ محسوس ہیں اور نہ ہی تجربہ کے قابل ہیں۔ مثلاً:۔ بعض انسانوں کے بدن کو کاٹنے سے خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ، اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ انسان کے اندر دل اور جگر موجود ہے اگر ہم یہی کام متعدد اشخاص کے ساتھ کریں تب بھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تمام انسانوں کے پاس دل اور جگر ہے۔ اسی طرح اگر ہم علمی مسائل میں صرف محسوسات اور تجربات پر قناعت کریں اور عقلیات سے استفادہ نہ کریں تو ہرگز ہم ایک کلی نتیجہ یا علمی بحث تک نہیں پہنچ پائیں گے۔ لہذا جس طرح ممکن یا بعض موارد میں لازم ہے کہ ہم حس اور تجربے سے استفادہ کریں بالکل اسی طرح ضروری ہے کہ بعض مقامات پر عقل کی قدرت پر اعتماد رکھیں، عقل سے ہماری مراد وہ چیز ہے جس کے ذریعے کلیات کی تصدیق اور عمومی احکامات کو درک کیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کے پاس ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعے وہ کلیات کا ادراک کر سکتا ہے۔

## خلاصہ:

مختلف علوم سے معلوم ہوتا ہے کہ عقلی مسائل جو کہ نہ محسوس کئے جاسکتے ہیں اور نہ ہی ان کا تجربہ کرنا ممکن ہے اور طبعی مسائل جو قابل محسوس اور قابل تجربہ ہوتے ہیں، دونوں واقعی اور حقیقی امور ہیں اور ان دونوں میں سے کسی کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ دینی امور میں غیبی مسائل جیسے روح کی بقا، عالم آخرت اور جنت و جہنم اسی طرح محسوس ہونے والے دنیاوی مسائل اور مادی زندگی کے مسائل یہ واقعی اور غیر قابل انکار امور ہیں۔

وہ لوگ جو فقط محسوسات کو سب کچھ سمجھتے ہیں انہوں نے علم کو صرف تجرباتی علوم میں قید کر رکھا ہے وہ عقلی مسائل اور نظری علوم سے بے خبر ہیں، دنیا پرست بھی مادی امور اور دنیاوی طور طریقوں کو سب کچھ سمجھ بیٹھے اور عالم آخرت اور قیامت کی مسئولیت کے بارے میں خبر نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:-

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۗ وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غٰفِلُونَ ﴿۱۱﴾

”یہ لوگ صرف زندگانی دنیا کے ظاہر کو جانتے ہیں اور آخرت کی طرف سے بالکل غافل ہیں“

پنبہ و سواس بیرون کن ز گوش	تآبہ گوشت آید از گردن خروش
پس محل و حی گردو گوش جان	وحی چبود گفتن از حس نہان
گر تو بگشائی زباطن دیدہ ای	زود یابی سرمہ بگزیدہ ای
غیب را ابری و آبی دیگر است	آسمان و آفتابی دیگر است
و آنکہ جامد بود خود واقف نشد	وای آن جانی کہ او عارف نشد

ترجمہ:

اپنے کان سے و سواس کی روئی کو نکال دو تا کہ تمہارے کانوں میں ماورائے طبیعت کی رعب دار آواز پہنچے اس طرح

تمہارے کان وحی کا مرکز بن جائیں گے وحی مخفی فضا سے آواز دینے کا نام ہے۔

اگر تمہاری باطنی آنکھ کھل جائے تو تمہیں پسندیدہ سرمہ مل جائے گا۔

غیب کے بادل اور پانی اور ہیں، آسمان اور سورج اور ہیں۔

لیکن جو سمجھنا ہی نہ چاہتا ہوں، افسوس ہے اس آدمی پر جو عارف نہ بن سکے۔

## قیامت غیبی خبروں سے پردوں کے برطرف ہونے کا دن

عالم آخرت اور قیامت ادیان الہی کی ان غیبی خبروں میں سے ہیں جن کے بارے میں انبیاء کرام نے مختلف ادوار میں بیان فرمایا ہے انہوں نے لوگوں کو اس وحشت ناک اور حیرت انگیز دن کے بارے میں آگاہ کیا آخرت، نکال اور رشد کی آخری منزل ہے۔ اس وقت تمام صلاحیتیں فعال ہو جائیں گی، تمام استعدادات حقیقی صورت اختیار کریں گے اور ہر موجود جو کچھ اس کے اندر پایا جاتا ہے اس تک پہنچ جائے گی۔

آخرت، وہ عالم ہے جس میں تمام پوشیدہ حقائق ظاہر ہوں گے، غفلت کے پردے اٹھ جائیں گے اور انسان کی تیز آنکھیں ایسی چیزوں کو دیکھیں گی جنہیں انہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔

وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ لِّقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ

فَبَصَّرْنَاكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ<sup>[۱]</sup>

”قیامت میں ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے، ایک اسے میدان محشر کی طرف لے جا رہا ہوگا اور دوسرا اس کے اعمال کی گواہی دے گا۔ اے انسان تو اس عظیم دن سے غافل تھا اور تمہیں اس دن کے حالات اور کیفیت کی خبر نہ تھی، اب ہم نے تم سے پردے ہٹا دیئے ہیں اور تمہاری نگاہ بہت تیز ہو گئی ہے۔“

جلیل القدر حکیم، مرحوم صدر المتعالہین شیرازی، کتاب نفس اسفار کی قیامت صغریٰ و کبریٰ کی فصل میں کہتے ہیں:

ولاشك ان الآخرة انما يحصل بارتفاع الحجب وزوال الملابس وظهور الخلائق۔

”اس میں کوئی شک نہیں کہ آخرت پردوں کے برطرف ہونے، حجابوں کے رفع ہونے اور حقائق کے ظاہر ہونے

سے واقع ہوگی۔“

سب سے پہلے پوشیدہ حقیقت قیامت کے دن مخفی اور پوشیدہ پردوں سے ظاہر ہوگی اور ہر مومن اور کافر اسے دیکھیں گے اور وہ حقیقت آخرت کے غیب کا ظاہر ہونا ہے۔ آخرت وہ دن ہے جس کے بارے میں انبیاء کرام دنیا میں خبر دیا کرتے تھے اور بے ایمان لوگ اسے جھٹلاتے اور اس کی تکذیب کرتے تھے۔

آخرت، اولین و آخرین تمام مخلوقات پر ظاہر ہوگی اور تمام مخلوقات اس کی شرائط اور خصوصیات میں جمع ہوں گے۔

قیامت کے منکر پہلے ہی لحظہ میں اپنی ہارتسلیم کر لیں گے اور اپنی آئندہ آنے والی تاریکیوں اور ظلمتوں کی وجہ سے

وحشت اور پریشانی کا شکار ہو جائیں گے۔

[۱] سورہ ق، آیت ۲۱، ۲۲

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فِرْعَوْنُ فَلَا فَوْتَ وَأَخَذُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ ۗ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاطُشُ  
مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ ۗ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ<sup>[۱]</sup>

”اور کاش آپ دیکھتے کہ یہ گھبرائے ہوئے ہوں گے اور بچ نہ سکیں گے اور بہت قریب سے پکڑ لئے جائیں گے اور وہ کہیں گے کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ اتنی دور دراز جگہ سے ایمان تک دسترس کہاں ممکن ہے اور یہ پہلے انکار کر چکے ہیں اور از غیب باتیں بہت دور تک چلاتے رہے ہیں۔“

ایک اور مقام پر ارشاد قدرت ہے:

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ النَّبِيِّ الْعَظِيمِ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ۗ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا  
سَيَعْلَمُونَ<sup>[۲]</sup>

”یہ لوگ آپس میں کس چیز کے بارے میں سوال کر رہے ہیں، بہت بڑی خبر کے بارے میں، جس کے بارے میں ان میں اختلاف ہے، کچھ نہیں عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا اور خوب معلوم ہو جائے گا۔“

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کو ”نبأ عظیم“، یعنی عظیم خبر کا نام دیا ہے، سورہ ص میں بھی نبأ عظیم کے بارے میں بات ہوئی ہے اس کی دوسری آیت میں نبأ عظیم کی عظمت و بزرگی کو بیان کیا گیا ہے۔

مفسرین کا کہنا ہے ممکن ہے نبأ عظیم سے مراد قرآن مجید ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ اس سے روز قیامت مراد ہو۔

قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ أَنْتُمْ عَنْهُ مَعْرِضُونَ<sup>[۳]</sup>

”اے میرے رسول! ان سے کہہ دو کہ قیامت بہت بڑی خبر ہے تم اس سے اعراض کئے ہوئے ہو۔“

لوگ خواہ قیامت پر ایمان لائیں یا نہ لائیں، اس پر یقین رکھیں یا نہ رکھیں، اس پر توجہ دیں یا نہ دیں، اس دن کی فکر میں ہوں یا نہ ہوں، ہر صورت میں اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے کہ وہ دن آئے، جس دن سب لوگ دوبارہ زندہ ہوں گے اور اپنا نامہ اعمال لیں گے بالآخر اچھے لوگوں کو انعام اور برے لوگوں کو سزا دی جائے گی۔

[۱] سورہ سبا آیت ۵۱، ۵۲، ۵۳

[۲] سورہ نبا آیت ۱، ۲، ۳، ۴، ۵

[۳] سورہ ص، آیت ۷، ۸، ۹

وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا. وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۝۱۱

”اور قیامت یقیناً آنے والی ہے اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے، اور اللہ قبروں سے مردوں کو اٹھانے والا ہے۔“

اس دن ہر شخص اپنے اعمال سے باخبر ہوگا، انہیں ان کے ان اعمال کے بارے میں بتایا جائے گا جن کی وجہ سے وہ بدبختی اور مصیبت میں مبتلا ہوئے ہونگے، بعض روایات کے مطابق لوگ دنیا میں اپنی غفلت کی وجہ سے بہت افسوس کریں گے، گریہ و زاری کریں گے نادم ہوں گے اور اپنے آپ پر غصہ ہوں گے۔

## قیامت میں بعض لوگوں کی دشمنیاں

اس دن بعض لوگوں کی دشمنیاں بھی ظاہر ہوں گی جن کی دنیا میں شرک آلود یا گناہ آلود دوستی ہوگی۔ بعض اوقات یہ دشمنیاں اس قدر شدید ہو جائیں گی کہ لوگ ایک دوسرے پر لعن اور ایک دوسرے سے نفرت کا اظہار کرتے نظر آئیں گے۔  
قرآن مجید اس سلسلے میں فرماتا ہے:

أَلَا خَلَاءٌ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ۝۱۲

”آج کے دن صاحبانِ تقویٰ کے علاوہ تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔“

أَلْحِلَّةُ بِالضَّمِّ الصَّدَاقَةُ وَالْمَحَبَّةُ الَّتِي تَخَلَّتْ الْقَلْبَ فَصَارَتْ خَلَالَهُ أَيْ فِي بَاطِنِهِ۔

عربی زبان میں ”خلت“ اس دوستی اور محبت کو کہتے ہیں جو دل کے اندر نفوذ کر چکی ہو، اور اس کے عمق میں جاگزین ہو۔ اس معنی سے معلوم ہوتا ہے کہ ”خلت“ اس دوستی اور محبت کو کہتے ہیں جو انسان کے ضمیر کو اپنی گرفت میں لے لے اور اس کی جڑیں دل کے تمام حصوں میں پھیل چکی ہوں۔

یقیناً اس طرح کی دوستی اگر پاک و مقدس ہو تو خیر و برکت کا باعث بن کر اپنے مالک کو رشد اور کمال تک پہنچا سکتی ہے اور اگر یہ دوستی گناہوں سے آلودہ اور ناپاک ہو تو بدبختی کا موجب ہوتی ہے جس کی وجہ سے انسان گمراہی اور بدبختی کا شکار ہو جاتا ہے۔

[۱] سورہ حج آیت ۷

[۲] سورہ زخرف آیت، ۷، ۸



## حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پاکیزہ دوستی

مقدس اور سعادت بخش دوستی کا ایک نمونہ حضرت ابراہیم کی ذات باری تعالیٰ کے ساتھ عمیق محبت ہے، اس پاک محبت کی نورانی موجوں نے جناب ابراہیم علیہ السلام کے تمام وجود کو گھیر لیا تھا۔ انہیں اس قدر بزرگی اور عظمت عطا ہوئی کہ آپؑ ”خلیل اللہ“ (اللہ کا دوست) کے لقب کے حقدار ٹھہرے۔

إِنَّمَا قَالَ ذَالِكَ لِأَنَّ حُلَّتَهُ كَانَتْ مَقْصُورَةً عَلَى حُبِّ اللَّهِ تَعَالَى فَلَيْسَ فِيهَا لِغَيْرِهِ مُتَسَّحٌ۔

”حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ لقب اس وجہ سے عطا ہوا کہ آپ نے اپنی دوستی اور محبت کو صرف اللہ تعالیٰ کی محبت میں منحصر کر دیا تھا اور آپ کے دل میں غیر خدا کی محبت کے لئے کوئی گنجائش نہیں تھی“۔

جالب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس خالص محبت اور صداقت کی وجہ سے انہیں اپنا دوست منتخب فرمایا۔ اور ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَ اتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۝

”اور اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اور دوست بنایا“۔

عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ:

سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّمَا اتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا لِأَنَّهُ لَمْ يَرِدْ أَحَدًا وَ

لَمْ يَسْتَلْ أَحَدًا قَطُّ غَيْرَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

میں نے اپنے والد گرامی سے سنا اور انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا کہ آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (حضرت) ابراہیمؑ کو اپنی دوستی کے لئے اس وجہ سے منتخب فرمایا کہ آپؑ کی قلبی توجہ خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف نہ تھی اور آپؑ نے ذات باری تعالیٰ کے علاوہ کسی سے بھی کوئی درخواست نہ کی۔ [۱]

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دل کو محبت الہی کا مرکز بنا لیا تھا آپؑ نے اپنے ارادے کو اس کے سامنے تسلیم کر لیا آپؑ نے اپنے تمام وجود کو بغیر قید و شرط کے اس کا مطیع و فرمانبردار بنا لیا اور توحید کے عظیم ترین مقام تک رسائی حاصل کر لی۔ اس مقدس اور پاک دوستی نے حضرت ابراہیمؑ کے مقام کو بلند کر دیا اور انہیں کمال انسانی کے تمام اوصاف

[۱] سورہ نساء آیت ۱۲۵

[۲] تفسیر برہان۔ جلد اول ص ۳۱۸

عطا فرمائے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں انسانوں کا رہبر و رہنما مقرر کیا اور ان کے بارے میں فرمایا:

قَالَ رَبِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۗ

”ہم تم کو لوگوں کا امام اور قائد بنا رہے ہیں۔“

## ناپاک دوستی

اگر کوئی بد بخت انسان جاہ طلبی اور برتری کے حصول کے لئے اپنے دل کو کسی متکبر اور شیطان صفت انسان کی محبت کا مرکز بنا لے، اپنے ہر ارادے کو اس کے ارادے کے سامنے تسلیم کر لے اور تمام وجود سے بغیر قید و بند کے اس کا مطیع و فرمانبردار رہے تو اس کی یہ گناہوں سے آلودہ اور ناپاک دوستی اسے شرک، جرائم کے ارتکاب اور اعمال و اخلاق کی ناپاکی میں مبتلا کر دے گی۔ جس کی وجہ سے قیامت کے دن یہ گناہوں سے آلودہ اور ناپاک دوستی دشمنی میں تبدیل ہو کر اطاعت کرنے والے اور جس کی اطاعت کی گئی ہوگی دونوں کو واصل جہنم کر دے گی۔

وَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ إِلَهَةً لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ۗ كَلَّا ۗ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ

عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۳۱﴾

”اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے خدا اختیار کر لئے ہیں تاکہ وہ ان کے لئے باعث عزت بنیں ہرگز نہیں عنقریب یہ معبود خود ہی ان کی عبادت سے انکار کر دیں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔“ ﴿۳۱﴾

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

أَمْي يَكُونُونَ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا لَهُمْ إِلَهَةً مِنْ دُونِ اللَّهِ ضِدًّا يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَتَذَكَّرُونَ مِنْهُمْ وَ

مِنْ عِبَادَتِهِمْ.

ثُمَّ قَالَ: لَيْسَ الْعِبَادَةُ هِيَ السُّجُودُ وَلَا الرُّكُوعُ وَإِنَّمَا هِيَ طَاعَةُ الرِّجَالِ مَنْ أَطَاعَ مَخْلُوقًا

فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ فَقَدْ عَبَدَهُ.

”جنہوں نے خدا کی عبادت کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود بنا لیا قیامت کے دن وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور خود ان کی عبادت سے بیزاری کریں گے۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

﴿۱﴾ سورہ بقرہ آیت ۱۲۳

﴿۲﴾ سورہ مریم آیات ۸۱، ۸۲

عبادت سے مراد رکوع اور سجود نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ان کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ جو بھی خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت کرے گویا اس نے اس کی عبادت کی۔<sup>[۱]</sup>

افسوس! ہمارے آج کے دور میں بعض اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کے حکمران اس آیت کریمہ کے حقیقی مصادیق ہیں وہ چند روزہ حکومت اور اقتدار کی خاطر بڑی حکومتوں کو اپنا معبود بنا لیتے ہیں اور ان کے جائز و ناجائز احکامات پر عمل پیرا ہوتے ہیں راسل نے ان تکبر اور شیطان صفت افراد کو اس طرح چھچھنوا یا ہے:

حکمران جس کے اختیار میں پوری حکومت ہوتی ہے اگر اسے با اختیار چھوڑ دیا جائے اور اس پر کوئی اعتراض کرنے والا نہ ہو تو وہ اپنے آپ کو خدا سمجھنے لگے گا۔ انسان گذشتہ صدیوں میں خود کو شیطان کے آگے تسلیم کر لیتا تھا تا کہ ساحرانہ اقتدار اس کے ہاتھ آسکے لیکن آج کی دنیا میں جادوئی طاقت کو علم اور میڈیا کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے نتیجہ میں انسان کے اندر شیطان ہونے کا احساس بہت جلد نشوونما حاصل کر لیتا ہے۔<sup>[۲]</sup>

وہ دوستی جو قیامت میں دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی جس کی وجہ سے دوست ایک دوسرے کی مخالفت اور ایک دوسرے پر لعن کریں گے عقائد، ایمان، اخلاق اور اعمال میں خراب اثرات مرتب کرنے والی دوستی ہے جو انسان کو کفر اور شرک میں مبتلا کر دے جو دنیا میں فتنہ و فساد اور آخرت میں عذاب میں مبتلا ہونے کا باعث بنتی ہے اسی وجہ سے روایات میں اچھے دوست کے انتخاب پر خاص توجہ دی گئی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ

**الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَمْرًا وَمَنْ يُخَالِلْ.**

”یعنی انسان اس کے دین پر ہوتا ہے جس کی محبت اس کے دل میں ہوتی ہے لہذا ہر شخص کو توجہ رکھنی چاہئے کہ وہ اپنے دل میں کس کی محبت کو جگہ دے رہا ہے۔“<sup>[۳]</sup>

آخرت میں بعض دوست ایک دوسرے سے اس قدر نفرت کریں گے کہ وہ نہ صرف ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے بلکہ دنیا میں ان کے ساتھ دوستی یا اپنے دنیاوی رہبروں کی پیروی کی وجہ سے جو عذاب ابدی کا شکار ہوئے ہوں گے وہ ایک دوسرے پر لعنت ک بھیجیں گے اور اللہ تعالیٰ سے ان پر عذاب کی سختی کی درخواست کریں گے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

[۱] تفسیر صافی صفحہ ۳۴۱

[۲] کتاب قدرت صفحہ ۶۸

[۳] النہایہ۔ جلد ۲ صفحہ ۷۲

يَوْمَ تَقْلَبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَّا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلًا رَبَّنَا آتِنَاهُمْ مِمَّنْ ضَعُفَيْنَا مِنْ الْعَذَابِ وَالْعَنَاهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا

”جس دن ان کے چہرے جہنم کی طرف موڑ دیئے جائیں گے اور یہ کہیں گے کہ اے کاش ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی ہوتی اور کہیں گے کہ ہم نے اپنے سرداروں اور بزرگوں کی اطاعت کی تو انہوں نے راستہ سے بہکادیا پروردگار اب ان پر دہرا عذاب نازل کر اور ان پر بہت بڑی لعنت کر۔“ [۱]

نفرت کرنے والے ”اطعنا“ کے لفظ کے ذریعے قیامت میں اپنی بدبختی اور عذاب میں مبتلا ہونے کے سبب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ حقیقت میں وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آج ہم جس عذاب میں مبتلا ہیں، اپنی بے جا اور نامناسب اطاعتوں کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ ہم جب دنیا میں تھے، ہمارے حاکم، ہمیں حکم دیتے اور ہم بغیر اس پر توجہ اور غور و فکر کے، ان کے حکم کی اطاعت کیا کرتے تھے، ان کے ایسے احکامات کی پیروی کرتے تھے جو امرالہی کے واضح طور پر خلاف ہوتے، اور اب ہم غیر شرعی اوامر کی اطاعت کے سبب جہنم کی آگ میں جل رہے ہیں

## عبادت میں شرک کی اقسام

مکتب اسلام میں، عبادت میں شرک کی دو قسمیں ہیں:

ایک خود عبادت میں شرک سے اور دوسرا اطاعت میں شرک۔ قرآن مجید میں دونوں اقسام کے لیے مادہ ”عبد“ استعمال ہوا ہے۔

۱۔ عبادت میں شرک:

قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَنْظِلُّ لَهَا خِكْفِينَ. [۲]

ان لوگوں نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور انہی کی مجاوری کرتے ہیں۔

۲۔ عبادت بمعنی اطاعت میں شرک

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلَوْنَ آيَاتِ اللَّهِ وَمُحَدَّثَاتِهَا يُرِيدُونَ أَن يُضِلُّوا النَّاسَ بِهَا وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْبَاطِلِينَ. [۳]

[۱] سورہ احزاب آیات: ۲۶ تا ۲۸

[۲] سورہ شعراء آیت ۷۱

[۳] سورہ یسین آیت ۶۰

”اولاد آدم کیا ہم نے تم سے اس بات کا عہد نہیں لیا تھا کہ خبردار شیطان کی عبادت نہ کرنا کہ وہ تمہارا اگھلا ہوا دشمن

ہے۔“

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ  
قَالَ: يُطِيعُ الشَّيْطَانَ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُ فَيُشْرِكُ

اور ان میں بھی اکثریت خدا پر ایمان لاتی بھی ہے تو شرک کے ساتھ۔<sup>[۱]</sup>

اس آیت کریمہ کی وضاحت بیان کرتے ہوئے امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

انسان نہ جانتے ہوئے شیطان کی پیروی کرتا ہے اور مشرک بن جاتا ہے۔<sup>[۲]</sup>

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ قَالَ  
شُرْكَكَ طَاعَةً وَكَيْسَ شُرْكَكَ عِبَادَةً.

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اسی آیت کریمہ کی وضاحت بیان کرتے ہوئے ایک اور حدیث کے ضمن میں فرماتے

ہیں:

”یہ اطاعت میں شرک ہے عبادت میں شرک مراد نہیں،“<sup>[۳]</sup>

## اطاعت میں شرک

ایسے شخص کے حکم کی اطاعت اور پیروی کرنا جس کا حکم خدا کے حکم کے خلاف ہو ممنوع اور ناجائز ہے۔ اگر کوئی شخص اس طرح کا حکم دے وہ نہ صرف گناہ کا مرتکب ہوتا ہے بلکہ وہ مخلوق کے حکم، کو خالق کے حکم پر مقدم کرنے کی وجہ سے اطاعت میں شرک کرتا ہے یہ مطلب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے اقوال میں بھی ہے اسی فصل میں پہلے بھی امام صادق علیہ السلام کی ایک روایت بیان ہوئی ہے جو کہ تفسیر صافی سے نقل کی گئی تھی، ہم یہاں اختصار کی وجہ سے ایک اور روایت بھی ذکر کر رہے ہیں:

عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ أَطَاعَ مَخْلُوقًا فِي غَيْرِ طَاعَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

فَقَدْ كَفَرَ وَاتَّخَذَ إِلَهًا مِنْ دُونِ اللَّهِ.

[۱] سورہ یوسف آیت ۱۰۶

[۲] اصول کافی جلد ۲ ص ۳۹۸ حدیث ۲-۳

[۳] تحف العقول، ص ۲۲۰

حضرت علیؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا:  
اگر کوئی شخص کسی مخلوق کو اللہ کی مخالفت میں کوئی حکم دے اس عمل کے ذریعے وہ کفر کا مرتکب ہوتا ہے اور اس نے  
واحد خدا کے علاوہ کسی اور کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔<sup>[۱]</sup>

اطاعت میں شرک ایک ایسا ہم مسئلہ ہے جس کی وجہ سے قیامت کے دن اطاعت کرنے والے اور جن کی اطاعت  
کی گئی ہوگی دونوں گرفتار ہونگے اور دونوں کو عذاب خدا میں مبتلا ہونا پڑے گا یعنی اس دن وہ لوگ جنہوں نے حکم خدا کے  
خلاف حکم دیا ہوگا اور ناحق حکم کو نافذ کرنے والے اطاعت میں شرک کے جرم میں خدا کے عذاب کا شکار ہوں گے۔ یہ مطلب  
قرآن مجید کی متعدد آیات میں بھی بیان ہوا ہے۔

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ. وَقَالَ  
الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَن لَنَا كَرَّةٌ فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسْرَتٍ  
عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُمْ بِمُخْرِجِينَ مِنَ النَّارِ.

”اس وقت جبکہ پیر اپنے مریدوں سے بیزاری کا اظہار کریں گے اور سب کے سامنے عذاب ہوگا اور تمام وسائل  
منقطع ہو چکے ہوں گے اور مرید بھی یہ کہیں گے کہ اے کاش ہم نے ان سے اسی طرح بیزاری اختیار کی ہوتی جس طرح یہ آج  
ہم سے نفرت کر رہے ہیں۔ خدا ان سب کے اعمال کو اسی طرح حسرت بنا کر پیش کرے گا اور ان میں سے کوئی جہنم سے نکلنے  
والا نہیں ہے۔“<sup>[۲]</sup>

كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعْنَتٌ لِّعَنْتِ أُخْتَهَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا دَارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا ۖ قَالَتْ أُخْرِبُهُمْ وَلَاؤُلَهُمْ  
رَبَّنَا هَؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَأَيِّهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنَ النَّارِ ۗ قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٌ وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ.

”حالت یہ ہوگی کہ ہر داخل ہونے والی جماعت دوسری پر لعنت کرے گی اور جب سب اکٹھا ہو جائیں گے تو بعد  
والے پہلے والوں کے بارے میں کہیں گے کہ پروردگار ان ہی نے ہمیں گمراہ کیا ہے لہذا ان کے عذاب کو دو گنا کر دے۔  
ارشاد ہوگا کہ سب کا عذاب دو گنا ہے صرف تمہیں معلوم نہیں ہے۔“<sup>[۳]</sup>

قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا ۖ أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۖ تَبَرَّأْنَا

[۱] تحفہ العقول صفحہ ۲۲۰

[۲] سورہ بقرہ آیات ۱۶۶، ۱۶۷

[۳] سورہ اعراف آیت ۳۸

## إِيَّاكَ مَا كَانُوا إِيَّاكَ يَعْبُدُونَ.

”تو جن شرکاء پر عذاب ثابت ہو چکا ہوگا وہ کہیں گے کہ پروردگار یہ ہیں وہ لوگ جن کو ہم نے گمراہ کیا ہے اور اسی طرح گمراہ کیا ہے جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے تھے لیکن اب ان سے برائت چاہتے ہیں یہ ہماری عبادت تو نہیں کر رہے تھے۔“ [۱]

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں اطاعت میں شرک کے بارے میں بیان فرمایا ہے اور اس کے اُخروی خطرات سے بھی باخبر کر دیا ہے رب العالمین نے یہ کام خود کو بیچنے والے غلام صفت انسانوں پر تمام حجت کے لئے انجام دیا شاید خواب غفلت سے بیدار ہو کر قیامت کے دن اپنی عظیم مسؤلیت پر توجہ دیں اور مرنے سے پہلے اس غلط راستے سے اپنا منہ پھیر لیں اور خود کو بغیر غور و فکر کی اطاعت کے قید و بند سے نجات دلائیں اور فکری آزادی کے ساتھ شرک سے آزاد ہو جائیں۔

## خواہشات نفسانی کی پیروی

سب سے بڑا عامل جس کی وجہ سے انسان دانستہ یا نادانستہ طور پر غلط اور غیر شرعی کاموں کی جانب مائل ہو جاتا ہے اور لوگ شرک کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں، اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی اور اطاعت کرنا ہے جو لوگ مال و دولت، نام و شہوت جاہ و مقام اور اس طرح کی دوسری چیزوں سے شدید محبت رکھتے ہیں۔ وہ قدرت اور طاقت رکھنے والے افراد کے ساتھ دوستی کر لیتے ہیں اور ان کے مطیع بن کر بغیر اعتراض کے ان کے ہر جائز و ناجائز حکم پر عمل کرتے ہیں۔ تاکہ وہ اس طرح اپنی تمناؤں اور آرزوں تک پہنچ کر اپنی نفسانی خواہشات پوری کر سکیں۔ قیامت کے دن بغیر اعتراض کے حکم کو نافذ کرنے والے بد بخت لوگ مشرکوں کے ساتھ محشور ہونگے اور ان حکمرانوں کو دشمنی اور عداوت سے دیکھیں گے جو ان کی بد بختی اور شقاوت کا باعث بنے قیامت کے دن یہ لوگ ان سے بیزار نظر آئیں گے اسی طرح حکمران بھی اپنے مطیع لوگوں سے بیزار نظر آئیں گے افراد جو انسان کو اطاعت میں شرک کی طرف لے جاتا ہے اور دنیا اور آخرت میں ذلت اور خواری کا باعث بنتا ہے اسے اولیاء کرام کی زبان میں ہوائے نفس یا حب دنیا کا نام دیا گیا ہے ہم یہاں بعض روایات کے ذریعے مختصر وضاحت بیان کرتے ہیں:

ہوئی: لغت میں ”ہوئی“ مطلقاً ”خواہشات نفسانی“ کو کہا جاتا ہے چاہے وہ پسندیدہ اور جائز خواہش ہو یا ناپسند اور ناجائز خواہش بھوکا کھانا چاہتا ہے، پیاسا، پانی کا طلبگار ہوتا ہے اور تھکے ہوئے شخص کو آرام و سکون کی ضرورت ہوتی ہے یہ

اور دیگر تمام خواہشات جن کی انسان کو ضرورت ہوتی ہے ”ہوئی“ کہلاتی ہیں۔

طبعی طور پر ہر زندہ انسان ”ہوئی“ اور خواہشات رکھتا ہے اور یہ کوئی بری بات نہیں ہے، دراصل بغیر قید و بند کے نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا غلط اور ناجائز ہے، اور اسے اس وجہ سے ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے کہ اس کی وجہ سے انسان خدا کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں اس بات کی طرف متوجہ فرمایا ہے:

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ ۚ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا.

”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات ہی کو اپنا خدا بنا لیا ہے کیا آپ اس کی بھی ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہیں۔“ [۱]

إِنَّمَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ اتِّبَاعَ الْهَوَىٰ وَطُولَ الْأَمَلِ ۚ أَمَّا اتِّبَاعُ الْهَوَىٰ فَإِنَّهُ يَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَأَمَّا طُولُ الْأَمَلِ فَيُنْسِي الْآخِرَةَ

حضرت علیؑ نے اپنے ایک خطبے میں لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں تمہارے بارے میں ہر چیز سے زیادہ دو چیزوں سے ڈرتا ہوں۔ ایک نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا اور دوسرا طویل آرزوئیں رکھنا۔ خواہشات نفسانی کی پیروی تمہارے راستے کو حق سے دور کر دے گی اور یکتا پرستی میں ممانع ہوگی۔ اور بڑی بڑی آرزوئیں، تمہارے دماغ سے آخرت کی فکر کو زائل کر کے اسے بھلا دیں گی۔ [۲]

جو بھی چاہے کہ نفسانی خواہشات سے محفوظ رہے اور شرک آلود اطاعت میں مبتلا نہ ہو اسے چاہیے کہ اپنی خواہشات کو حکم خدا کے مطابق انجام دے اور غیر شرعی خواہشات کو ترک کر کے شریعت مقدس پر عمل پیرا ہو یہی اولیاء اللہ کا طریقہ ہے۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ..... وَلَكِنَّ الرَّجُلَ كُلَّ الرَّجُلِ نِعْمَ الرَّجُلُ الَّذِي جَعَلَ هَوَاهُ تَبَعًا لِأَمْرِ اللَّهِ.

امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں:

”مرد“ مکمل اور بہترین مرد، وہ انسان ہے جو اپنی نفسانی خواہشات اور آرزوں کو حکم خدا کے تابع قرار دے۔“ [۳]

[۱] سورہ فرقان آیت ۴۳

[۲] منج البلاغہ خطبہ ۲۲

[۳] مجموعہ درام جلد ۲ ص ۱۰۰



## حب دنیا

بے جا خواہشات کے بارے میں دوسری تعبیر جو اسلامی روایات میں بیان ہوئی ہے، حب دنیا (دنیا کی

محبت) ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ.

رسول خدا نے فرمایا: دنیا کی محبت تمام خطاؤں اور انحرافات کی جڑ ہے۔<sup>[۱]</sup>

وَفِي كِتَابِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ فَأَرْفُضُ الدُّنْيَا فَإِنَّ حُبَّ

الدُّنْيَا يُعْمِي وَيُصِمُّ وَيُبْذِلُ الرِّقَابَ

حضرت علیؑ نے جو خط اپنے اصحاب کو لکھا اس میں آپ نے فرمایا:

دنیا کو ترک کر دو کیونکہ دنیا کی محبت دل کے اندھے اور ضمیر کے گونگے اور بہرے ہونے کا باعث ہے اور انسان کو

ذلت و خواری میں مبتلا کر دیتی ہے۔<sup>[۲]</sup>

ہر انسان طبعی طور پر گھر، سامان، دوکان، سرمایہ، پانی، مٹی اور دوسری چیزوں سے محبت رکھتا ہے، جس دنیا کی محبت کو

براب کہا گیا ہے اس سے یہ طبعی محبت مراد نہیں ہے یعنی انسان دنیاوی زندگی کی طرف اس قدر مائل ہو کہ خدا کو بھی فراموش

کردے، دین کو بھول جائے اور صرف دنیاوی امور کے حصول کے لیے، خدا کے حکم سے منہ پھیر کر گناہ اور غیر شرعی اعمال انجام

دینے لگے۔

نسی قماش و نقرہ و فرزند و زن

چیست دنیا از خدا غافل شدن

نعم مال صالح گفت آن رسول

مال راکز بہر دین باشی حمول

آب در بیرون کشتی پستی است

آب در کشتی هلاک کشتی است

ترجمہ:

”دنیا سے مراد کیا ہے خدا سے غافل ہونا، ساز و سامان، سونا، چاندی، اولاد اور بیوی مراد نہیں ہے اگر آپ کے پاس

دین کے لیے مال ہو تو یہ اچھا مال ہے، یہ بات رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی ہے پانی کا کشتی کے اندر ہونا کشتی کی ہلاکت

کا باعث بنتا ہے پانی کا کشتی سے باہر ہونا، کشتی کے لیے ڈھال ہے۔“

[۱] مجموعہ ورام جلد ۱ ص ۱۲۸

[۲] سفینۃ البحار جلد اول ص ۲۶۵

## دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانے والے

غور طلب اور جالب بات یہ ہے کہ بعض لوگ جو دنیا کے اسیر ہوتے ہیں وہ اپنے محبوب کو ترک دنیا کی راہ میں ڈھونڈتے ہیں وہ محبوبیت یعنی لوگوں کی دلوں پر حاکمیت کو پسند کرتے ہیں اس مقصد تک رسائی کے لیے وہ دنیاوی لذتوں اور دیگر دنیاوی امور سے منہ پھیر کر خود کو زاہد اور پرہیزگار ظاہر کرتے ہیں، وہ اس ریاکاری کی وجہ سے جو کہ خود شرک کی ایک شاخ ہے، مال و دولت، گھر و زندگی، اچھی غذاؤں اور خوبصورت لباس سے پرہیز کرتے ہیں تاکہ وہ اس طرح سے اپنی اس دنیا تک پہنچ جائیں جسے وہ چاہتے ہیں یعنی دوسروں کی نظروں میں محبوب نظر آنا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس گروہ کو دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھانے والا کہا ہے آپ نے فرمایا:

فَإِنَّ فِي النَّاسِ خَسِيرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَيَثْرُكَ الدُّنْيَا وَيَرِي أَنَّهُ لَذَّةُ الرِّيَاسَةِ الْبَاطِلَةِ أَفْضَلَ  
مِنْ رِيَاسَةِ الْأَمْوَالِ وَالنِّعَمِ الْمُبَاحَةِ الْمُحَلَّلَةِ وَيَثْرُكَ ذَلِكَ أَجْمَعًا طَلَبًا لِلرِّيَاسَةِ.

”لوگوں میں ایک ایسا گروہ ملتا ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔ یہ لوگ دنیا کو دنیا کے لیے ترک کرتے ہیں، ان کے نظر میں باطل سرداری حلال اور مباح نعمتوں سے بہتر ہے، اسی وجہ سے وہ اس سرداری تک پہنچنے کیلئے تمام اموال اور مباح نعمتوں سے دور رہتے ہیں۔“<sup>[۱]</sup>

### خلاصہ

خواہشات نفسانی کے پیروکار اور دنیا پرست لوگ اپنی غیر شرعی آرزوں اور تمناؤں کو پانے کے لئے متکبر، گنہگار اور طاقتور لوگوں کے ساتھ دوستانہ روابط برقرار رکھتے ہیں ان کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں اور ان احکامات کو جو کہ حکم خدا کے خلاف اور اطاعت میں شرک کا موجب ہیں بغیر ان پر اعتراض کے انجام دیتے ہیں تاکہ وہ ان کے حمایت سے اپنے اہداف تک رسائی حاصل کر سکیں۔

مذکورہ شرح کے مطابق، قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ قیامت کے دن اس طرح کی نقصان پہنچانے والی دوستی، دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی اور اس کی وجہ سے بہت سے مصائب اور پریشانیوں کا شکار ہونا پڑے گا اس دن اطاعت کرنے والا اور جس کی اطاعت کی گئی ہوگی دونوں ایک دوسرے سے بیزار ہوں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور دونوں کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

[۱] مجموعہ درام جلد ۲ ص ۹۹

## سچی دوستی

سچی اور بغیر لالچ والی دوستیاں اس کے برخلاف ہیں جو ایماندار اور متقی افراد میں اسلامی تعلیمات کے مطابق رضائے الہی کی خاطر ہوا کرتی ہیں یہ دوستی دنیا میں خیر و سعادت اور دینی بھائی چارے کا موجب ہوتی ہے اور آخرت میں بھی اسی طرح باقی اور پائیدار رہے گی یہی وہ لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے جن کی پاک و پاکیزہ دوستی کو، ناپاک، شرک آلودہ اور گنہگاروں کی دوستی سے جدا کیا ہے اور ان کے بارے میں **إِلَّا الْمُتَّقِينَ** (سوئے متقین کے) فرمایا ہے۔<sup>[۱]</sup>

ذره ذره کا ندرین ارض و سماست  
جنس خود را ہبچو کاکہ و کھر باست  
ناریان مرناریان را جاذبند  
نوریان مرنوریان را طالبند  
طیبات از بہرہ کہ؟ للطیبین  
خوب خوبی را کند جذب از یقین  
قسم باطل باطلان را می کشد  
باقیان را می کشد اهل رشد  
زنگ را ہم زنگیان باشند یار  
روم را بارومیان افتاد کار

ترجمہ اشعار:

ذره ذره جو بھی اس زمین و آسمان میں ہے اپنی جنس کے لئے مقناطیس کی طرح ہے آگ کی مخلوقات آگ والوں کو جذب کرتی ہے اور نوری، نوری کو طلب کرتے ہیں، پاک خواتین کس کے لئے ہیں؟ پاک مردوں کے لئے۔ اچھا، اچھائی کو یقین سے جذب کرتا ہے، باطل باطل کو اپنی طرف کھینچتا ہے اس کے علاوہ ہدایت یافتہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں زنگ کے زنگی ہی دوست ہوتے ہیں رومیوں کو اہل روم کے ساتھ کام ہوتا ہے۔

متأسفانه اس دور میں بعض اسلامی ممالک کے حکمرانوں نے اپنی حکومت کی چند روزہ کرسی کو بچانے اور مظلوم اور

[۱] سورہ زخرف آیت ۶۷

محروم لوگوں پر حکومت کرنے کیلئے مغرب و مشرق کی حکومتوں سے ملکر ان کی بندگی اور غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈال دیا ہے۔

اس طرح وہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی ذلت اور خواری کا سبب بنے ہیں وہ اپنے غلط اور شرمناک اعمال کے ذریعے خدائے واحد کی عبادت کو ترک کر کے اطاعت میں شرک کے مرتکب ہوئے ہیں، ان لوگوں نے بدنام زمانہ متکبر حکومتوں کے ان احکامات پر عمل کیا ہے جو حکم خدا کے خلاف اور اسلام اور مسلمانوں کے نقصان میں ہیں، ہمیں ان حکمرانوں پر تعجب نہیں ہے جو اپنے ختم ہو جانے والے اقتدار کی حفاظت کے لئے طاقتور حکومتوں کا ساتھ دیتے ہیں اور اطاعت میں شرک [جو کہ ایک عظیم ظلم ہے] کو قبول کرتے ہیں بلکہ تعجب تو مسلمانوں کے عمل پر ہے وہ کس طرح اس ظلم کے سامنے خاموش، تماشائی بنے بیٹھے ہیں وہ ان غلط اعمال سے لاپرواہ ہو کر ان کی غلط کاریوں پر پردہ ڈالتے ہیں حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عدل و انصاف کی مدح اور تعریف کرنا اور ظلم کی مذمت اور اسے برا کہنا وظیفہ شناس اور نیک مسلمانوں کے وظائف میں سے ہے۔

عَنْ مُغَيَّرَةَ ابْنِ نُوفَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ: مَنْ لَمْ يَجِدْ عَدْلًا وَلَمْ يَذُمَّ جَوْرًا فَقَدْ بَارَزَ اللَّهَ تَعَالَى بِالْمَحَارَبَةِ.

مغیرہ بن نوفل نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

”جو بھی عدل کی تعریف اور ظلم و ستم کی مذمت نہ کرے بیٹیک وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کے لئے کھڑا ہوا ہے۔“ [۱]

\*\*\*\*\*

## دوسری فصل

## اسلام کا تربیتی پروگرام

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ

اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور خدا کو پکارے گا جس کی کوئی دلیل بھی نہیں ہے تو اس کا حساب پروردگار کے پاس ہے اور کافروں کے لئے نجات بہر حال نہیں ہے۔<sup>[۱]</sup>

ماضی میں انسانوں کے مربیوں نے مختلف مکاتب اور نظریات کے مطابق انسانوں کی تربیت کے طریقے بیان کئے ہیں انہوں نے اپنے مختلف پروگراموں کے ذریعے لوگوں کو پسندیدہ صفات اور اوصاف حمیدہ سے مزین کیا اور جہاں تک ان سے ہوسکا انہوں نے لوگوں کے ضمیر کو غلط افکار اور ناپسندیدہ اخلاق سے پاک کیا لیکن پوری دنیا کے تربیتی پروگراموں میں سے کسی نے بھی انبیاء کرام علیہم السلام کے انسان ساز پروگراموں کی طرح انسان کی تربیت میں اثر نہ کیا کیونکہ وہ لوگوں کو دنیا کے خالق و پروردگار کی جانب دعوت دیتے تھے اور انہوں نے اپنے پروگرام کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان اور اس کے حضور احساس مسنوبیت پر رکھی اس طرح وہ ایک طرف کمال مطلق کے عشق کو اس کے پیروکاروں کے دلوں میں پیدا کرتے تھے اور انہیں اخلاق اور ملکوت اعلیٰ کی طرف دعوت دیتے تھے تو دوسری طرف ان کے دلوں میں عذاب خدا کا خوف ڈال کر مومنوں کو گناہوں سے دور رکھتے تھے خدا پر ایمان رکھنا انسان کی فطرت کی آواز ہے اور انبیاء کرام اپنی رسالت کے ایام میں لوگوں کو فطرت کی صدا پر لبیک کہنے کی دعوت دیا کرتے تاکہ ان کی زیادہ توجہ اپنے پروردگار کی جانب ہو جائے دنیا میں کوئی بھی طاقت انسانوں کو ہمہ جانبہ سعادت حاصل کرنے کے لئے خدا پر ایمان اور شرک سے دوری سے زیادہ مؤثر نہیں ہے اسی طرح کوئی بھی عامل انسان کو بے ایمانی اور خدا کے ساتھ شرک جتنا پستی اور ضلالت کی جانب نہیں لے جاتا۔ یہ دونوں باتیں قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں ایک خدا کی عبادت، اور خدا پر ایمان لانے کے بارے ارشاد ہوا

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ

”اب جو شخص بھی طاغوت بھی طاعت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آئے وہ اس کی مضبوط رسی سے متمسک ہو گیا جس کے

[۱] سورہ مومنون آیت ۱۱۷

ٹوٹنے کا امکان نہیں ہے اور خدا سمیع بھی ہے اور علیم بھی ہے۔“ [۱]

شرک سے پیدا ہونے والی بدبختی کے بارے میں فرمایا:

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخَطَفَهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوَىٰ بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِينٍ.

”جو کسی کو اس کا شریک بناتا ہے وہ گویا آسمان سے گر پڑتا ہے اور اسے پرندہ اُچک لیتا ہے یا ہوا کسی دور دراز جگہ پر لے جا کر پھینک دیتی ہے۔“ [۲]

عالم آخرت میں بھی قرآن مجید کی آیات اور روایات معصومین علیہم السلام کے مطابق اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان سے زیادہ کوئی بھی چیز انسان کی نجات اور سعادت مندی کے لیے موثر نہیں ہوگی اور اس کے علاوہ کوئی بھی چیز انسان کی نجات کا باعث نہیں بن سکتی، نہ ہی کوئی اور چیز اسے بہشت تک لے جاسکتی ہے

اسی طرح قیامت والے دن انسان کو بدبخت بنانے والی کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے انکار اور شرک سے زیادہ اسے بدبخت اور شقی نہیں بنا سکتی اور یہی اسے اصل جہنم کرنے کے لیے کافی ہے

تمام ادوار میں انبیاء کرام علیہم السلام کی سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ وہ عقلی دلائل کے ذریعے شرک کے ساتھ لڑتے تھے، بت اور بت پرستی خواہ کسی بھی شکل و صورت میں ہو اس کی مخالفت کرتے اور جو خود اللہ ہونے کے دعویدار ہوتے انہیں نیست و نابود کر دیا کرتے تھے ہمیشہ ان کی کوشش ہوتی کہ لوگوں کو باایمان بنائیں اور انہیں غیر خدا کی عبادت سے روکیں۔

لیکن ہر دور میں اکثر لوگ انبیاء کرام کے حیات بخش پیغام کی مخالفت کرتے اور ان میں سے جو زیادہ طاقتور ہوتا اس کی حمایت کیا کرتے تھے، بتوں اور بت خانوں کی حفاظت کے لیے کوششیں کرتے اور باطل رسومات پر عمل کرتے نظر آتے تھے یہ لوگ اپنی طرف سے بغیر دلیل و منطق کے باتیں بناتے اور فضول اعمال انجام دے کر خود کو بتوں کی عبادت میں مصروف رکھتے تھے، وہ ان مشرکانہ اعمال کے ذریعے اپنی سعادت اور نیک بختی کے تمام دروازوں کو بند کر لیا کرتے اور اپنے لیے قیامت کے عذاب کی زمینہ سازی کرتے تھے

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ

”اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور خدا کو پکارے گا جس کی کوئی دلیل بھی نہیں ہے تو اس کا حساب پروردگار کے پاس ہے اور کافروں کے لیے نجات بہر حال نہیں ہے۔“ [۳]

[۱] سورہ بقرہ آیت ۲۵۶

[۲] سورہ حج آیت ۳۱

[۳] سورہ مومنون، آیت ۱۱۵

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں مشرکوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اس دور کے جاہل لوگوں نے اپنے بتوں کی حفاظت کے لئے بہت کوشش کی، آنحضرتؐ کے ساتھ مختلف صورتوں میں جنگیں لڑیں، اور ہر جگہ آنحضرتؐ کی انقلابی فکر پر غم اور غصہ کرتے نظر آتے تھے وہ اپنے اعتراض کو چند جملوں میں ہر جگہ بیان کیا کرتے تھے:

**سَفَّتُ أَحْلَامَنَا وَسَبَّ آلِهَتَنَا وَأَفْسَدَ شُبَّانَنَا وَفَرَّقَى جَمَاعَتَنَا.**

محمد نے ہمیں بے عقل اور نادان کہا ہے، ہمارے بتوں کے بارے میں غلط الفاظ کہے ہیں ہمارے جوانوں کی فکر کو خراب کر دیا ہے اور ہماری جماعت کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا ہے۔

لیکن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جاہلانہ باتوں اور فضول کاموں پر کوئی توجہ نہ دی، آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے تھے اس لئے آپ نے صبر و اطمینان سے اپنی فعالیت کو جاری رکھا اور کامیاب ہونے تک استقامت کا مظاہرہ کرتے رہے کامیاب ہونے کے بعد آپ نے ان تمام بتوں کو توڑ دیا جنہیں مشرکوں نے کعبہ میں نصب کیا تھا۔ اس طرح آپ نے بت پرستی کی غلط رسم کو ختم کر کے اس علاقہ کے لوگوں کو مشرکانہ طریقے اور عقل کے خلاف اعمال سے آزادی عطا کی۔

## کلمہ توحید کی فضیلت

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کے شروع میں لوگوں سے فرمایا:

**يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نُفْلِحُوا.**

”اے لوگو! کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کہو تا کہ فلاح حاصل کر سکو۔“ [۱]

”الہ“ کے معنی ”معبود“ کے ہیں اور ”اللہ“ باری تعالیٰ کا اسم ذات ہے اس شرح کے مطابق جس کی وضاحت گذشتہ فصل میں بیان ہوئی ہے قرآن مجید میں عبودیت کی دو معانی بیان ہوئی ہیں ایک معنی عبادت اور دوسری معنی اطاعت ہے۔ اس لحاظ سے کلمہ توحید یعنی ”لا الہ الا اللہ“ کا معنی یہ ہوگا کہ پورے جہاں میں خدا کے علاوہ کوئی اور برحق معبود نہیں ہے اور اس کے علاوہ کوئی انسان اور کوئی بھی چیز نہ عبادت کے لائق ہے اور نہ ہی بغیر قید و شرط کے اس کی اطاعت کی جاسکتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ یہ سعادت بخش کلمہ، بہترین اور عالی ترین کلمہ ہے جو روحانی رہنماؤں اور انبیاء کرام کی زبان

سے جاری ہوا۔

**عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا قُلْتُ وَلَا قَالَ الْقَائِلُونَ قَبْلِي مِثْلَ «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ»**

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۱] مناقب ابن شہر آشوب جلد اول ۵۶

”نہ میں نے اور نہ ہی مجھ سے پہلے کسی نبی نے کلمہ توحید کی قدر و منزلت کے برابر کوئی بات کی ہے۔“ [۱]

یہ بات بھی واضح ہے کہ کلمہ توحید کی قدر و منزلت اس کی مخصوص ترکیب کے ساتھ صرف ادائیگی کی وجہ نہیں ہے بلکہ اس کلمہ میں جو حقیقت پوشیدہ ہے اس حقیقت کی وجہ سے اس کلمہ کی اہمیت ہے جو بھی حقیقت کی بنا پر توحید کی گواہی دیتا ہے اور جس پر یہ کلمہ دلالت کر رہا ہے اس پر ایمان رکھے درحقیقت وہ اس شہادت کے ذریعے سے اعلان کرتا ہے کہ وہ فقط ایک خدا کی عبادت کرے گا اور انسان کے بنائے ہوئے کسی بھی معبود کے سامنے وہ اپنا سر نہیں جھکائیگا اس طرح وہ یہ عہد بھی کرتا ہے کہ صرف خدا کے حکم کو بغیر کسی شرط کے قبول کریگا۔ اور ہر اس فرمان کی اطاعت سے دور رہے گا جو خدا کے حکم کے خلاف ہو۔ درحقیقت اس طرح کا وظیفہ شناس انسان خدا کے عظیم انعام کا حقدار ہے۔

عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الثَّمَالِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عليه السلام قَالَ: مَا مِنْ شَيْءٍ أَعْظَمُ ثَوَابًا مِنْ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لِأَنَّ تَعَالَى لَا يَعْدِلُهُ شَيْءٌ.

ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں نے امام باقر عليه السلام سے سنا آپ نے فرمایا:

”کسی بھی نیک عمل کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دینے سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی برابری نہیں کر سکتی۔“

### سوال اور اس کا جواب

ممکن ہے کہ کوئی پوچھے کہ ”لا الہ الا اللہ“ اور انسان کی نجات کے درمیان کس طرح رابطہ پایا جاتا ہے جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور کلمہ توحید کہنے والے کیوں نجات اور کامیابی حاصل کریں گے؟

اس سوال کے جواب میں اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں انسان کی کامیابی دو چیزوں پر منحصر ہے۔

ایک صحیح سوچنا اور دوسرا صحیح عمل انجام دینا وہ انسان صحیح سوچ سکتا ہے جس کا عقل آزاد ہو اور وہ انسان صحیح عمل انجام دے سکتا ہے جو دوسروں کا غلام اور اندھے اور بہرے کی طرح بغیر کچھ کہے اطاعت کرنے والا نہ ہو اور یہ دونوں چیزیں حقیقی موجدوں کو صرف کلمہ توحید کے ذریعے مل سکتی ہیں اس طرح وہ نجات حاصل کر سکیں گے۔

### مطلب کی مزید وضاحت

کلمہ توحید پڑھنے والا جو عقل کی ہدایت سے پورے جہاں کے خالق پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے آپ پر لازم قرار



دیتا ہے کہ وہ عبادت میں موحد ہوگا یعنی اپنی فطری رغبت اور خضوع و خشوع کو صرف عظیم اور قدرتمند پروردگار کے سامنے ظاہر کرے گا صرف اسی ایک کی عبادت کرے گا اور اسی کے سامنے سر تعظیم خم کرے گا یہ بھی عقلی تقاضے اور عقل کی اسی جانب رغبت کی وجہ سے ہے۔ لیکن مشرک لوگ عقل و منطق کے برخلاف اپنے خاندانی آداب و رسومات کی وجہ سے سورج اور چاند، پہاڑوں اور دریاؤں، معدنیات اور پتھر سے بنائے گئے بتوں، لکڑیوں اور درختوں، گائے اور سانپ، اور اسی طرح کی دیگر مخلوقات کے سامنے سربسجود ہو کر ان کی عبادت کرتے ہیں حتیٰ کہ یہ لوگ بعض اوقات اپنے ہی ہاتھوں سے بنائے گئے معبودوں کے سامنے اپنی اولاد کو قربان کر دیتے ہیں وہ لوگ جو اپنی عقل سے کام نہیں لیتے اور اپنی عقلی طاقت کو پس پشت کر دیا ہے ایسے افراد کے پاس فکری آزادی نہیں ہوتی اور وہ صحیح طرح سے سوچ بھی نہیں سکتے تاکہ اپنے لئے صحیح اور سعادت مند راستے کا انتخاب کر سکیں

توحید کا کلمہ پڑھنے والوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق چاہیے کہ اطاعت میں موحد ہوں یعنی صرف حکیم و دانا خدا کے اوامر کو بغیر اعتراض کے قبول کریں اور فقط اس کے احکامات کو بغیر، شرط کے عملی جامہ پہنائیں خدا کے علاوہ کسی اور کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے وہ حکم کسی متکبر انسان نے دیا ہو یا خود اس کی خواہشات نفسانی کا حکم ہو ہر حالت میں موحد انسان، ان اعمال کو انجام نہیں دیتا جو خدا کے خلاف ہوں اور نہ ہی ان اوامر کو عملی جامہ پہناتا ہے۔

اس کے برعکس وہ لوگ جو اطاعت میں موحد نہیں ہیں وہ ہمیشہ فضول اور راہ سعادت کے خلاف دستورات کو انجام دیتے نظر آتے ہیں یہ لوگ بعض اوقات متکبر اور گنہگار حکمرانوں کے حکم کو حقیقت کا جامہ پہناتے ہیں اور کبھی اپنی خواہشات نفسانی سے حکم لیتے ہیں دونوں صورتوں میں وہ سعادت مند اور صحیح العمل لوگ نہیں بن سکتے اور نہ ہی وہ اپنے کاموں کو سعادت اور خوش بختی کے اصولوں پر منطبق کر سکتے ہیں

## نفاق

کلمہ توحید اگر حقیقت کے رو سے ادا ہو تو نیکی اور خوش بختی کا باعث بنتا ہے کیونکہ یہ کلمہ انسان کو فکری انحراف سے دور رکھتا ہے اطاعت کے مقام پر عملی انحراف میں مانع ہوتا ہے اس کے برعکس اگر یہ کلمہ حقیقت کی بنا پر نہ کہا جائے تو انسان کی سعادت اور خوش بختی میں تھوڑا اثر بھی نہیں رکھتا نہ عبادت میں کلمہ کو فکری انحراف سے بچا سکتا ہے اور نہ ہی مقام عمل میں گناہ اور ناپاکی کو روک سکتا ہے منافق لوگ جو سچے دل سے کلمہ توحید نہیں پڑھتے بلکہ دوکھے اور فریب کی بنا پر سے ”لا الہ الا اللہ“ کو زبان پر جاری کرتے ہیں انہیں نہ صرف یہ مقدس کلمہ فائدہ نہیں پہنچائے گا بلکہ اس کا پڑھنے والا فریب اور جھوٹ کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوگا اور قیامت میں خدا کے حضور اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائیگا اوائل اسلام میں مسلمانوں کے

درمیان بہت سے منافق تھے جو عمومی جمع میں آتے مسلمانوں کے ساتھ آمد و رفت رکھتے اور ان کی صفوں میں شامل ہوتے تھے لیکن ان کا ہدف ہمیشہ خیانت ہوتا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ موقع ملنے ہی اسلام کو نقصان پہنچائیں مسلمانوں کے درمیان اختلافات پھیلا کر اس نئے آئین پر کاری ضرب لگائیں قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر منافقین کے ناپاک عزائم کا ذکر موجود ہے بعض مقامات پر منافقین کے گفتار و کردار سے پیدا ہونے والے نقصانات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا ۚ وَمَا يُخَدِّعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا اور آخرت پر ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ صاحب ایمان نہیں ہیں یہ خدا اور صاحبان ایمان کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، حالانکہ اپنے ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں اور سمجھتے بھی نہیں ہیں۔<sup>[۱]</sup>

وَإِذَا قَالُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ ۖ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ.

جب یہ صاحبان ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب اپنے شیاطین کی خلوتوں میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہاری ہی پارٹی میں ہیں ہم تو صرف صاحبان ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں۔<sup>[۲]</sup>

امام رضا علیہ السلام نے اپنے ایک خط کے ضمن میں جو آپ نے محمد بن فضیل کے جواب میں لکھا تھا؛ فرمایا:

لَيْسُوا مِنَ الْكَافِرِينَ وَ لَيْسُوا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَ لَيْسُوا مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُظْهِرُونَ الْإِيمَانَ وَ يُصَيِّرُونَ إِلَى الْكُفْرِ وَ التَّكْذِيبِ لَعْنَهُمُ اللَّهُ.

”منافق“ کفار میں سے نہیں ہیں کیونکہ وہ ظاہری طور پر شہادتیں پڑھتے ہیں مومنوں اور مسلمانوں میں سے بھی نہیں ہیں کیونکہ وہ توحید، نبوت اور قیامت پر یقین نہیں رکھتے یہ لوگ ظاہری طور پر ایمان کے بارے میں باتیں کرتے ہیں لیکن عملاً کفر اور جھوٹ کے راستے پر چلتے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔<sup>[۳]</sup>

اللہ تعالیٰ عالم آخرت میں اس گروہ پر عذاب کے بارے میں فرماتا ہے:

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَهُمْ صَابِرِينَ.

[۱] سورہ بقرہ آیات ۸، ۹

[۲] سورہ بقرہ آیت ۱۴

[۳] کافی جلد ۲ صفحہ ۳۹۵

بیشک منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے اور آپ ان کے لئے کوئی مددگار نہیں پائیں گے۔<sup>[۱]</sup>

## صالح اعمال کا نتیجہ

دنیا انسانوں کے لئے عمل کی جگہ ہے اور آخرت اعمال کے انعام کا مقام ہے۔ انسان کی آخرت اس کے دنیاوی اعمال کا نام ہے۔ جو لوگ اس دنیا میں پاک اور توحیدی فکر کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں خدا کے حکم پر چلتے اور اچھی طرح سے سوچ کر قدم اٹھاتے ہیں۔ ایسے لوگ قیامت میں پاک اور نیک لوگوں کی ساتھ محشور ہونگے، اور نیک لوگوں کی صف میں کھڑے ہوں گے اور جو لوگ اس دنیا میں خراب اور مشرکانہ فکر کے حامل ہیں اپنے وظائف سے کنارہ کشی اختیار کر کے گناہوں کی زندگی بسر کرتے ہیں ایسے لوگ عالم آخرت میں ناپاک اور مجرم لوگوں کے ساتھ محشور ہو کر انہیں کی صف میں ہوں گے۔

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الدُّنْيَا أَهْلُ الْمَعْرُوفِ فِي الْآخِرَةِ وَ أَهْلُ الْمُنْكَرِ فِي الدُّنْيَا أَهْلُ الْمُنْكَرِ فِي الْآخِرَةِ.

راغب کہتا ہے:

الْمَعْرُوفُ إِسْمٌ لِكُلِّ فِعْلٍ يُعْرَفُ بِالْعَقْلِ وَ الشَّرْعِ حَسَنُهُ وَ الْمُنْكَرُ مَا يُنْكَرُ بِهَا

مُفْرَدَاتُ (عرف)

”لغت میں معروف۔ ہر اس عمل کو کہتے ہیں جس کی اچھائی عقل اور شرع کی تائید کے مطابق ہو اور منکر اس عمل کا نام ہے جسے عقل اور شریعت برا کہے۔“

حدیث کا ترجمہ

امام باقر عَلَيْهِ السَّلَامُ فرماتے ہیں جو لوگ دنیا میں اہل معروف ہیں اور ان کے اعمال عقل و شرع کے مطابق ہیں وہ قیامت میں بھی اہل معروف ہوں گے اور جو لوگ دنیا میں اہل منکر ہیں اور وہ عقل و شرع کے برخلاف اعمال انجام دیتے ہیں، وہ قیامت میں بھی اہل منکر ہوں گے۔<sup>[۲]</sup>

ہر انسان کو قیامت میں وہی ملے گا جو اس نے دنیا میں انجام دیا ہوگا، جن لوگوں نے حقیقی طور پر ”لا الہ الا اللہ“ کا کلمہ پڑھا ہوگا اور ایک پروردگار پر ایمان رکھتے ہوں گے وہ جس طرح دنیا میں نجات یافتہ تھے اسی طرح آخرت میں بھی خوشبخت

[۱] النساء۔ آیت ۱۴۵

[۲] امالی صدوق ۱۵۳

اور سعید ہوں گے اور نیک لوگوں کے ساتھ محشور ہوں گے دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے اس کے برعکس بے ایمان اور مشرک لوگ ہیں جو دنیا میں انسانی سعادت اور معنویات سے محروم تھے آخرت میں انہیں خوش بختی اور سعادت نصیب نہیں ہوگی وہ بے ایمان اور مشرک لوگوں کے ساتھ محشور ہو کر واصل جہنم ہوں گے اور بہشت برین سے محروم رہیں گے۔ یہ دونوں اقسام قرآن مجید اور سنت میں بیان ہوئی ہیں ہم اس موضوع پر بعض آیات اور روایات کو بیان کر رہے ہیں۔

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ  
 ”پیغمبر آپ ایمان اور عمل صالح والوں کو بشارت دے دیں کہ ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔“ [۱]

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَوْلُ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَمَنَّيْتُ الْجَنَّةَ.

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

کلمہ توحید کہنا بہشت کی قیمت ہے۔ [۲]

یعنی دنیا میں جس نے بھی کلمہ توحید کو حقیقت اور واقعیت کی بنا پر خلوص کے ساتھ کہا اور اس کے مدلول پر حقیقی طور پر ایمان رکھا وہ اطاعت اور عبادت میں موجد ہوگا ایسے شخص نے حقیقت میں اپنی دنیاوی زندگی میں جنت کی قیمت ادا کر دی اور قیامت میں اسے بہشت برین اور اس کی نعمتیں عطا کی جائیں گی۔

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ بَشِيرًا لَا يُعَذَّبُ اللَّهُ بِالنَّارِ مُوَحَّدًا أَبَدًا وَإِنَّ أَهْلَ  
 النَّوْحِ لَيَشْفَعُونَ فَيُشَفَّعُونَ  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اس ذات کی قسم جس نے مجھے بشارت کے لئے برحق مبعوث فرمایا۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ موجد کو آگ سے عذاب نہیں دیگا اور پھر فرمایا محشر میں اہل توحید گناہگاروں کی شفاعت کریں گے اور خدا کے حضور ان کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا۔“ [۳]

[۱] سورہ بقرہ ۲۵

[۲] ثواب الاعمال ۱۷

[۳] علم الیقین ۹۵۳

قیامت کے دن انسانوں کی سعادت اور نیک بختی کی بنیاد دنیا کے خالق کے ایمان پر رکھی گئے ہے اولیاء اسلام کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا پر ایمان اور حقیقی معنوں میں توحید کا دوزخ کے عذاب کے ساتھ ملنا ناممکن ہے یہ مطلب بہت سی عامہ اور خاصہ کی روایات میں ملتا ہے حضرت علی علیہ السلام نے اس حقیقت کو اپنی دعاؤں اور مناجات میں اس طرح بیان فرمایا

وَلَيْتَ شِعْرِي يَا سَيِّدِي وَالْهَيْ وَمَوْلَايَ اَنْتَسَلِطُ النَّارَ عَلٰى وُجُوْهِ حَزْرَتٍ لِعَظَمَتِكَ سَاجِدَةً وَّ  
عَلَى اَلْسُنٍ نَطَقَتْ بِتَوْ حَيْدِكَ صَادِقَةً وَّ بِشُكْرِكَ مَا دِحَّةً وَّ عَلَى قُلُوْبٍ اِعْتَرَفَتْ بِالْهَيْبَتِكَ مُحَقِّقَةً مَا  
هَكَذَا الظَّنُّ بِكَ وَا لَا اُخْبِرْنَا بِفَضْلِكَ عَنْكَ يَا كَرِيْمُ

اے میرے آقا، میرے معبود، میرے پروردگار! کیا ان چہروں پر عذاب مسلط فرماؤ گے جو تیری عظمت اور بزرگی کے لئے تیرے سامنے سجدہ ریز ہوئے؟ کیا اس زبان پر عذاب نازل فرماؤ گے جو حق و صداقت کے ساتھ تیری توحید کے بارے میں باتیں کرتی رہی اور شکر کی ادائیگی کے لئے تیری مدح و ثنا کرتی رہی، اور وہ دلیں جو آگاہانہ تیری الہیت کا اعتراف کرتی رہیں کیا ان پر عذاب مسلط کر کے ان پر دوزخ کی آگ کو مسلط کرو گے؟

خدا وندا! یہ گمان جو کہ عفو و درگزر کے منافی ہے ہم تیری ذات بابرکات کے بارے میں نہیں رکھتے اور ہم سے تیرے فضل و کرم کی وجہ سے ایسی باتیں نہیں کہی گئی ہیں اے کریم پروردگار! [۱]

خدا اور توحید پر ایمان اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جلب کر کے گناہوں کی مغفرت کا سبب بنتا ہے اسی طرح بے ایمانی اور خدا کے ساتھ شرک اللہ تعالیٰ کے عفو و مغفرت سے دوری اور ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں جلنے کا باعث بنتا ہے مشرک لوگ کبھی بھی بہشت میں نہیں جائیں گے بلکہ وہ شرک کی وجہ سے جہنم کی آگ میں جلتے رہیں گے یہ بات تمام انبیاء کرام نے اپنے نبوت کے ایام میں بیان کی اور اپنی قوم کو اس نہ بخشنے جانے والے گناہ کے بارے میں بتایا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ بات بھی واضح طور پر بنی اسرائیل کے سامنے پیش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کرنے کے لئے انہیں کے کلام کو قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے:

وَقَالَ الْمَسِيْحُ يَبْنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۗ اِنَّهُ مَن يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ  
عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا وُجِهَ النَّارُ ۗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ [۲]

”مسیح نے کہا کہ اے بنی اسرائیل اپنے اور میرے پروردگار کی عبادت کرو۔ جو کوئی اس کا شریک قرار دے گا اس

[۱] دعا کمیل

[۲] سورہ مائدہ آیت ۷۲

پر خدا نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا انجام جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔“

یہاں پر قارئین کرام کی معلومات کے لئے ایک نقطہ کو بیان کیا جا رہا ہے اور وہ یہ کہ اگر انسان کلمہ توحید کے ذریعے سے نجات چاہتا ہے تو اسے ان شرائط پر عمل کرنا ہوگا جو معصومین علیہم السلام کی روایات میں بیان ہوئی ہیں اگر کوئی باایمان اس کلمہ کی معلومات سے استفادہ کرنا چاہتا ہے تا کہ اس کلمہ کے ذریعے فلاح یافتہ ہو سکے تو اسے چاہئے کہ ہمیشہ ان شرائط پر توجہ رکھے ان پر عمل کرے اور اس کی مرضی کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے ان شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کلمہ توحید اس پر اثر کرے یعنی اسے صحیح عمل کی طرف مائل کرے اور اسے غلط اور غیر شرعی کاموں سے دور رکھے۔

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَإِخْلَاصُهُ بِهَا أَنْ تَحْجِزَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا

اللَّهُ، عَمَّا حَرَّمَ اللَّهُ.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو بھی خلوص کے ساتھ کلمہ توحید پڑھے، وہ بہشت میں جائیگا اور اس کے خلوص کی نشانی یہ ہے کہ اسے ”لا الہ الا اللہ“

گناہوں اور مخرمات سے دور رکھے۔ [۱]

## اللہ تعالیٰ کو صرف نظریہ کی حد تک ماننا

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو صرف نظریہ کی حد تک دانا اور حکیم پروردگار کے عنوان سے جانا اور مادہ پرست لوگوں کے نظریہ کو باطل اور غیر قابل قبول سمجھا ایسے لوگ قیامت میں یکتا پرست اور انبیاء کے مکتب کے پیروکاروں کے ساتھ محشور نہیں ہوں گے؛ اور ان لوگوں میں یہ شامل نہیں ہوں گے جن کے پاس کلمہ توحید کے ساتھ دوسری شرائط بھی ہوں؛ کیونکہ اللہ والوں کے نظریہ کو قبول کرنا اور مادہ پرست افراد کے نظریہ کو باطل سمجھنا، اسے وظیفہ شناس نہیں بناتا، یہ چیز انسان کے ضمیر میں مسئولیت کے احساس کو بیدار نہیں کرتی یہ چیز اسے عبادت اور اطاعت میں موحد نہیں بناتی، اور کمال اور خود سازی کا باعث نہیں بنتی۔

دور جاہلیت کے بت پرست مادی مکتب کی پیروی نہیں کرتے تھے اور وہ دنیا کو اتفاقاً پیدا ہونے والا عالم نہیں سمجھتے تھے بلکہ حکیم و دانا خدا پر عقیدہ رکھتے تھے اور اسے پوری دنیا کا خالق سمجھتے تھے لیکن وہ موحد نہیں تھے بلکہ عبادت اور اطاعت میں مشرکوں کی طرف مائل تھے، وہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے تھے اور اپنے دور کے طاغوت اور متکبر حکمرانوں کے اس حکم کی اطاعت کرتے تھے جو حکم، خدا کے حکم کے خلاف ہوتے، قیامت کے دن ان لوگوں کو عبادت اور

اطاعت میں شرک کی وجہ سے سخت سزا دی جائیگی اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے۔

## دین کی اشاعت میں انبیاء کرام کی مسئولیت

تبلیغ دین اور تعلیمات دین کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں انبیاء کرام کی مسئولیت صرف یہ نہ تھی کہ وہ انسانوں کو پوری دنیا کے خالق کی طرف متوجہ کریں، خدا کی تلاش کو ان کے اندر بیدار کریں، انہیں فطری معرفت کی طرف متوجہ کریں جو ان کے اندر پائی جاتی ہے اور جب انہوں نے خالق پر یقین کیا اور جہاں کے خالق پر ایمان لائے تو ان کی ماموریت اور مسئولیت ختم ہوگئی ہرگز ایسا نہیں ہے۔ اس طرح بھی نہیں ہے کہ انبیاء کرام انہیں عمل کی دعوت نہ دیں اور ان کے گفتار و کردار کو صحیح راستے پر گامزن کرنے کے بغیر انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیں، یقیناً اس طرح کا ایمان جس کا نتیجہ صرف خالق کو قبول کرنا ہو اور انسان کے اندر کسی طرح کی مسئولیت کا احساس ظاہر نہ کرے ایسے ایمان کا معاشرے کی اصلاح میں اثر نہیں ہوگا ایسا ایمان، کسی کو انسان نہیں بنا سکتا اور نہ ہی یہ نفسانی خواہشات کو روک کر گناہوں کے لئے سدباب بن سکتا ہے بلکہ انبیاء کرام کا وظیفہ تھا کہ وہ ایک مہربان باپ اور متوجہ و آگاہ استاد کی طرح، قدم بہ قدم لوگوں کے پیچھے جائیں ان کے اعمال کی حفاظت کریں اور لوگوں کو سمجھائیں کہ حکیم پروردگار نے انہیں بیکار اور فضول خلق نہیں فرمایا، اسے عقل اور آزادی کی نعمت بیہودہ نہیں دی ہے اور حکیمانہ ہدف کے بغیر ارضی و سماوی اشیاء کو اس کے سپرد نہیں کیا ہے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی عقل سے جو اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے استفادہ کرے، اسے چاہئے کہ دنیا اور حکیمانہ آیات پر غور و فکر کرے تاکہ اسے زیادہ سے زیادہ خدا کی معرفت حاصل ہو اور وہ اچھی طرح سے خدا کو پہچان سکے اس طرح وہ اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان کو قوی اور مضبوط کرے انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے اندر کا مطالعہ کر کے اپنے وجود کے تمام ابعاد پر غور کرے اپنے حیوانی اور انسانی ابعاد کو ایک دوسرے سے جدا کرے اس طرح وہ اپنی حقیقت کو پہچان پائے گا اور وہ اپنی ان صلاحیتوں سے باخبر ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر رکھی ہیں اسے چاہئے کہ وہ ان صلاحیتوں کو فعال بنائے تاکہ کمال کے راستے پر گامزن ہو کر اپنے آپ کو حقیقی انسان بنا کر پے در پے کمال کے مدارج طے کر سکے۔

انبیاء کرام پر یہ ماموریت تھی کہ وہ انسان کو سعادت اور نیک بختی کا راستہ دکھائیں انہیں انسانیت کی راہ پر گامزن کریں اور ان کے نکال اور رشد کے تمام اسباب کو ہر جہت سے بیان کریں اس ماموریت کو انجام دینے کے لئے سب سے پہلے خرافات اور باطل عقائد کو ان کے ذہن سے مٹادیں جو کہ ان کے نکال تک پہنچنے میں مانع ہوتے ہیں، اس طرح اشخاص اور اشیاء کی عبودیت کے قید و بند کو مٹادیں جو مختلف زمانوں میں جہل و نادانی کی وجہ سے اس کے شامل حال ہوئے ہوں۔ ان کے اندر انسانی عزت نفس اور شرف کو بیدار کریں اور انہیں استقلال اور شخصیت کی نعمت سے آگاہ کریں انسان کو یہ تمام کام

صرف اور صرف ایک اللہ کی بندگی اور عبادت اور اطاعت میں توحید کے ذریعے حاصل ہو سکتے ہیں اس طرح انبیاء کرام اپنی انقلابی دعوت کا آغاز کلمہ توحید سے کیا کرتے تھے۔

انبیاء کرام اس پر بھی مامور تھے کہ وہ لوگوں کو عالم آخرت اور وہاں ہمیشہ کی زندگی کے بارے میں بتائیں، قیامت پر ایمان کے ذریعے اللہ کے حضور مسئولیت کی حس کو ان کے اندر بیدار کریں انبیاء اس بات پر بھی مامور تھے کہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ انسان بقا کے لئے خلق ہوا ہے فنا کے لئے خلق نہیں ہوا۔ اس دنیا کی وقتی زندگی موت سے ختم ہو جائے گی اور قیامت کے آنے سے ابدی زندگی کا آغاز ہوگا۔ اس دن اللہ تعالیٰ اولین و آخرین تمام مخلوقات کو دوبارہ زندہ کر کے ان کو اپنے پاس حاضر کرے گا اور پھر ان سے حساب لے گا۔ جس کے ذریعے نیک لوگوں کو انعام دیا جائے گا اور بدکردار لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق سزا دی جائے گی۔

## اللہ کی نظر میں انسان کی قدر و قیمت

مکتب انبیاء میں انسان کی قدر و قیمت اور فضیلت پروردگار کے ساتھ اس کے معنوی روابط پر منحصر ہے۔ اگر کوئی پروردگار کے حضور اپنی قدر و منزلت دیکھنا چاہے تو اپنے اندر جھانکے اور دیکھے کہ خدا کے احکامات کی اس کی نظر میں کیا اہمیت ہے اور وہ ان پر کتنا عمل کرتا ہے۔ خدا کے احکام جس قدر اس کے نزدیک محترم ہوں گے اسی مقدار میں وہ بھی پروردگار کے حضور محترم ہوگا۔

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ أَحْسَبَ أَنْ يَعْلَمَهُ مَالَهُ عِنْدَ اللَّهِ فَلْيَعْلَمْ مَا اللَّهُ عِنْدَهُ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا مقام و منزلت دیکھنا چاہیے وہ اپنی روح کی طرف رجوع کرے اور دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کی قدر و منزلت اس کے نزدیک کتنی ہے، وہ کتنا اللہ تعالیٰ کے فرامین پر عمل کرتا ہے اور عملی طور پر کس قدر اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کو محترم سمجھتا ہے۔“ [۱]

## عشق رسول

بعض لوگ خدا کے بارے میں بہت سی باتیں کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ حریم الہی کو اتنا محترم سمجھتے ہیں جتنا محترم ہونا چاہیے، ان کے خیال میں حریم الہی کی قدرت و منزلت کی بہت رعایت کرتے ہیں، لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ مدعی گروہ بعض

[۱] مشکوٰۃ الانوار ۱۱



اوقات ذات باری تعالیٰ کے سلسلے میں جسارت کر کے ربوبیت کے عظیم مقام کا احترام نہیں کرتے حتیٰ کہ بعض مقامات پر ناچیز شی کے لئے خدا کے مقدس نام کی جھوٹی قسم کھاتے نظر آتے ہیں اس کے برعکس بعض مخلص اور سادہ دل لوگ ہیں جو واقعاً اسلام کے پیروکار اور حقیقت میں خدا سے محبت کرنے والے ہیں یہ لوگ نہ صرف اپنے مسلمان ہونے کے بڑے دعویدار نہیں ہوتے بلکہ اپنے ضمیر میں بہت خضوع و خشوع رکھتے ہیں اور اپنے اعمال اور عبادات کے کم ہونے پر شرمندگی کا احساس کرتے ہیں۔ ایسے گروہ کا سرمایہ ان کے ضمیر کی صفائی اور پاکیزگی ہے اسی عظیم سرمایہ کی وجہ سے ان لوگوں پر خدا اور رسول کی عنایات ہوتی رہتی ہیں اور قیامت میں یہ لوگ آسانی سے قیامت کے موافق کو طے کر کے رحمت خداوندی میں شامل ہو کر ابدی سعادت تک پہنچ جاتے ہیں

عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ وَكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يَأْتِيَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْبَدِيَةِ  
يَسْتَلُّ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَتَى قِيَامُ السَّاعَةِ؟ فَخَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلَمَّا قَضَى صَلَواتَهُ قَالَ  
أَيُّ السَّائِلِ عَنِ السَّاعَةِ؟

قَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ.

قَالَ أَعَدَدْتَ لَهَا؟

قَالَ وَاللَّهِ مَا أَعَدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرٍ عَمَلٍ صَلَوةٍ وَلَا صَوْمٍ - إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ قَالَ أَنَسٌ قَمَا رَأَيْتُ الْمُسْلِمِينَ فَرِحُوا بَعْدَ الْإِسْلَامِ  
بِشَيْءٍ أَشَدَّ مِنْ فَرَجِهِمْ بِهَذَا.

انس کہتے ہیں ایک دن ایک صحرا نشین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، ہمارے لئے ایسے افراد کا آنا بہت ہی تعجب خیز اور جالب تھا، وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے لگا قیامت کب واقع ہوگی؟

جب وہ سوال کر رہا تھا تو نماز کا وقت ہو گیا۔ آنحضرت نماز کیلئے کھڑے ہوئے اور نماز کی ادائیگی کے بعد فرمایا: وہ

کہاں ہے جس نے قیامت کے بارے میں پوچھا تھا؟

وہ شخص آگے آیا اور کہنے لگا: میں ہوں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے قیامت کے لئے کونسا ذخیرہ جمع کیا ہے؟

وہ عرض کرنے لگا: خدا کی قسم میں نے نماز اور روزہ وغیرہ سے زیادہ اعمال جمع نہیں کئے ہیں سوائے اس کے کہ میں

خدا اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرتا ہوں، (یسن کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”قیامت میں انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔“

انس کا بیان ہے؛ میں نے نہیں دیکھا مسلمان اسلام کے بعد کسی چیز پر اس دن میں رسول خدا ﷺ کے کلام سے زیادہ خوش ہوئے ہوں۔<sup>[۱]</sup>

## کلمہ توحید کا عملی اثر

”لا الہ الا اللہ“ اگر شرائط کے ساتھ ہو تو کلمہ گوئی سعادت کا باعث بن کر اسے جنت میں لے جاسکتا ہے رسول خدا کی حدیث میں جو شرائط بیان ہوئی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس کلمہ کو خلوص کے ساتھ ادا کیا جائے اور پھر فرمانے لگے کلمہ گو کا اخلاص یہ ہے کہ اسے ”لا الہ الا اللہ“ گناہوں اور محرمات سے دور رکھے۔ جو لوگ حقیقی موحد اور مومن ہیں ان کی نیت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ خدا کے حکم کے مطابق عمل کریں اور خود کو گناہوں سے آلودہ نہ کریں، لیکن وہ لوگ بعض اوقات نفسانی خواہشات میں مبتلا ہو کر گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں، لیکن چونکہ وہ حقیقی مومن اور موحد ہوتے ہیں لہذا جلد ہی اپنے عمل پر احساس شرمندگی کر کے خدا کی طرف لوٹتے ہیں، بارگاہ الہی میں توبہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو قبول فرما کر قیامت میں انہیں صاف اعمال نامہ کے ساتھ محشور کرتا ہے، ممکن ہے اس طرح کے بعض لوگ خدا کی طرف واپس نہ لوٹ سکیں اور توبہ کئے بغیر اس دنیا سے کوچ کر جائیں لیکن چونکہ ان کا ایمان اور توحید پر یقین پختہ ہوتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کی وجہ سے انہیں قیامت میں بخش دیتا ہے بلکہ پروردگار عالم کی یہ بخشش اس قدر مخفی طور پر انجام پاتی ہے کہ اہل محشر کو بھی اس کا پتہ نہیں ہوتا اس طرح با ایمان انسان کی عزت و آبرو با ایمان لوگوں حتیٰ کہ ملائکہ اور انبیاء کرام کے سامنے بھی محفوظ رہتی ہے۔

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ وَحَاسَبَ اللَّهُ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ أَوْ قَفَّهَ عَلَى ذُنُوبِهِ ذُنُوبًا ذُنُوبًا ثُمَّ عَفَّرَهَا لَا يُطْلِعُ عَلَى ذَلِكَ مَلَكًا مُقَرَّبًا وَلَا نَبِيًّا مُرْسَلًا.

حضرت امام محمد باقر عَلَيْهِ السَّلَامُ فرماتے ہیں:

جب قیامت کا دن آئے گا اللہ تعالیٰ مومن بندہ سے حساب لے گا اور اسے اس کے ہر ایک گناہ سے باخبر کر دے گا اور پھر ان سب کو بخش دے گا اور کسی مقرب فرشتے اور نبی کو بھی اس کے بارے میں معلوم نہیں ہوگا۔<sup>[۲]</sup>

بعض لوگ کلمہ توحید پڑھتے ہیں اور کم و بیش اس کے مدلول پر بھی قلبی عقیدہ اور ایمان رکھتے ہیں لیکن گناہوں کو اس طرح بے پرواہ ہو کر انجام دیتے ہیں کہ گویا بارگاہ الہی میں ان سے اس بارے میں نہ تو سوال ہوگا اور نہ ہی ان کا بارگاہ الہی میں

[۱] سفینہ، حبیب، ۲۰۱

[۲] بحارج ۳ صفحہ ۲۶۶

مواخذہ کیا جائیگا ایسے لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق ”لا الہ الا اللہ“ پڑھنے میں خلوص نہیں رکھتے کیونکہ توحید کا کلمہ ان پر عملی اثر نہیں رکھتا اسی وجہ سے ان کا یہ کلمہ ان کے گناہوں اور غیر شرعی کاموں میں مانع نہیں ہو قیامت میں ان کا ایک مخصوص گروہ ہوگا، شاید یہ عبارت جس کا ذکر قرآن مجید میں ہوا ہے

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُونَ.

اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے۔<sup>[۱]</sup>

اسی گروہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

## اصحاب اعراف

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ أَصْحَابِ الْأَعْرَافِ قَالَ قَوْمٌ إِسْتَوَتْ حَسَنَاتُهُمْ فَإِنْ أَدْخَلَهُمُ النَّارَ قَبِذُوا بِهِمْ وَإِنْ أَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ فَبِرَحْمَتِهِ.

امام صادق عَلَيْهِ السَّلَامُ سے اصحاب اعراف کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ گروہ ہے جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہیں اگر اللہ تعالیٰ انہیں جہنم میں داخل کرے گا تو یہ ان کے کئے گئے گناہوں کی وجہ سے ہوگا اور اگر انہیں بہشت میں داخل کرے گا تو اپنے فضل اور رحمت کی وجہ سے۔<sup>[۲]</sup>

عَنْ زُرَّارَةَ قَالَ قَالَ لِي أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا تَقُولُ فِي أَصْحَابِ الْأَعْرَافِ فَقُلْتُ مَا هُمْ إِلَّا مُؤْمِنُونَ أَوْ كَافِرُونَ إِنْ دَخَلُوا الْجَنَّةَ فَهُمْ مُؤْمِنُونَ وَإِنْ دَخَلُوا النَّارَ فَهُمْ كَافِرُونَ فَقَالَ وَاللَّهِ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ وَلَا كَافِرِينَ وَلَوْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ دَخَلُوا الْجَنَّةَ كَمَا دَخَلَهَا الْمُؤْمِنُونَ وَلَوْ كَانُوا كَافِرِينَ لَدَخَلُوا النَّارَ كَمَا دَخَلَهَا الْكَافِرُونَ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ إِسْتَوَتْ حَسَنَاتُهُمْ وَسَيِّئَاتُهُمْ فَقَصُرَتْ بِهِمُ الْأَعْمَالُ وَإِنَّهُمْ لَكَمَا قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقُلْتُ أَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ هُمْ أَوْ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ اثْرُ كُنْهُمْ حَيْثُ تَرَكَهُمُ اللَّهُ قُلْتُ أَفْتَرَجْتُهُمْ قَالَ نَعَمْ أَرْجِيهِمْ كَمَا أَرْجَاهُ اللَّهُ إِنْ شَاءَ أَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ وَإِنْ شَاءَ سَأَقَهُمْ إِلَى النَّارِ بِذُنُوبِهِمْ وَلَمْ يَظْلِمَهُمْ.<sup>[۳]</sup>

[۱] اعراف آیت ۴۶

[۲] تفسیر صافی ص ۱۹۳

[۳] کافی جلد ۲ ص ۲۰۸

زرارہ کہتے ہیں امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا:

اصحاب اعراف کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا؛ یہ یا مؤمن ہیں یا کافر۔ اگر جنت میں گئے تو مؤمن ہیں اور اگر جہنم میں گئے تو کافر ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم! یہ نہ مؤمن ہیں اور نہ ہی کافر ہیں کیونکہ اگر یہ مؤمن ہوتے تو دوسرے مومنوں کی طرح جنت میں جاتے اور اگر کافر ہوتے تو دیگر کفار کی طرح جہنم میں جاتے۔ یہ وہ جمعیت ہے جن کے نیک اور بد اعمال برابر ہیں اور ان کے پاس صالح اعمال کم ہوتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں جگہ دے گا تو اپنی رحمت اور فضل کی وجہ سے اور یہ اگر جہنم میں جائیں گے تو اپنے گناہوں کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر درمنثور میں آیت کریمہ "وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ" کے ذیل میں طرق عامہ سے چند احادیث نقل کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَصْحَابِ الْأَعْرَافِ فَقَالَ هُمْ رِجَالٌ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَهُمْ عَصَاةٌ لِأَبَائِهِمْ فَمَنَعَتْهُمْ الشَّهَادَةَ أَنْ يَدْخُلُوا النَّارَ وَمَنَعَتْهُمْ الْمَعْصِيَةَ أَنْ يَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَهُمْ عَلَى سُورِ بَيْنِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ حَتَّى تَذُبَّلَ لِحُومِهِمْ وَشُحُومُهُمْ حَتَّى يَفْرَغَ اللَّهُ مِنْ حِسَابِ الْخَلَائِقِ فَإِذَا فَرَّغَ مِنْ حِسَابِ خَلْقِهِ فَلَمْ يَبْقَ غَيْرُهُمْ تَغْبَدُهُمْ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ فَأَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ.

ابوسعید خدری کہتے ہیں؛ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اصحاب اعراف کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا؛ یہ وہ لوگ ہیں جو راہ خدا میں قتل کئے گئے ہوں لیکن دنیا میں انہوں نے اپنے والد کے لازمی حقوق کو ادا نہیں کیا شہادت انہیں جہنم میں جانے نہیں دیتی اور والد کے حقوق کی رعایت نہ کرنا ان کے جنت میں جانے میں مانع ہے یہ لوگ جنت اور جہنم کے درمیان بلند مقام پر اس وقت تک رہیں گے جب تک مخلوقات کا حساب مکمل نہ ہو جائے اس مدت میں ان کے جسم کا پانی کم ہو جائیگا اور ان کے ہاتھوں سے تری زائل ہو جائیگی۔ اور جب اللہ تعالیٰ مخلوقات کے حساب و کتاب سے فارغ ہو جائیگا اور تمام مخلوقات اپنے معین مقام پر پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کر کے انہیں جنت میں داخل فرمائیگا۔<sup>[۱]</sup>

با ایمان اور موحد لوگ اگر خدا کی راہ میں قتل کئے جائیں تو ان کے وہ گناہ معاف کئے جائیں گے جو اللہ کے حقوق سے وابستہ ہوں لیکن لوگوں کے حقوق جیسے قرض والدین کے حقوق اور اس طرح کے لوگوں سے وابستہ دیگر حقوق کے بارے

[۱] تفسیر درالمنثور جلد ۳ صفحہ ۸۸

میں پوچھا جائیگا اور گناہ گار لوگ اپنے گناہوں کے تناسب سے انجام کو پہنچیں گے اگرچہ شہید ہی ہوئے ہوں۔

نتیجہ

”لا الہ الا اللہ“ پڑھنے والے اگرچہ مومن و مؤحد ہیں لیکن دنیا میں اگر ان لوگوں نے گناہ کبیرہ انجام دیا ہوگا یا بہت سے گناہوں کے مرتکب ہوئی ہوں گے تو قیامت میں انہیں گرفتار کیا جائیگا اور یہ آسانی کے ساتھ حساب کے موقف سے نہیں گذر پائیں گے۔ یہ لوگ آسانی سے نجات اور سعادت پر فائز نہیں ہوں گے بلکہ گناہوں کے تناسب سے انہیں سزا دی جائیگی اگرچہ تھوڑی مدت کے لئے ہی کیوں نہ ہو ”لا الہ الا اللہ“ کی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ کلمہ پڑھنے والے اپنے دین کی سلامتی کیلئے اپنی دنیا کی پریشانیوں کی فکر نہ کریں لیکن اگر ان کی روحانی کیفیت برعکس ہو اور لوگ اپنی دنیا کے لئے دین کو قربان کرنے لگیں تو کلمہ توحید ایسے لوگوں کی نجات اور سعادت کا باعث نہیں بنے گا اور یہ لوگ جھوٹے شمار کئے جائیں گے یہ بات اس روایت کے مطابق ہے جسے حدیث نے نقل کیا ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، تَرُدُّ عَضْبَ الرَّبِّ جَلَّ جَلَالُهُ عَنِ الْعِبَادِ مَا كَانُوا لَا يُبَالُونَ  
مَا انْتَقَصَ مِنْ دُنْيَا هُمْ إِذَا سَلِمَ دِينُهُمْ فَإِذَا كَانُوا لَا يُبَالُونَ مَا انْتَقَصَ مِنْ دِينِهِمْ إِذَا سَلِمَتْ  
دُنْيَاهُمْ ثُمَّ قَالُوا هَارُ دُنْتْ عَلَيْهِمْ وَقِيلَ كَذَّبْتُمْ وَلَسْتُمْ بِهَا صَادِقِينَ۔

مسلل ”لا الہ الا اللہ“ کہنا لوگوں سے اللہ کے غیض و غضب کو ختم کر دیتا ہے۔ جب تک دین کی سلامتی کے لئے دنیا کے نقائص کی پروا نہ کی جائے لیکن اگر دنیا کی سلامتی کا خیال رکھا جائے اور دین کے نقائص پر توجہ نہ دی جائے، لا پرواہی کا مظاہرہ کیا جائے اور اسی حال میں کلمہ توحید پڑھا جائے تو یہ کلمہ انہیں کی طرف لوٹا یا جائیگا اور ان کلمہ پڑھنے والوں سے کہا جائے گا کہ تم جھوٹ کہہ رہے ہو تم سچے نہیں۔ [۱]

## دنیا سے محبت کرنے والے مومن

آج بھی بہت سے لوگ خود کو مومن اور قرآن مجید کے پیروکار سمجھتے ہیں اور وہ ایک دن میں کئی مرتبہ لا الہ الا اللہ بھی پڑھتے ہیں اس کے باوجود وہ لوگ دنیا اور مال و دولت کو معنوی ذخائر اور دینی سرمایہ سے زیادہ اہمیت دیتے نظر آتے ہیں، یہ لوگ اپنے دنیاوی امور کے سلسلے میں بہت ہی زیادہ پریشان ہوتے ہیں لیکن اخلاقی نقائص اور دینی فرائض اور سنن کی ادائیگی میں لا پرواہی کرتے ہیں یہ لوگ نہ صرف اپنے بارے میں اس طرح سوچتے ہیں بلکہ اپنی اولاد کو بھی اس نظریہ سے دیکھتے ہیں

اور ان کو بھی دنیاوی مال و متاع کی افزائش کا باعث سمجھتے ہیں اور ان کے ایمان اور اخلاق کے نقائص کی پرواہ نہیں کرتے اسلام کے عظیم رہنماؤں نے آج سے چودہ صدیاں پہلے مسلمانوں کی آئندہ آنے والی تاریکیوں کے بارے میں خبر دی اور ایسے لوگوں سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔

رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَظَرَ إِلَى بَعْضِ الْأَطْفَالِ فَقَالَ وَيْلٌ لِّأَوْلَادِ آخِرِ الزَّمَانِ مِنْ آبَائِهِمْ

فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنْ آبَائِهِمُ الْمُشْرِكِينَ؟

قَالَ لَا، مِنْ آبَائِهِمُ الْمُؤْمِنِينَ لَا يُعَلِّمُوهُمْ شَيْئًا مِنَ الْفَرَائِضِ وَإِذَا تَعَلَّمُوا أَوْلَادَهُمْ

مَنْعُوهُمْ وَرَضُّوْهُمْ عَنْهُمْ بَعْضٌ يَسِيرٌ مِنَ الدُّنْيَا فَإِنَّا مِنْهُمْ بَرِيٌّ وَهُمْ مِنِّي بُرَاءٌ

رسول خدا ﷺ نے کچھ بچوں کو دیکھا اور فرمانے لگے: افسوس ہے آخر زمانے کی اولاد پر ان کے والدین کی غلط

تربیت کی وجہ سے!

لوگوں نے عرض کیا ان کے مشرک والدین کی وجہ سے؟

آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ ان کے مسلمان والدین کی وجہ سے (کیونکہ) یہ لوگ اپنی اولاد کو دینی فرائض میں سے کچھ بھی نہیں سکھاتے اور اگر وہ خود اسے سیکھنے کیلئے جاتے ہیں تو وہ ان کو منع کرتے ہیں وہ صرف اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ ان کی اولاد دنیاوی مال لائے اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو میں ان سے بیزار ہوں اور وہ مجھ سے بیزار ہیں۔<sup>[۱]</sup>

### خلاصہ

کلمہ توحید کی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کلمہ پڑھنے والا اپنے دین کی سلامتی کے احساس کی وجہ سے اپنی دنیا کے کم ہونے کی پرواہ نہ کرے، لیکن اگر اس کی دنیا اچھی ہو اور اس کا دین ناقص ہو تو کلمہ توحید، خدا کے غضب کو اپنے پڑھنے والے سے دور نہیں کر سکتا اور آخرت میں اس کی نجات اور سعادت کا باعث نہیں بنے گا۔

### محبت اہلبیت<sup>۳</sup>

کلمہ توحید کی شرائط میں سے ایک اور شرط، امت مسلمہ اور آنحضرت ﷺ کے پیروکاروں کا اہل بیت علیہم السلام سے محبت رکھنا اور امام کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ یعنی ”لا الہ الا اللہ“ اس وقت قیامت میں نجات کا باعث بنے گا جب کلمہ توحید پڑھنے والے کو اپنے زمانے کے امام کی معرفت ہو اور وہ اہلبیت علیہم السلام کے ساتھ محبت کرتا ہو۔

[۱] مستدرک جلد ۲ صفحہ ۶۲۵

لَمَّا وَافَى أَبُو الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ نَيْشَابُورَ وَ أَرَادَ أَنْ يُخْرَجَ مِنْهَا إِلَى الْمَأْمُونِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ فَقَالُوا لَهُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ تَرَحَّلْ عَنَّا وَلَا تُحَدِّثْنَا بِحَدِيثٍ فَدَسْتَفِيدُهُ مِنْكَ وَ كَانَ قَدْ قَعَدَ فِي الْعَبَّارِيَّةِ فَأُطْلِعَ رَأْسَهُ وَقَالَ سَمِعْتُ أَبِي مُوسَى بِنَ جَعْفَرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبِي جَعْفَرَ بِنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبِي مُحَمَّدَ بِنَ عَلِيٍّ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبِي عَلِيٍّ بِنَ الْحُسَيْنِ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبِي الْحُسَيْنِ بِنَ عَلِيٍّ بِنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبِي طَالِبٍ بِنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ سَمِعْتُ جَبْرِئِيلَ يَقُولُ سَمِعْتُ اللَّهَ جَلَّ جَلَالُهُ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حِصْنِي فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِي مِنْ عَدَائِي قَالَ فَلَمَّا مَرَّتِ الرَّاحِلَةُ تَأْدِي بِشُرِّ وَطْهَاءِ وَأَنَا مِنْ شُرِّ وَطْهَاءِ

جس وقت امام رضا علیہ السلام نیشاپور پہنچے اور وہاں سے آپ مامون الرشید کے پاس جانا چاہتے تھے، اتنے میں بہت سے اصحاب حدیث وہاں آگئے اور عرض کرنے لگے: اے فرزند رسول! آپ ہمارے پاس سے گزر رہے ہیں کیا آپ ہمیں حدیث سے استفادہ کا موقعہ نہیں دیں گے؟ اس وقت امام علیہ السلام محفل میں بیٹھے ہوئے تھے علماء حدیث کے تقاضا کو پورا کرنے کیلئے آپ نے محفل سے سراقہ باہر نکالا اور فرمانے لگے:

میں نے اپنے والد گرامی موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام سے سنا، انہوں نے اپنے والد گرامی جعفر ابن محمد علیہ السلام سے سنا، اور انہوں نے بھی اپنے والد گرامی سے، اس طرح مسلسل یہ حدیث حضرت علی علیہ السلام تک پہنچی اور آپ نے فرمایا! میں نے رسول خدا ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں نے جبرئیل امین علیہ السلام سے سنا وہ کہہ رہے تھے میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”لا الہ الا اللہ“ میرا قلعہ ہے اور جو بھی میرے اس قلعہ میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہے گا اور جب امام علیہ السلام کی سواری چلنے لگی تو آپ نے فرمایا: کلمہ توحید کی کچھ شرطیں ہیں اور ان شرائط میں سے ایک میں ہوں۔<sup>[۱]</sup>

امام علی رضا علیہ السلام رسول خدا ﷺ کے اہلبیت علیہم السلام میں سے ہیں اور آپ کا شمار ائمہ معصومین علیہم السلام میں ہوتا ہے۔ بہت سی عامہ اور خاصہ کی روایات کے مطابق جو انہوں نے رسول خدا ﷺ سے نقل کی ہیں اور پہلے بھی ان میں سے بعض کا ذکر ہو چکا ہے ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی محبت اور معرفت مسلمانوں کے دینی فرائض میں سے ہے، قیامت میں نیکیوں کی قبولیت اور جنت الفردوس تک رسائی انہیں کے ذریعے ممکن ہے۔ امام رضا علیہ السلام کا خود کلمہ توحید کی شرط کے طور پر معرفی کرنا اسی مطلب کو بیان کرتا ہے، یہاں بطور شاہد رسول خدا ﷺ کی فقط دو احادیث کے بیان پر اکتفاء کیا جا رہا ہے، پہلی حدیث کو علمائے عامہ

[۱] عیون اخبار الرضا باب ۳۶ صفحہ ۲۷۰

میں سے ایک عالم نے اور دوسری حدیث کو علمائے خاصہ میں سے ایک بزرگ عالم نے اپنی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے، جالب بات یہ ہے کہ دونوں علماء ایک دوسرے کے معاصر تھے اور پانچویں صدی ہجری میں اس دنیا سے کوچ کر گئے۔

پہلی حدیث

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ سَرَّهَ أَنْ يَحْيَا حَيَاتِي وَيَمُوتَ مَمَاتِي وَيَسْكُنَ جَنَّةَ عَدْنِ عَزَّ سَهًا رَبِّي فَلْيُؤَالَ عَلِيًّا مِنْ بَعْدِي وَلْيُؤَالَ وَلِيِّهِ وَلْيَقْتَدِ بِالْأُمَّةِ مِنْ بَعْدِي فَإِنَّهُمْ عِزَّتِي خَلَقُوا مِنْ طِينَتِي رُزُقُوا فَهَمًّا وَعِلْمًا وَوَيْلٌ لِلْمُكْذِبِينَ بِفَضْلِهِمْ مِنْ أُمَّتِي الْقَاطِعِينَ فِيهِمْ صَلَاتِي لِأَنَّ لَهُمُ اللَّهَ شَفَاعَتِي

حافظ ابو نعیم جو کہ علماء عامہ میں سے ہیں اور انہوں نے ۴۳۰ھ میں وفات پائی، کتاب حلیۃ الاولیاء میں ابن عباس سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو بھی میرا پیروکار ہے اور چاہتا ہے کہ میری زندگی کی طرح (اپنی) زندگی بسر کرے اور میری موت کی طرح اسے موت آئی، اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی بہشت میں اس کا مسکن ہو تو اسے چاہئے کہ میرے بعد، علیؑ اور ان سے محبت کرنے والوں سے محبت کرے، ان کے بعد آئمہ علیہم السلام کی پیروی کرے کیونکہ یہی میری عترت ہیں، ان کی تخلیق میری خاک سے ہوئی ہے اور یہ نعم و علم کے فیض کے حامل ہیں خدا کا عذاب میری امت کے ان لوگوں پر ہوگا جو ان کی فضیلت کی تکذیب کرتے ہیں اور ان کے ساتھ میرے رشتے کو قطع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری شفاعت کو ایسے لوگوں کے شامل حال نہیں فرمائے گا۔“ [۱]

دوسری حدیث

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ؛ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ نَبِيًّا لَوْ جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَعْمَالٍ كَأَمْثَالِ الْجِبَالِ وَلَمْ يَجِئْ بِوَلَايَةِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ لَأَكْبَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي النَّارِ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی جو کہ علمائے خاصہ میں سے ہیں اور انہوں نے سال ۴۶۰ھ میں وفات پائی اپنی کتاب امالی میں انس ابن مالک سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اگر تم میں سے کوئی محشر کے میدان میں پہاڑوں کی طرح نیک اعمال اپنے ساتھ کر آئے، لیکن اس کے پاس علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت نہ ہو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو منہ کے بل جہنم

[۱] کتاب حلیۃ الاولیاء جلد اول صفحہ ۸۶



میں داخل کرے گا۔“ [۱]

## قیامت میں لوگوں کی ایک دوسرے سے جدائی

دنیا میں بسنے والے لوگ اپنے صحیح اور غلط عقائد اپنے پسندیدہ اور ناپسندیدہ اخلاق اور نیک اور بد اعمال کے لحاظ سے مختلف طبقات میں تقسیم ہوتے ہیں ان میں سے بعض اچھے ہیں جنہیں انعام سے نوازا جائے گا اور بعض بد کردار ہیں اور انہیں سزا دی جائے گی، اس کے علاوہ اچھے کردار والے لوگوں کے درجات اور برے لوگوں کی سزائیں بھی ایک دوسرے سے جدا گانہ ہیں کیونکہ عدل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ جو اچھے لوگ ہیں ان کے مراتب ان کی اچھائیوں کی بنا پر مختلف ہوں اور برے لوگ بھی اپنے گناہوں کی بنا پر مختلف سزاؤں کے حقدار ٹھہریں، قیامت کے دن جو بھی فقط اللہ تعالیٰ کی مطلق حاکمیت کا دن ہوگا اس دن اختلافات کو مد نظر رکھا جائے گا اور کسی پر بھی ظلم و ستم نہیں ہوگا، قیامت کا ایک نام (یوم الفصل) بھی ہے یعنی وہ دن جس میں لوگ ایک دوسرے سے ممتاز ہوں گے اس دن مادہ پرست خدا پرستوں سے، موحد مشرکوں سے، مسلمان کفار سے، محبان اہلبیت، دشمنان اہلبیت سے، نیک لوگ، بد کردار لوگوں سے پاک، ناپاک افراد سے اور اسی طرح مختلف طبقات کے لوگ ایک دوسرے سے جدا ہوں گے، اور یہ ایک دوسرے سے جدائی مختلف صورتوں میں انجام پذیر ہوگی۔

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عليه السلام إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى إِذَا بَعَثَ الْخَلَائِقَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادِي رَبَّنَا نِدَاءً تَعْرِيفِ الْخَلَائِقِ فِي إِيمَانِهِمْ وَ كُفْرِهِمْ فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ وَمُنَادٍ آخَرَ يُنَادِي مَعَاشِرَ الْخَلَائِقِ سَاعِدُوهُ عَلَى هَذِهِ الْمَقَالَةِ فَأَمَّا الدَّهْرِيَّةُ وَ الْمُعْظَلَّةُ فَيُخَرَّسُونَ عَنْ ذَلِكَ وَ لَا تَنْطِقُ أَلْسِنَتُهُمْ وَ يَقُولُهَا سَائِرُ النَّاسِ.

ابو بصیر نے امام صادق عليه السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

”قیامت کے دن جب اولین و آخرین تمام مخلوق کو حکم پروردگار سے اٹھایا جائے گا اور وہ سب میدان محشر میں جمع ہوں گے تو پروردگار کی طرف سے ایک منادی مخلوقات کی معرفتی اور مومنوں اور کافروں کو جدا کرنے کے لئے تکبیر کہے گا اور دوسرا منادی تمام مخلوق کو نداءے گا کہ: منادی کی آواز کے ساتھ سب ملکر تکبیر کہو اور سب ملکر اس کا تکرار کرو۔ تمام اہل محشر تکبیر کہیں گے، دہریوں کے علاوہ جو دنیا کو مادہ سمجھتے تھے اور اس کے پروردگار کا انکار کرتے تھے، یہ لوگ تکبیر کہنے میں گونگے ہو جائیں گے اور اس کلمہ کو محشر کے میدان میں موجود دیگر افراد کی طرح نہیں کہے پائیں گے۔“ [۲]

[۱] امالی شیخ طوسی جلد اول صفحہ ۳۱۴

[۲] بحار، جلد ۳ صفحہ ۲۴۶

مادہ پرست لوگ جس وقت تک دنیا میں ہیں ان کا ضمیر خدا کی نفی کرتا ہے لیکن اگر وہ چاہیں تو خود کو خدا پرست کہہ کر خدا کا نام زبان پر لاسکتے ہیں اور خود کو ظاہری طور پر موحد کہلا سکتے ہیں لیکن قیامت کے دن جو تمام رازوں اور پوشیدہ امور کو ظاہر کرنے کا دن ہے اس دن ان کے اندر کا انکار ظاہر ہو جائے گا ان سے جھوٹ بولنے کی طاقت ختم ہو جائے گی اور وہ خود کو حقیقت کے برخلاف موحد ظاہر نہیں کر پائیں گے۔

ثُمَّ يَقُولُ الْمُنَادِي أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَيَقُولُ الْخَلَائِقُ كُلُّهُمْ ذَالِكُ إِلَّا مَنْ كَانَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ تَعَالَى فَأَنَّهُمْ يَخْرَسُونَ فَيَبْدِيئُونَ بِدَالِكَ عَنْ سَائِرِ الْخَلَائِقِ۔

اس کے بعد پروردگار کا منادی کلمہ توحید کی گواہی دے گا اور تمام مخلوق جو میدان محشر میں موجود ہوں گے سب کے سب اس کے ساتھ یہی آواز بلند کریں گے، سوائے ان لوگوں کے جو دنیا میں مشرک تھے کیونکہ (اس دن) ان لوگوں کی زبانیں گونگی ہو جائیں گی اور ان سے بات کرنے کی طاقت ختم ہو جائے گی، اس طرح مشرک لوگ، مؤحدین سے جدا ہو جائیں گے۔

ثُمَّ يَقُولُ الْمُنَادِي أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَيَقُولُهَا الْمُسْلِمُونَ أَجْمَعُونَ وَيَخْرَسُ عَنْهَا الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى وَ سَائِرِ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ آخَرَ مِنْ عَرَضَاتِ الْقِيَامَةِ أَلَا فَسَوْفَ قُوتُهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ لِشَهَادَتِهِمْ لِمُحَمَّدٍ بِالنَّبُوتَةِ..... فَإِذَا الْنِّدَاءُ مِنْ قِبَلِ اللَّهِ قُوتُهُمْ إِنَّهُمْ مَسْتَوْوُونَ عَنْ وِلَايَةِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ فَمَنْ جَاءَ فَهُوَ مِنَ الْفَائِزِينَ وَمَنْ لَمْ يَأْتِ بِهَا فَهُوَ مِنَ الْهَالِكِينَ۔

اس کے بعد منادی، پیغمبر اسلام ﷺ کی نبوت کی گواہی دے گا تمام مسلمان اس منادی کے ساتھ آواز بلند کر کے گواہی دیں گے، لیکن یہود و نصاریٰ اور وہ سب جن کا بعثت پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد فریضہ تھا کہ وہ اسلام قبول کرتے لیکن انہوں نے اپنے وظیفہ پر عمل نہ کیا ہوگا وہ سب شہادت رسالت کی ادائیگی میں گونگے ہو جائیں گے اتنے میں میدان محشر سے ایک اور منادی آواز دے گا، مسلمانوں کو جنت کا راستہ دکھاؤ کیونکہ انہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوگا، یہ علیؑ اور آل محمدؑ کی ولایت کے مسئول ہیں جس کے پاس بھی ولایت ہے وہ نجات پانے والا ہے اور جس کے پاس ولایت نہیں وہ ہلاکت کا شکار ہوگا۔

### خلاصہ

محشر میں لوگ مختلف گروہوں میں تقسیم ہوں گے اور ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے، مادہ پرست، خدا پرست

سے، موحد مشرک سے، مسلم کفار سے اور ولایت اہلبیتؑ رکھنے والے ولایت اہلبیت نہ رکھنے والوں سے جدا کئے جائیں گے۔ سب کو اعمال کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی۔

## اہل کتاب اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار

قرآن مجید اہل کتاب کے بارے میں جو تورات کی آیات اور آنحضرتؐ کی نبوت کے بارے میں جاننے کے باوجود اسے چھپاتے اور قبول نہیں کرتے ہیں فرماتا ہے:

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمْ ؕ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ رسول کو بھی اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں۔ بس ان کا ایک گروہ ہے جو حق کو دیدہ و دانستہ چھپا رہا ہے (سورۃ بقرہ آیت ۱۴۶)

قَالَ ابْنُ سَلَامٍ لَقَدْ عَرَفْتُهُ حِينَ رَأَيْتُهُ كَمَا أَعْرِفُ ابْنِي وَمَعْرِفَتِي لِمُحَمَّدٍ ﷺ أَشَدُّ ه

بزرگان اہل کتاب میں سے ابن سلام کہتے ہیں:

جس وقت میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، میں نے انہیں ان میں موجود علامات سے پہچانا جن علامتوں کا ذکر آسمانی کتب میں موجود ہے، میں نے بغیر شک کے ان کی نبوت کو پہچان لیا جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتا ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔<sup>[۱]</sup>

## تہران میں یہودی عالم کا قبول اسلام

تقریباً دو سو سال قبل تہران میں ایک بڑا یہودی عالم رہتا تھا وہ ایران اور دیگر ممالک کے یہودی علماء میں بہت مشہور تھا۔

اس نے اپنے مطالعہ اور تورات کی آیات میں دقت سے، اسلام قبول کر لیا اور اپنا نام محمد رضا رکھا اس نے دیگر اپنے ہم مذہب افراد کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کے بارے میں بتایا تو ان کے درمیان بہت زیادہ بحث و گفتگو ہوئی، آخر کار کچھ لوگ جو متعصب نہیں تھے اور انہیں عالم کتاب اور متقی انسان کے طور پر پہچانتے تھے محمد رضا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا لیکن اکثر یہودیوں نے ان کی مخالفت کی اور ان پر لعن و طعن کیا،

[۱] تفسیر جلالین، مذکورہ آیت کے ذیل میں

اس بزرگ عالم نے ”منقول الرضائی“ نامی ایک کتاب تحریر کی، اس کتاب میں انہوں نے عبری رسم الخط سے تورات کی وہ آیات بیان کیں جن میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذکر تھا اس کے بعد اس کتاب کو شایع کیا گیا، اس نے موت کے وقت وصیت کی کہ انہیں مرنے کے بعد مسلمانوں کے عمومی قبرستان میں دفن کیا جائے ان کے دوستوں نے ان کی وصیت کے مطابق ان کے ان تین اشعار کو پتھر پر لکھوا کر ان کی قبر پر نصب کر دیا

از منزل عدم بوجود آشنا شدم  
برامت کلیم خدا پیشوا شدم  
در مصحف وزبور و در احکام انبیاء  
دیدم محمد است محمد رضا شدم  
رفتم از این جهان بردوست شادمان  
چوں در زمانه طالب دین خدا شدم

ترجمہ

عدم کی منزل سے میں نے وجود کو پہچان لیا، کلیم خدا (حضرت موسیٰ) کی امت کا رہبر رہنا، میں نے مصحف زبور اور احکام انبیاء میں محمدؐ کو دیکھا تو محمد رضا ہوا میں اس دنیا سے اپنے دوست کے پاس خوش ہو کر گیا کیونکہ میں دنیا میں خدا کے دین کا طلبگار بنا۔

## اہلبیت علیہم السلام کی محبت

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِالْفُرْقَانِ فَمَا آمَنَ بِالتَّوْرَةِ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَخَذَ عَلَيْهِمُ  
الْإِيمَانَ بِهَمَا لَا يَقْبَلُ الْإِيمَانَ بِأَحَدِهِمَا إِلَّا بِالْإِيمَانِ بِالْآخِرِ فَكَذَلِكَ فَرَضَ اللَّهُ الْإِيمَانَ بِوَلَايَةِ  
عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا فَرَضَ الْإِيمَانَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ وَكَفَرْتُ بِوَلَايَةِ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمَا  
آمَنَ بِنُبُوءَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو بھی تورات کا پیروکار ہے اور قرآن پر ایمان نہیں رکھتا دراصل وہ تورات پر ایمان نہیں رکھتا ہے کیونکہ تورات کی آیات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے عہد لیا ہے کہ وہ دونوں کتابوں پر ایمان لائیں گے ان میں سے ایک کتاب

پرایمان دوسری کتاب پرایمان کے بغیر بارگاہ الہی میں مقبول نہیں ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے علی ابن ابیطالب علیہ السلام پرایمان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پرایمان کی طرح واجب قرار دیا ہے لہذا اگر کوئی کہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پرتو ایمان رکھتا ہوں لیکن علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی ولایت کا انکار کرتا ہوں (دراصل وہ) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پرایمان نہیں رکھتا۔ [۱]

”لا الہ الا اللہ“ کی شرائط میں سے ایک شرط امام کی معرفت اور اہلبیت علیہم السلام کی محبت ہے، ان روایات کے مطابق جو عامہ و خاصہ کے ذریعے سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، کلمہ توحید اس شرط کے بغیر بارگاہ الہی میں قابل قبول نہیں اور نہ ہی کلمہ گو کے لئے نجات کا باعث بنتا ہے

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ جَالِسًا وَعِنْدَهُ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فِيهِمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذْ قَالَ: مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِهِ: فَتَحْنُ نَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاللَّهِ إِنَّمَا تَقْبَلُ شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ هَذَا وَمِنْ شِيعَتِهِ الَّذِينَ أَخَذَ رُبَّنَا مِيثَاقَهُمْ فَقَالَ الرَّجُلَانِ فَتَحْنُ نَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ عَلَى رَأْسِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ عَلَامَةٌ ذَلِكَ أَنْ لَا تَخْلَا عَقْدَهُ وَلَا تَجْلِسَ فَحَلْسَهُ وَلَا تُكْذِبَ بِأَحَدٍ يَشِئُهُ

ابوسعید خدری کہتے ہیں: ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے آپ کے اطراف میں بہت سے اصحاب بھی موجود تھے ان میں علی ابن ابیطالب علیہ السلام بھی شامل تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو بھی ”لا الہ الا اللہ“ کہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا آپ کے دو اصحاب نے عرض کیا ہم ”لا الہ الا اللہ“ کہتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کلمہ توحید کی گواہی کو اس شخص اور ان کے ان شیعوں سے قبول کرتا ہے جن سے عہد و پیمان لیا ہے وہ دونوں اصحاب کہنے لگے: ہم بھی اسی طرح ”لا الہ الا اللہ“ کہتے ہیں اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ علی کے سر پر رکھا اور فرمایا: ایسے کلمہ توحید کی علامت یہ ہے کہ ان سے عہد شکنی نہ کرو؛ ان کی جگہ پر نہ بیٹھو اور ان کی باتوں کو نہ جھٹلاؤ۔ [۲]

مذکورہ احاث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کلمہ توحید ”لا الہ الا اللہ“ نجات اور سعادت کا سبب ہے لیکن یہ سعادت فقط کلمہ توحید کے الفاظ کو زبان پر جاری کرنے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ کلمہ جس چیز پر دلالت کر رہا ہے یعنی خدا اور اس کی وحدانیت پرایمان رکھنا یہ چیز کلمہ گو کی جان میں نفوذ کر جائے اور وہ اپنے تمام وجود سے مومن اور موحد بن جائے اس کے ساتھ

[۱] بحار، جلد ۳ صفحہ ۲۴۶

[۲] ثواب الاعمال، صفحہ ۲۲

ساتھ کلمہ گو کو ان تمام شرائط کی رعایت کرنی چاہئے جو معصومین علیہم السلام نے روایات میں بیان کی ہیں کلمہ گو کو چاہئے کہ اپنی عقل سے آزادانہ استفادہ کرے جتنا زیادہ ہو سکے آیات خداوندی کا مطالعہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں اپنے ایمان کو تقویت عطا کرے۔

اور اگر کوئی کلیسیا یا مسیحی ہے اور وہ کلمہ توحید پڑھتا ہے تو اسے اس بات پر توجہ دینی چاہئے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا دور ختم ہو چکا ہے اسے چاہے کہ حقیقت پر عمل پیرا ہو اور تعصب کی عینک کو اتار کر توریہ اور انجیل پر عمل کرتے ہوئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو قبول کرے اور آپ کی نبوت پر ایمان لائے، اسے چاہیے کہ بارگاہ الہی میں اپنی مسئولیت کو ہرگز فراموش نہ کرے اور خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ پڑھے گناہوں سے دوری اختیار کرے اور خواہشات نفسانی کی پیروی سے دور رہے۔

اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ جنہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے فرمان کے مطابق معرفی فرمایا تھا، آئمہ طاہرین کی رہبری پر ایمان اور مکمل عقیدہ رکھنے ان کے احکامات پر عمل کرے اور جان لے کہ امامت کلمہ توحید کی شرائط میں سے ایک ہے اور امام کی معرفت کے بغیر کلمہ لا الہ الا اللہ قیامت کے دن نجات کا باعث نہیں بنے گا نیک اعمال جتنے بھی زیادہ کیوں نہ ہو (اگر امام کی معرفت حاصل نہیں ہے) تو یہ اعمال بھی بارگاہ خداوندی میں قبول نہیں کئے جائیں گے۔ دنیا میں توحید کا کلمہ پڑھنے والوں کے پاس اگر یہ تمام شرائط موجود ہیں تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عنایت اور نظر کرم میں شامل ہوں گے، لیکن اگر کلمہ توحید پڑھنے والا منافق ہو یا اصلاً ذات باری تعالیٰ پر یقین نہ رکھتا ہو یا مشرک ہو یا خدا کے وجود پر یقین رکھتا ہو لیکن توحید پر یقین نہ رکھتا ہو اور وہ غیر خدا کی عبادت کرتا ہو تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور یہ قضائے الہی اور اللہ تعالیٰ کا قطعی حکم ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْمُؤَجَّبَتَانِ مَنْ مَاتَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ

يُشْرِكُ بِاللَّهِ دَخَلَ النَّارَ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”دو عامل بہت زیادہ موثر اور یقینی ہیں ان میں سے ایک بہشت کا باعث ہے اور دوسرا جہنم میں لے جائے گا، جو بھی توحید کی گواہی کے ساتھ مر جائے وہ بہشت میں داخل ہوگا اور جو خدا کے ساتھ کسی غیر کو شریک ٹھہرا کر مرے وہ جہنم میں جائے گا۔“ [۱]

## تیسری فصل

### قیامت کا حساب

وَأَنْ تَبْذُورُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوا بِمَا حَسِبْنَا بِهِنَّ اللَّهُ ۖ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

تم اپنے دل کی باتوں کا اظہار کرو یا ان پر پردہ ڈالو وہ سب کا محاسبہ کرے گا وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس پر چاہے گا عذاب کرے گا وہ ہر شے پر قدرت و اختیار رکھنے والا ہے۔<sup>[۱]</sup>  
اس عظیم کائنات کی تمام اشیاء دانا اور قدرتمند پروردگار کی مشیت سے حکیمانہ اندازہ کے مطابق عدد اور محاسبہ کے ساتھ خلق ہوئی ہیں۔

انسانوں کا علم کے حصول کیلئے کوشش کرنا اور ان کا کائنات کے اسرار و رموز کے پیچھے جانا، خلقت کے اعداد و شمار کی شناخت و معرفت کی معنی میں ہے انسان عالم ہستی کے اعداد و رموز کے بارے میں جتنا باخبر ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کے علم و آگاہی میں اضافہ ہوگا اور وہ علم کے عالی مراتب پر فائز ہو جائے گا۔ انسان کا جسم جو کہ خالق کی خلق کردہ اشیاء میں سے ایک ہے حکیمانہ محاسبہ اور اندازہ گیری سے وجود میں آیا ہے کسی انسان کی بیماری اور ناتوانائی سے مراد جسم کے بنیادی حصوں کے اپنے طبعی مقام سے ہٹ جانے اور مختلف حصوں کے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراؤ کی وجہ سے ہوتا ہے

### جسم کے اعداد و شمار

علم طب کے دانشمندیوں نے صدیوں تلاش و جستجو کے بعد جسم کے اندر موجود اعداد و شمار کے بارے میں معلومات حاصل کی ہے وہ سلامتی اور بیماری کو اسی معیار کے مطابق اندازہ گیری کرتے ہیں دل کی دھڑکنوں کے اعداد، نبض کا حرکت کرنا، خون کے فشار کے اعداد اور اس کے سرخ و سفید ذرات، خون کی چربی اور شکر کے اعداد، پیشاب اور خون کے طبعی اور غیر طبعی مواد کے اعداد اور اس طرح کے دیگر اعداد و شمار بدن کی سلامتی یا بیماری، قوت اور سستی کے اسباب ہیں انسان کی طبیعت کو جاننے کے لئے آج کل کی لیبارٹریاں، تھوڑے سے اعداد اور حصوں کو ڈاکٹر کے حوالے کرتی ہیں۔ اور ڈاکٹر مریض

[۱] سورہ بقرہ آیت ۲۸۴

کو دیکھے بغیر ان اعداد کو دیکھ کر مریض کی حالت بتا دیتا ہے شاید مستقبل میں علم طب کی ترقی سے جسم کے ان اعداد کی تعداد میں اضافہ بھی ہو جائے علم فیزکس میں بھی متخصص دانشمند حضرات عدد کے بارے میں بات کرتے ہیں اور اپنی مسلسل تحقیقات کے ذریعے نظام خلقت کے بہت سے حقائق کے بارے میں انہوں نے جان لیا ہے۔ مثلاً آواز کی امواج جنہیں ہمارے کان سنتے ہیں عدد ہیں اسی طرح دور کی آواز جنہیں انسان سن نہیں پاتا وہ بھی عدد ہے نور کی سیر کی سرعت کو بیان کرنے والا عدد ہے، ہماری آنکھوں میں نور کی تعداد امواج کو معر فی کرانے والا بھی عدد ہے

آج کل دانشمندیوں نے ایسے بہت ہی پیچیدہ آلات بنائے ہیں جو سیاہ و سفید رنگ کے نور کی شعاعوں کے درمیان فرق کرتے ہیں اور ایک ہی سینڈ میں ہماری آنکھوں میں داخل ہو جاتے ہیں

اگر یہ تمام نوری شعاعیں ایک دوسرے کے اس قدر نزدیک ہوں کہ ایک سینڈ میں ۵۶ کروڑ شعاعیں ہماری آنکھوں میں چلی جائیں تو ہمیں یہ احساس ہوگا کہ اس کو روشنی کا نام دیا جائے یہ شعاعوں کے ذرات اس قدر چھوٹے ہیں کہ خوردبین کے ذریعے بھی نظر نہیں آتے۔

اگر ہم ان ذرات کو دیکھنا چاہیں اور ان کے جسم کے قائل ہوں تو ۵/۲ سنٹی میٹر فضا میں ۴۲ ہزار انوار کا کہکشاں نظر آئے گا لیکن اس کہکشاں کا دیکھنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہوگا۔

## نور کے ذرات کی تعداد

آج کل لیباٹریوں میں سینٹی میٹر کے لحاظ سے نور کے ذرات کی تعداد کو شمار کرنا ممکن ہو گیا ہے۔

جن نور کے ذرات کو سفید کہا جاتا ہے ۵۰۰۰ ذرات ۵/۲ سینٹی میٹر میں ہوں گے، سبز رنگ کے ۴۸۰۰۰ ذرات زرد رنگ کے ۴۴۰۰۰، سرخ رنگ کے ۳۸۰۰۰ ذرات ۵/۲ سینٹی میٹر میں ہوں گے سب سے زیادہ سرخ رنگ ۳۳ ہزار ذرات ہوں گے اس سے کم ذرات ہمیں کہیں نظر نہیں آتے۔ یہ عبارت دیگر اگر ۳۳۰۰۰ ہزار ذرات ۵/۲ سینٹی میٹر سے کم فضا میں ہوں تو ہمارے اعصاب انہیں درک نہیں کر پائیں گے۔<sup>[۱]</sup>

## تخلیق کائنات میں اعداد کا عمل و دخل

آسمان میں موجود تمام چھوٹے اور بڑے سیاروں کا حجم اور ان سیاروں کا ایک دوسرے کے ساتھ فاصلہ ان میں سے ہر ایک کا ایک معین مقام میں حرکت کرنا عالم طبعیت کی عظیم فضا میں ان میں سے ہر ایک کا ایک دوسرے سے روبرو ہونا یہ

[۱] نجوم برای ہمہ صفحہ ۹۳



سب ایک مخصوص حساب اور نظم و ضبط کے ذریعے سے ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں سورج اور چاند کے بارے میں فرماتا ہے:

### الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُحْسَبَانِ.

آفتاب و ماہتاب سب اسی کے مقرر کردہ حساب کے ساتھ چل رہے ہیں۔<sup>[۱]</sup>  
نظام شمسی میں سورج اور چاند کا نظم و ضبط اس قدر حیرت انگیز اور دقیق ہے کہ علم نجوم کے دانشمند محاسبہ اور اعداد کے ذریعے سے ان دونوں کی وضعیت اور ان کو پیش آنے والے حالات کے بارے میں خبر دے سکتے ہیں نجومی حضرات یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ مستقبل میں آنے والے فلاں سال کے فلاں دن میں سورج گرہن واقع ہوگا یا فلاں رات میں چاند گرہن ہوگا۔ اس سے بھی کائنات کے عظیم نظام کے بارے میں اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جفت اور طاق کی قسم کھاتے ہوئے فرماتا ہے:

### وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ

اور جفت اور طاق کی قسم۔<sup>[۲]</sup>

مفسرین قرآن نے ان آیات کے ذیل میں بہت سے احتمالات کو بیان کیا ہے ان میں سے یہ احتمال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جفت اور طاق کی قسم کھائی ہے۔

### أَخْرَجَ عَبْدُ بَنٍ حَمِيدٌ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ أَقْسَمَ رَبُّنَا بِالْعَدَدِ كُلِّهِ الشَّفْعِ مِنْهُ وَالْوَتْرِ.

عبد بن حمید نے حسن سے اس آیت کریمہ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام جفت اور طاق اعداد کی قسم کھائی ہے۔<sup>[۳]</sup>

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں جفت اور طاق کی قسم کھانا یہ بتاتا ہے کہ بارگاہ خداوندی میں عدد کی بہت اہمیت ہے اس طرح سے خالق دو جہاں لوگوں کی توجہ نظام خلقت میں اعداد کی اہمیت کی جانب مبذول فرما رہا ہے۔

## انسان کے مادی و معنوی پہلو

انسان جو کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم آیت اور خالق کی ممتاز مخلوق ہے اسے بہترین اور عالی ترین طریقہ سے خلق کیا گیا

[۱] سورہ رحمن آیت ۵

[۲] سورہ فجر، آیت ۳

[۳] تفسیر درالمنثور جلد ۶ صفحہ ۳۴۶

ہے۔ انسان کے اندر ایک دوسرے کے مخالف دو پہلو پائے جاتے ہیں ایک مادی پہلو اور دوسرا معنوی پہلو مادی پہلو کے لحاظ سے انسان وہ حیوان ہے جس میں غرائز اور شہوت پائی جاتی ہے اور اس کا جسم طبعی مواد معدنی عناصر اور دیگر مختلف اجزاء سے بنایا گیا ہے معنوی پہلو کے لحاظ سے انسان عاقل، آزاد اور غور و فکر والا بنایا گیا ہے۔

جالب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں پہلوؤں کو اعداد کی بنا پر خلق کر کے دقیق نظم و ضبط کے ساتھ انسانوں کو عطا فرمائے ہیں جو لوگ جسمانی طور پر تندرست رہنا چاہتے ہیں انہیں چاہئے کہ ہمیشہ طبعی توازن برقرار رکھیں اور جسم کے محاسبہ کا خیال رکھیں۔ ایک مرتبہ ضرور اپنے جسم کا کسی ماہر ڈاکٹر سے معائنہ کرائیں تاکہ اگر جسم کے اعضاء و جوارح میں تھوڑا بھی انحراف یا تبدیلی واقع ہوئی ہو تو اس کا بروقت علاج، معالجہ کیا جاسکے۔ انسان کا معنوی پہلو اور روحانی پہلو بھی دقیق محاسبہ اور برسی کا محتاج ہے جو حقیقی انسان بننا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ انسانوں کی طرح زندگی بسر کرے، کمال انسانی پر فائز ہو اور انسان ہو کر رہے تو اسے چاہئے کہ ہمیشہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے جو ملکوتی قوتیں اس کے اندر پائی جاتی ہیں ان کی برسی کرے اور ہمیشہ اپنی سوچ و فکر کا خیال رکھے، کیونکہ اس برسی اور محاسبہ کے ذریعے وہ اپنے عیوب اور نقائص سے باخبر ہوتا ہے اور اگر چاہے تو انہیں ختم بھی کر سکتا ہے۔

عَنْ عَلِيِّ قَالَ: مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ وَقَفَّ عَلَى عَيْبِهِ وَاحْطَأَ بِذُنُوبِهِ

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

”جو بھی اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے وہ اپنے عیوب اور نقائص سے باخبر ہوتا ہے اور اپنے گناہوں کے بارے میں

آگاہ رہتا ہے۔“ [۱]

### خلاصہ

یہ پوری کائنات عالم عدد اور حساب ہے حکیم پروردگار نے ہر چیز کو محاسبہ کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر برقرار رکھا ہے۔ اس عظیم کائنات میں کوئی بھی چیز فضول اور بے مقصد خلق نہیں ہوئی اور کسی بھی چھوٹی یا بڑی چیز نے بغیر حساب کے خلقت کا لباس زیب تن نہیں کیا ہے لیکن انسان کی فکر ناقص ہے لہذا وہ اس ناقص فکر کے ذریعے خلقت کے اسرار و رموز سے آگاہ ہے

در این پرده يك رشته بی کار نیست

سر رشته بر ما پدیدار نیست

نه زین رشته سر می توان تا فتن

[۱] فہرست غرر صفحہ ۴۴

نہ سر رشتہ را ہی توان یافتن

ترجمہ

اس پردے میں کوئی بھی تعلق بے کار نہیں ہے لیکن تعلق کا راز ہم پر واضح نہیں ہے، ہم اس تعلق سے راز کو ظاہر نہیں کر سکتے اور نہ ہی اس تعلق کے راز کو جان سکتے ہیں۔

## یوم الحساب

نعت میں حساب کا معنی اعداد کو شمار کرنا ہے قیامت کا ایک نام ”یوم الحساب“ بھی ہے یعنی وہ دن جس میں لوگوں کے تمام اعمال شمار کئے جائیں گے چاہے وہ نیک اعمال ہوں یا برے اعمال، کوئی بھی عمل چاہے کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو اس دن حساب کیا جائے گا اس دن دقیق حساب و کتاب کی وجہ سے نیک لوگ بد لوگوں سے اور پاک لوگ پلید لوگوں سے جدا ہوں گے اچھے لوگوں کو انعام دیا جائے گا اور برے لوگ اگر عفو الہی میں شامل نہ ہوئے تو انہیں سزا دی جائے گی۔

چوں بر آید آفتاب رستخیز      برجھند از خاک خوب و زشت نیز  
سوی دیوان قضاپویان شوند      نقد نیک و بدبہ کورہ در روند

ترجمہ:

جب قیامت کا سورج طلوع ہوگا تو زمین سے اچھے اور برے سب کو نکالا جائے گا ہر کوئی اپنے اعمال نامہ سے آگاہ ہوگا نیک و بد لوگوں میں سے ہر ایک اپنا اپنا حصہ لے گا۔

## نیت

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَاِنْ تُبَدَّلُوْا مَا فِىْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تَخْفَوْا مِحْرَابًا سَبَّحْتُمْ بِهٖ اللّٰهُ ۗ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. [۱]

”اللہ ہی کے لئے زمین و آسمان کی کل کائنات ہے تم اپنے دل کی باتوں کا اظہار کرو یا ان پر پردہ ڈالو وہ سب کا محاسبہ کرے گا وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس پر چاہے گا عذاب کرے گا وہ ہر شے پر قدرت و اختیار رکھنے والا ہے۔“

## ثواب کی نیت

اس آیت کریمہ میں نیت کی معنی واضح کرنے کے لئے دو نکات پر توجہ کرنا ضروری ہے:

[۱] سورہ بقرہ "آیت ۲۸۴"

اول: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی روایات کے مطابق جن میں سے بعض روایات کا ذکر پہلے بیان ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اچھے کام کی نیت کرنے پر نیت کرنے والے کو جزاء عطا فرماتا ہے اگرچہ وہ اس نیک کام کو انجام نہ دے سکے لیکن گناہ کی نیت کرنے والے کو سزا نہیں دیتا جب تک وہ اس گناہ کو انجام نہ دے۔

## مثال

اگر کوئی شخص کسی بیمار مسلمان کی خدا کے لئے عیادت کرنے کی نیت کرے لیکن غفلت یا بعض موانع کی وجہ سے عیادت نہ کر سکے، کریم رب اسی نیک نیت کی وجہ سے اسے جزاء عطا فرمائے گا لیکن اگر کسی نے بے گناہ قتل کرنے کی نیت کی ہو، اور اسے قتل کر دیا ہو تو اس صورت میں اسے قتل کی سزا دی جائے گی لیکن اگر اپنی نیت سے منصرف ہو جائے یا اس شخص تک نہ پہنچ سکے تو قتل کی نیت کی وجہ سے اسے کوئی سزا نہ دی جائے گی۔

## گناہ کی نیت

ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر گناہ کی نیت پر کوئی سزا نہیں دی جائے گی تو پھر کیوں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے:

”تم اپنے دل کی باتوں کا اظہار کرو یا ان پر پردہ ڈالو وہ سب کا محاسبہ کرے گا وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس پر چاہے گا عذاب کرے گا۔“

اس سوال کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں نیتیں مختلف ہوتی ہیں بعض اوقات نیت انسان کے گناہ کے ارتکاب کا باعث بنتی ہے اور بعض اوقات خود، نیت، شریعت مقدس میں گناہ ہوتی ہے۔

### پہلا فرض:

جو شخص کسی بے گناہ کے قتل کے بارے میں سوچ رہا ہے درحقیقت وہ گناہ انجام دینے کی نیت رکھتا ہے اور وہ قاتل اس وقت ہوگا جب وہ اپنی نیت کو عملی جامہ پہنا کر قتل کرے گا اس وقت وہ سزا کا حقدار ہوگا۔ لیکن اگر وہ قتل نہ کرے اور اس کا دامن خون آلودہ نہ ہو تو اس صورت میں اسے کوئی سزا نہ دی جائے گی کیونکہ فقط قتل کی نیت سزا کا موجب نہیں بنتی

### دوسرا فرض:

اسلام میں گناہ انجام دینا، گناہ میں مدد کرنا، اور گناہ کے واقع ہونے پر راضی ہونا تینوں ممنوع ہیں سچے مسلمان کو تینوں اقسام سے دور رہنا چاہئے بنا براین اگر کوئی بے گناہ قتل کیا جائے تو کسی بھی مسلمان کو اس کے قتل پر راضی نہیں ہونا چاہئے لہذا اگر مقتول سے کوئی ناراض ہو اور اس کے قتل ہو جانے پر خوش ہو رہا ہو تو وہ بھی جرم میں قاتل کے ساتھ شریک ہے اس کے

دل میں اس قتل پر جو رضائیت ہے اس کی وجہ سے اسے سزا دی جائے گی چاہے وہ اپنی دل کی بات کو زبان پر لائے اور ظاہر کرے یا اسے چھپائے اور اسے ظاہر نہ کرے مذکورہ آیت میں جس نیت پر گرفت کے بارے میں بیان ہوا ہے اس سے اس طرح کی نیتیں مراد ہے۔

**عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: الرَّاضِي بِفِعْلِ قَوْمٍ كَالدَّاخِلِ فِيهِ مَعَهُمْ وَعَلَى كُلِّ دَاخِلٍ فِي بَاطِلٍ اِثْمَانٍ  
اِثْمُ الْعَمَلِ بِهِ وَائْتُمُّ الرَّضَى بِهِ**

حضرت امام علیؑ نے فرمایا:

”جو شخص کسی قوم کے عمل پر راضی ہو وہ ان لوگوں کی طرح ہے جو اس کام میں اس کے ساتھ ہوں اور اس کی مدد کر رہے ہوں جو شخص کسی باطل اور ناجائز کام کی انجام دہی میں مداخلت کرتا ہے وہ دو گنا ہوں کا مرتکب بنتا ہے ایک اس باطل کام کو انجام دینے کا گناہ اور دوسرا اس عمل پر راضی ہونے کا گناہ۔“ [۱]

دوم: وہ نیتیں جنہیں ہم ظاہر کریں یا ظاہر نہ کرے دونوں صورتوں میں مسئول ہیں اور ان کے بارے میں ہم سے پوچھا جائیگا، وہ افکار اور نیتیں ہیں جو ہم اپنے باطن میں اپنے ارادہ اور اختیار سے پیدا کرتے ہیں لیکن وہ خیالات اور افکار جو ہماری قدرت اور اختیار سے باہر ہیں اور ہمارے چاہنے کے بغیر ہمارے ضمیر پر قبضہ کرتے ہیں، وہ اس آیت کریمہ میں شامل نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی انسان سے غیر اختیاری امور کے بارے میں نہیں پوچھے گا علاوہ اس کے کہ انسان اسے عملی طور انجام دے اور اسے عملی جامہ پہنائے۔

**فِي الْحَدِيثِ ثَلَاثٌ لَمْ يَسْلَمْ مِنْهَا أَحَدٌ الظُّلْمُ وَالْحَسَدُ وَالظَّنُّ قَيْلٌ وَمَا نَصَعُ؟  
قَالَ إِذَا تَطَيَّرْتَ فَأَمْضِ وَإِذَا حَسَدْتَ فَلَا تَتَّبِعْ وَإِذَا ظَنَنْتَ فَلَا تَصَقِّقْ.**

حدیث میں ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن سے کوئی بھی محفوظ نہیں ہے پہلا فال بد دوسرا حسد تیسرا بدگمانی۔ پوچھا گیا ان تینوں امور کے مقابل ہمارا وظیفہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا؛ جب تم فال بد کے مقابل ہو تو اس کی پروہ کئے بغیر اپنے راستے کو جاری رکھو۔ اور تمہارے ضمیر میں کسی سے حسد پیدا ہو تو ظلم نہ کرو اور جس پر حسد کر رہے ہو اسے تکلیف نہ دو اور جب تمہیں کسی پر بدگمانی ہو تو اس کے بارے میں تجسس اور تحقیق نہ کرو۔ [۲]

اس حدیث میں تین غیر اختیاری خیالات و افکار کے بارے میں بیان ہوا ہے جن پر انسان گرفتار نہیں ہوگا اور یہ بھی

[۱] نیج البلاغہ کلمہ ۱۵۴

[۲] صحف العقول صفحہ ۵۰

بتایا گیا ہے کہ تمام انسان ان امور میں مبتلا ہیں البتہ آنحضرت نے بتا دیا ہے کہ اس وقت ان غیر اختیار افکار پر سزا نہ دی جائے گی جب تک ہم انہیں اپنے اختیار کے ساتھ عملی طور پر انجام نہ دیں لیکن اگر ہم نے اپنی غیر اختیاری سوچ پر عمل کیا تو غضب الہی کا شکار ہوں گے۔

**اول:** ہمارے اختیار کے بغیر فال بد دل کی تاریکی اور افکار کی پریشانی کا باعث بنتے ہیں، موحد مسلمان کا وظیفہ ہے کہ فال بد کی پرواہ نہ کرے اور خدا پر توکل کر کے اپنے راستے پر چلتا رہے لیکن اگر وہ فال بد کو کائنات میں موثر جانے تو وہ حق کی راہ سے منحرف ہو کر سزا کا حقدار ہوگا۔

**دوم:** انسان جب دیکھتا ہے کہ اس کا دوست ہمسایہ یا اس کے ساتھ کام کرنے والا زندگی کے امور میں آگے بڑھ رہا ہے اور وہ پیچھے رہ گیا ہے تو یقیناً اسے افسوس ہوگا وہ اس سے حسد کرے گا اور اپنے باطن میں اس سے نعمت کے زائل ہو جانے کی آرزو کرے گا، یہ اندرونی کیفیت اس کے اختیار میں نہیں ہے اور بارگاہ خداوندی میں اس کے بارے میں اس سے نہیں پوچھا جائے گا لیکن اگر یہ شخص اپنی اندرونی حالت کو راضی کرنے کے لئے کوئی ناجائز کام انجام دے اور جس پر حسد کر رہا ہو اس پر عملاً ظلم کرے تو قیامت میں اسے سزا دی جائے گی۔

**سوم:** اگر انسان کسی کو کسی خاص حالت یا شرائط میں دیکھے تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے بدظن ہو جائے گا اور اس کے ذہن میں اس شخص کے بارے میں گناہ آلودہ خیالات پیدا ہوں گے۔ ان تمام غیر اختیاری خیالات کی کوئی سزا نہیں، لیکن اگر بدظن ہونے کے بعد اختیاری عمل انجام دے اور اس کے تمام اعمال اور حرکات پر نظر رکھے تو یہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے اس بنا پر اسے سزا دی جائے گی۔

### خلاصہ

مورد بحث آیت کریمہ ان پلید اور بد نیتوں کے بارے میں ہے جنہیں دنیا میں ہم اپنے ارادہ اور اختیار کے ساتھ سوچتے ہیں یہی نیتیں قیامت میں اگر معاف نہ کی گئیں تو سزا کا باعث بنیں گی لیکن وہ افکار اور نیتیں جو ہمارے اختیار سے خارج ہیں اور ہمارے چاہنے کے بغیر ہی ہماری ضمیر پر مسلط ہو جاتی ہیں وہ اس آیت میں شامل نہیں ہیں۔

## أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ

قرآن مجید میں بعض مقامات پر، قیامت میں موجود تمام افراد کو اعمال کے لحاظ سے دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا

ہے۔

پہلا گروہ؛ پاک اور نیک افراد ہیں یہ اصحاب میمنہ ہیں نامہ اعمال انہیں دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

دوسرا گروہ؛ بد اور گنہگار لوگ ہیں یہ اصحابِ مشمّمہ ہیں نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

نامہ اعمال اصحابِ یمن  
 اہل تقویٰ، اہل ایمان و یقین  
 روزِ محشر باشد اندر دست راست  
 صاحبِ این نامہ از غم رهاست  
 این جواز رہ گشای جنت است  
 این برات جاودانہ رحمت است  
 نامہ اعمال اصحابِ شمال  
 آن تہکاران بس افسردہ حال  
 باشد اندر دست چپ روز شمار  
 رمز محکومیت اصحابِ نار  
 نامہ شرمندگی و حسرت است  
 حکمِ بدکاران دور از رحمت است

ترجمہ:

دائیں طرف اصحابِ یمن کا نامہ اعمال جو اہل تقویٰ، اہل ایمان اور اہل یقین ہیں ان لوگوں کا نامہ اعمال قیامت کے دن دائیں ہاتھ میں ہوگا اس خط کے حامل افراد غموں سے رہا ہوں گے یہ جنت کے دروازے کا ٹکٹ ہے، یہ ان پر خدا کی ہمیشہ کے لئے رحمت ہے اصحابِ شمال کا نامہ اعمال جو برباد ہو گئے پریشان ہوں گے قیامت کے دن ان کے بائیں ہاتھ میں ہوگا، یہ جہنمیوں کی محکومیت کا راز ہے یہ شرمندگی اور حسرت والا خط ہے، بدکاروں کے لئے رحمت سے دوری کا حکم ہے۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ  
 وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِالَّذِينَ آمَنُوا وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ

”پھر وہ ان لوگوں میں شامل ہو جاتا جو ایمان لائے اور انہوں نے صبر اور مرحمت کی ایک دوسرے کو نصیحت کی یہی لوگ خوش نصیبی والے ہیں اور جن لوگوں نے ہماری آیات سے انکار کیا ہے وہ بدبختی والے ہیں انہیں آگ میں ڈال کر اسے

ہر طرف سے بند کر دیا جائے گا۔“ [۱]

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بَيِّنَاتٍ فَيَقُولُ هَذَا وَمَا كُنْتُ بِهِ بِشَاهِدٍ  
فَيَقُولُ يَلْبِثُنِي لَعْنَةُ كِتَابِيهِ وَلَعْنَةُ مَا حَسَابِيهِ

پھر جس کو نامہ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ سب سے کہے گا کہ ذرا میرا نامہ اعمال تو پڑھو لیکن جس کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا اے کاش یہ نامہ اعمال مجھے نہ دیا جاتا اور مجھے اپنا حساب نامعلوم ہوتا۔ [۲]

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بَيِّنَاتٍ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا وَأَمَّا  
مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا

پھر جس کو نامہ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اس کا حساب آسان ہوگا اور وہ اپنے اہل کی طرف خوشی خوشی واپس آئے گا اور جس کو نامہ اعمال پشت کی طرف سے دیا جائے گا وہ عنقریب موت کی دعا کرے گا۔ [۳]

سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ مَا الْحِسَابُ الْيَسِيرُ قَالَ: أَنْ يَنْظُرَ فِي كِتَابِهِ فَيَتَجَاوَزَ لَهُ عَنْهُ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حساب یسیر (آسان حساب) کے بارے میں پوچھا گیا جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی بیان ہوا ہے آپ فرمایا:

”نامہ اعمال پر ایک نگاہ ڈال کر اس کے مالک کے حق میں اس سے چشم پوشی اختیار کی جائے گی۔“ [۴]

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان چند آیات میں فقط دو گروہوں کے بارے میں اصحاب میمنہ اور اصحاب مشئمہ کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے ان دو گروہوں کے لئے، ان دو ناموں کا انتخاب مذکورہ شرح کے مطابق اس وجہ سے ہے کہ قیامت کے دن نامہ اعمال یا ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں ہاتھ میں، البتہ سورہ واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے مقربوں کے نام سے تیسرے گروہ کا بھی ذکر کیا ہے لیکن اس گروہ کے نامہ اعمال کے بارے میں کوئی بات بیان نہیں ہوئی

وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ  
الْمَشْأَمَةِ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ

[۱] سورہ بلد آیت ۲۰ تا ۲۱

[۲] سورہ حاقہ آیت ۱۹، ۲۵-۲۶

[۳] سورہ انشقاق آیت ۷ تا ۱۱

[۴] تفسیر درالمشورجہ ۶ صفحہ ۳۲۹



اور تم تین گروہ ہو جاؤ گے پھر داہنے ہاتھ والے اور کیا کہنا داہنے ہاتھ والوں کا اور بائیں ہاتھ والے اور کیا پوچھنا ہے بائیں ہاتھ والوں کا اور سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے ہی ہیں وہی اللہ کی بارگاہ کے مقرب ہیں نعمتوں بھری جنتوں میں ہوں گے۔ [۱]

قیامت میں تیسرا گروہ سب سے زیادہ باعظمت ہوگا، یہ گروہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے اور صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی وجہ سے تمام پاک اور نیک لوگوں پر مقدم ہوگا بعض روایات میں ہے کہ سابقوں جو کہ مقربوں اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہیں، ان سے مراد انبیاء اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء کرام ہیں۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى خَلَقَ ثَلَاثَةَ أَصْنَافٍ وَهُوَ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ "وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً" الْآيَاتُ قَالَ: فَالْسَّابِقُونَ هُمُ رُسُلُ اللَّهِ وَخَاصَّةُ اللَّهِ مِنْ خَلْقِهِ.

امام صادق علیہ السلام نے مذکورہ تین گروہوں کو ذکر کرنے اور مورد بحث آیت کریمہ کی طرف اشارہ کرنے کے بعد

فرمایا:

”سابقون اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور اس کی بارگاہ کے مخصوص (لوگ) ہیں“۔ [۲]

قرآن مجید میں اصحاب یمین اور اصحاب شمال اور ان کی کتابوں کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی ان دو گروہوں کے پاس نامہ اعمال ہوگا اور ان کے تمام دنیاوی امور محاسبہ اور بررسی ہوں گے لیکن مقربین جن سے مراد انبیاء کرام اور اولیاء اللہ ہیں اولیاء اللہ میں سب سے پہلے امام علیؑ اور دیگر آئمہ اطہار علیہم السلام کا ذکر آتا ہے ان کے نامہ اعمال کے بارے میں کچھ کہے بغیر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ خدا کی رحمت اور نعمت کی بہشت میں ہوں گے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں ان کی زندگی پاک و پاکیزہ گذری اور بارگاہ الہی میں ان کا مقام و منزلت اس قدر واضح اور روشن ہے کہ ان کے (اعمال کے لئے) محاسبہ اور بررسی کی ضرورت نہیں اور یہ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو گے۔

قَوْلُهُ تَعَالَى: "وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً" قَالَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ أَصْحَابِ الشَّيْعَاتِ يُوقَفُونَ لِلْحِسَابِ وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ أَوِ السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ سَبَقُوا إِلَى الْجَنَّةِ بِغَيْرِ حِسَابٍ.

[۱] سورہ واقعہ آیت ۷ تا ۱۲

[۲] تفسیر صافی صفحہ ۵۱۹

علامہ قمی اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اصحابِ مہمناہ وہ مومنین ہوں گے جن کے اعمال کے بہت سے پیغام ہوں گے اور حساب کے لئے انہیں روکا جائے گا۔ دوسرا گروہ اصحابِ مشئمہ ہیں، اصحابِ مشئمہ کے کیا کہنے؟ تیسرا گروہ سابقون کا ہے جو سب سے پہلے ہوں گے، یہ بارگاہِ الہی کے مقرب بندے ہیں، جو بہشت کی جانب سب سے آگے ہوں گے اور سب سے پہلے بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

## قیامت میں انبیاء کرام سے سوال

قرآن مجید میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انبیاء کی امتوں اور خود انبیاء سے بھی سوال پوچھے گا:

فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ.

”پس اب ہم ان لوگوں سے بھی سوال کریں گے اور ان کے رسولوں سے بھی سوال کریں گے۔“ [۱]

ممکن ہے کوئی پوچھے کہ کیا اس آیت کریمہ کے ہوتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ انبیاء کرام بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں موجود قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا سوال کرنا ان کے عقائد، اخلاق، اعمال اور جو کام انہوں نے پوری زندگی میں انجام دئے تھے کے ساتھ مربوط نہیں ہے بلکہ یہ سوال امر رسالت اور تبلیغ دین کے ساتھ مربوط ہے، لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ کیا انبیاء نے خدا کا امر تم تک پہنچایا اور اپنی آسمانی ماموریت کو انجام دیا یا نہیں؟ اور انبیاء سے پوچھا جائے گا؛ کیا تم نے ادا امر الہی کو اپنی قوم تک پہنچا کر اپنی مسؤلیت کو عملی جامہ پہنایا تھا یا نہیں؟ یہ مطلب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی حدیث میں بیان ہوا ہے:

فِي الْاِحْتِجَاجِ عَنِ امِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي حَدِيثٍ فَيَقَامُ الرَّسُلُ فَيُسْأَلُونَ عَنْ تَأْدِيَةِ الرِّسَالَةِ الَّتِي حَمَلُوهَا إِلَىٰ اٰمِهِمْ فَيُخْبِرُونَ كَمَا قَالَ اللهُ "فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ".

احتجاج میں امام علی علیہ السلام سے حدیث نقل ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

قیامت کے دن انبیاء کو دوبارہ اٹھا کر ان سے اپنی اپنی امتوں تک امر رسالت پہنچانے اور دین حق کی تبلیغ کے بارے میں پوچھا جائے گا وہ جواب دیں گے کہ ہم نے پیغام رسالت لوگوں تک پہنچا کر اپنی ماموریت کو انجام دیا ہے اس کے بعد مختلف امتوں سے اس سلسلے میں پوچھا جائے گا لیکن وہ پیغمبروں کی باتوں کو جھٹلائیں گے اور کہیں گے کہ انہوں نے ہم تک

[۱] سورہ اعراف آیت ۶

کوئی پیغام نہیں پہنچایا تھا۔

اس کے بعد امام علیؑ نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی انبیاء اور ان کی امتوں سے سوال والی آیت کو ذکر فرمایا۔

## مشرکین اور کفر و ضلالت کے اماموں کا انجام

جس طرح انبیاء کرام اور اللہ کے مخصوص اولیاء بارگاہ الہی کے دو مقرب گروہ ہیں اور ان کا مقام اصحاب یمین سے بھی زیادہ بلند ہے اور یہ گروہ بغیر حساب و کتاب کے بہشت میں داخل ہوں گے۔ اسی طرح خدا کے ساتھ شریک کرنے والے اور کفر و ضلالت کے امام ایسے دو گروہ ہیں جنہیں خدا کی بارگاہ سے ہٹایا گیا ہے اور دونوں گروہ کا مقام اصحاب شمال سے بھی پست ہوگا یہ گروہ بغیر حساب و کتاب کے دوزخ میں داخل ہوں گے مشرک اپنے ظالمانہ اقدامات کی وجہ سے عقل سے کام نہیں لیتے، وہ لوگ خدا کی مخلوق کو، خدا کی جگہ اپنا معبود بنا کر اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اس طرح وہ عظیم ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں اس گروہ کا گناہ قرآن مجید کے مطابق ہرگز نہیں بخشا جائے گا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ. [۱]

”اللہ اس بات کو معاف نہیں کر سکتا کہ اس کا شریک قرار دیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش سکتا ہے۔“  
مشرکوں نے اگر اپنی زندگی میں اچھے کام انجام دیئے ہوں اور مشرک ہو کر مرجائیں تو بھی قیامت میں ان کے یہ اعمال مؤثر نہیں ہوں گے کیونکہ شرک اتنی آفت ہے جس پر کوئی بھی عمل اثر نہیں کر سکتا۔ یہ بات بھی قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے۔

وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ.

”اور اگر یہ لوگ شرک اختیار کر لیتے تو ان کے بھی سارے اعمال برباد ہو جاتے۔“ [۲]

## خلاصہ

خدا کے ساتھ شرک عظیم اور نہ بخشا جانے والا گناہ ہے قیامت میں مشرک سے کوئی حساب و کتاب نہیں ہوگا اور اس کے اعمال کو نظر انداز کر کے اسے بغیر محاسبہ کے جہنم میں داخل کیا جائے گا، کیونکہ اس کے نامہ اعمال میں شرک کے سوا کچھ بھی نہیں ہوگا اور اگر بالفرض اس نے اپنی زندگی میں نیک اعمال انجام دیئے ہوں تب بھی شرک کی آفت ان سب کو ختم کر دے گی اور اسکے پاس کچھ بھی نہیں بچے گا۔

[۱] سورہ نساء۔ آیت ۴۸

[۲] سورہ انعام آیت ۸۸

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُحَاسِبُ كُلَّ خَلْقٍ إِلَّا مَنْ أَشْرَكَ بِاللَّهِ فَإِنَّهُ لَا يُحَاسِبُ وَيَوْمَ مَرُّ بِهِ الزَّيِّ النَّارِ.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام لوگوں سے حساب لے گا سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے خدا کے ساتھ شرک کیا (لوگ) شرک کی وجہ سے جہنمی اور عذاب کے حقدار ہیں اور ان پر حساب کے بغیر جہنم کا حکم جاری ہوگا“۔<sup>[۱]</sup>

دوسرا گروہ جن کے نیک اعمال مشرکین کی طرح حبط اور بے اثر ہوں گے اور وہ حساب و کتاب کے بغیر جہنم میں جائے گے وہ کفر و ضلالت کے رہبر و رہنما ہیں، یہ لوگ اپنے باطن میں خدا اور اس کے رسول کے دین کو مذاق سمجھتے تھے خود بھی گمراہ اور منحرف تھے اور دوسرے نادان لوگوں کو بھی گمراہی کی طرف کھینچتے تھے اس طرح یہ ان کی گمراہی کا باعث بن جاتے تھے۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزَنًا ذَلِكَ جَزَاءُهُمْ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا الْآيِنِ وَرُسُلِي هُزُؤًا.

”یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آیات پروردگار اور اس کی ملاقات کا انکار کیا ہے تو ان کے اعمال برباد ہو گئے ہیں اور ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے ان کی جزا ان کے کفر کی بنا پر جہنم ہے کہ انہوں نے ہمارے رسولوں اور ہماری آیتوں کو مذاق بنا لیا ہے۔“<sup>[۲]</sup>

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فِي حَدِيثٍ يُذَكَّرُ فِيهِ أَهْلَ الْمَوْقِفِ وَأَحْوَالَهُمْ وَمِنْهُمْ أُمَّةٌ الْكُفْرِ وَ قَادَةُ الضَّلَالَةِ فَأُولَئِكَ لَا يُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزَنًا وَلَا يُعْبَوُ بِهِمْ لِأَنَّهُمْ لَمْ يُعْبُوا بِأَمْرِهِ وَمَنْبِهِ فَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ.

امام علی علیہ السلام نے ایک مفصل گفتگو میں قیامت میں موجود لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”ان میں سے کفر کے رہنما اور گمراہی اور ضلالت کے رہبر بھی ہیں اللہ تعالیٰ اس گروہ کے لئے میزان عمل قائم نہیں کریگا اور ان کی کوئی پرواہ نہیں فرمائے گا، جس طرح انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کی پرواہ نہیں کی تھی اور وہ ہمیشہ

[۱] سفینہ جلد ۱ حسب، ۲۳۹

[۲] سورہ کہف آیت ۱۰۵-۱۰۶

## گمراہی کے امام کی آرزو

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

گذشتہ زمانے میں ایک دنیا طلب شخص تھا جس نے اپنی آرزو اور تمنا تک پہنچنے کے لئے بہت کوششیں کیں لیکن وہ حلال و حرام طریقے سے اپنے مقصد تک نہ پہنچ سکا (اس نے اپنے مقصد تک رسائی کے لئے) لوگوں کے لئے نیا دین بنانے کا ارادہ کیا اس نے خود کو خدا کی طرف سے رہبر و رہنما کہا اور اپنے شیطانی افکار کو خدا کے آئین کا نام دیا اس طرح اس نے سادہ دل لوگوں کو غافل کر کے اپنی جانب متوجہ کر لیا آہستہ آہستہ کچھ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کی بدعتوں کو دین حق کے طور پر قبول کرنے لگے، بڑے عرصے تک اس طرح چلتا رہا اور وہ اپنے مقصد تک پہنچ گیا۔

ثُمَّ إِنَّهُ فَكَّرَ فَقَالَ مَا صَنَعْتُ ابْتَدَعْتُ دِينًا وَ دَعَوْتُ النَّاسَ إِلَيْهِ وَمَا أَرَى لِي تَوْبَةً إِلَّا أَنْ آتِيَ مَنْ دَعَوْتُهُ فَأَرَدْتَهُ عَنْهُ فَجَعَلَ يَأْتِي أَصْحَابَهُ الَّذِينَ أَجَابُوهُ فَيَقُولُ إِنَّ الَّذِي دَعَوْتُمْ كُمْ إِلَيْهِ بَاطِلٌ وَإِنَّمَا ابْتَدَعْتُهُ فَجَعَلُوا يَقُولُونَ كَذَبْتَ هُوَ الْحَقُّ وَ لَكِنَّكَ شَكَّكَتَ فِي دِينِكَ فَ رَجَعْتَ عَنْهُ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَمَدًا إِلَى سِلْسِلَةٍ فَوَتَّدَ لَهَا وَ تَدَأْ ثُمَّ جَعَلَهَا فِي عُنُقِهِ وَ قَالَ لَا أَحْلُهَا حَتَّى يَتُوبَ اللَّهُ عَلَيَّ فَأَوْحَى اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَيَّ نَبِيٍّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قُلْ لِفُلَانٍ وَ عِزَّتِي وَ جَلَالِي لَوْ دَعَوْتَنِي حَتَّى تَنْقَطِعَ أَوْصَالُكَ مَا اسْتَجَبْتُ لَكَ حَتَّى تَرُدَّ مَنْ مَاتَ عَلَى مَا دَعَوْتَهُ إِلَيْهِ فَيَرْجِعَ عَنْهُ.

عمر کی آخر میں اسے اپنے غلط کاموں کا احساس ہوا اور وہ اپنے آپ سے کہنے لگا میں نے بہت برا کام انجام دیا ہے اپنا جھوٹا دین بنا کر اس کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور ان کی گمراہی کا باعث بنا، میرے خیال میں۔ میرے اس عظیم گناہ کی وجہ سے توبہ کے تمام دروازے بند ہو چکے ہیں سوائے اس کے کہ میں اپنے پیروکاروں کے پاس جا کر انہیں، اس راستے سے منحرف کروں اس نے ایسا ہی کیا اور بار بار رنفت و آمد کے ذریعے اس نے اپنے پیروکاروں کو واضح طور پر کہہ دیا کہ میری دعوت باطل تھی اور میں تمہیں جو آئیں سکھایا ہے وہ بدعت ہے جس کی بنیاد خود میں نے رکھی تھی۔ اس لئے تم سب اسے ترک کر کے اس راستے سے واپس لوٹ آؤ۔

اس کے پیروکاروں نے اس کی ساری باتیں سننے کے بعد جواب دیا؛ تم جھوٹ بول رہے ہو تیرا دین تو برحق ہے

لیکن تم نے اپنے شک کی بنا پر اسے ترک کر دیا ہے۔

جب اس نے یہ صورت حال دیکھی اور لوگوں پر اس کی گفتگو کا کوئی اثر نہ ہوا تو اس نے اپنی گردن اور ہاتھوں کو زنجیروں سے باندھ کر کہا؛ میں انہیں اس وقت تک نہیں کھولوں گا جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہ فرمائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت کے ایک نبی پر وحی نازل ہوئی کہ فلاں بندہ کے پاس جا کر کہو کہ مجھے اپنی عزت کی قسم! مجھے پکارتے وقت اگر تم خود کو اتنی تکلیف دو کہ تیری ہڈیوں کے تمام جوڑ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تب بھی میں تیری دعا اور توبہ کو قبول نہیں کروں گا سوائے اس کے کہ ان تمام لوگوں کو جنہیں تم نے اپنی باتوں کے ذریعے گمراہ کیا ہے اگر مرچکے ہیں تو زندہ کر کے اپنے باطل عقیدے سے منصرف کر دو۔<sup>[۱]</sup>

### حساب کے بغیر بہشت میں جانا

قیامت کے دن چار گروہوں کا حساب و کتاب نہیں ہوگا اور ان کے دنیاوی امور کی برسی نہیں کی جائے گی۔ پہلا اور دوسرا گروہ؛ انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ کا ہے یہ گروہ بغیر حساب کے بہشت میں داخل ہوگا۔ چوتھا اور پانچواں گروہ۔ مشرکین اور کفر و ضلالت کے اماموں کا ہے یہ دونوں گروہ بغیر حساب کے جہنم میں جائیں گے اس کے علاوہ تمام اصناف و اقسام کے لوگوں کو حساب و کتاب کے لئے ٹھہرایا جائے گا ان کے اعمال کا محاسبہ ہوگا نیک لوگوں کو انعام اور برے لوگوں کو سزا دی جائے گی یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و وسیع اور الامداد ہے اور دوسری طرف صالح لوگوں کے ایمان اور خلوص کے مراتب اور ان کے اخلاق اور اعمال کے درجات مختلف ہوتے ہیں اس بنا پر ان کی حساب رسی بھی مختلف ہوگی ممکن ہے کسی ایک کا خالص عمل اس قدر صاحب عمل کے درجات کو بلند کر دے اور اسے اللہ کی رحمت میں شامل کر دے کہ حکم پروردگار سے اس کے دیگر اعمال کے محاسبہ کو منع کیا جائے اور وہ اہل بہشت کے ساتھ جنت الفردوس کی طرف روانہ ہو جائے اس سلسلے میں آئمہ معصومین علیہم السلام کی بہت سی روایات موجود ہیں ہم یہاں صرف دو روایات کو بیان کر رہے ہیں

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ قَبِلَ اللَّهُ مِنْهُ حَسَنَةً وَاحِدَةً لَمْ يُعَذِّبْهُ أَبَدًا وَدَخَلَ الْجَنَّةَ

امام صادق عَلَيْهِ السَّلَامُ نے فرمایا:

اگر کسی کا کوئی نیک عمل بارگاہ خداوندی میں قبول ہو جائے وہ ہرگز خدا کے عذاب میں مبتلا نہیں ہوگا اور ایسا انسان

[۱] عقاب الاعمال صدوق صفحہ ۳۰۶

بہشتی ہے۔ [۱]

صحیح اعمال انجام دینا ہمارے ذمہ ہے اور اس عمل کو قبول کرنا ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مربوط ہے۔ صحیح عمل ایسا اچھا کام ہے جسے مکلف تمام شرعی شرائط کے ساتھ بخالاتا ہے اور اس کی وجہ سے صاحب عمل انعام کا حقدار بنتا ہے۔

## مقبولیت عمل کی شرائط

عمل کی مقبولیت کی شرائط میں سے ایک شرط خلوص نیت ہے یہ ایک ہی مشکل کام ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے ضمیر کو خدا کے ساتھ مخصوص کرتا ہے اور اپنے دل کو ان تمام افکار و نظریات سے پاک کر دیتا ہے جو خلوص نیت کے منافی ہوں اگر کوئی مومن چاہے ایک ہی مرتبہ اس طرح کا مخلصانہ عمل انجام دے تو گویا وہ عظیم توفیق پر فائز ہو گیا اور امام صادق کے فرمان کے مطابق، اگر کسی کا ایک نیک عمل بھی بارگاہ الہی میں قبول ہو تو وہ بہشتی ہوگا اور خداوند عالم ہرگز اسے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا

بعض لوگ اپنی پوری زندگی کسی ایک نیک صفت کو اپناتے ہیں اور جس قدر ممکن ہوتا ہے اسے خلوص کے ساتھ انجام دیتے ہیں بعض روایات کے مطابق قیامت کے دن ان کا یہ مخلصانہ عمل اس قدر پر ارزش ہوگا کہ اس کی وجہ سے صاحب عمل کے دیگر تمام اعمال کا محاسبہ نہیں کیا جائیگا اور حکم پروردگار ہوگا کہ اسے بغیر حساب کے بہشت میں داخل کیا جائے۔

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ آبَائِهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَمَعَ اللَّهُ الْخَلَائِقَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ وَيُنَادِي مُنَادٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ يَسْمَعُ آخِرَهُمْ كَمَا يَسْمَعُ أَوَّلَهُمْ يَقُولُ: أَيُّنَ أَهْلِ الصَّبْرِ؟ فَيَقُومُ عَنْقُ مِنَ النَّاسِ فَتَسْتَقْبِلُهُمْ زُمْرَةٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَيَقُولُونَ لَهُمْ مَا كَانَ صَبْرُكُمْ هَذَا الَّذِي صَبَرْتُمْ؟ فَيَقُولُونَ: صَبَرْنَا أَنْفُسَنَا عَلَى طَاعَةِ اللَّهِ وَصَبَرْنَا هَا عَنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ قَالَ: فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ صَدَقَ عِبَادِي خَلُّوا سَبِيلَهُمْ لِيَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالَ: ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ آخَرَ يَسْمَعُ آخِرَهُمْ كَمَا يَسْمَعُ أَوَّلَهُمْ فَيَقُولُ: أَيُّنَ أَهْلِ الْفَضْلِ فَيَقُومُ عَنْقُ مِنَ النَّاسِ فَتَسْتَقْبِلُهُمْ زُمْرَةٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَيَقُولُونَ مَا فَضَلُّكُمْ هَذَا الَّذِي نُودِيتُمْ بِهِ؟ فَيَقُولُونَ كُنَّا بِجَهْلٍ وَعَلَيْنَا فِي الدُّنْيَا فَنَحْتَمِلُ وَيُسَاءُ إِلَيْنَا فَنَعْفُو قَالَ: فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ صَدَقَ عِبَادِي خَلُّوا سَبِيلَهُمْ لِيَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد سے اور انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جس وقت قیامت کا دن آئے گا اور اولین و آخرین تمام مخلوق حکم خدا سے میدان محشر میں جمع ہوں گے تو منادی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز دے گا جسے محشر میں موجود تمام لوگ سنیں گے (منادی) کہے گا اہل صبر کہاں ہیں؟ کچھ لوگ کھڑے ہوں گے اور اپنی گردنیں بلند کر کے کہیں گے کہ ہم اہل صبر ہے کچھ ملائکہ ان کا استقبال کریں گے اور ان سے کہیں گے؛ تم نے کس چیز پر صبر کیا تو وہ کہیں گے؛ ہم نے اپنے نفس کو خدا کی اطاعت میں صبر اور اس کی نافرمانی نہ کرنے میں صبر پر مجبور کیا منادی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز دے گا کہ میرے بندے سچ کہے رہے ہیں ان کو راستہ دو تا کہ بغیر حساب و کتاب کے بہشت میں داخل ہو جائیں اس کے بعد ایک اور منادی آواز بلند کرے گا جسے سب سنیں گے وہ کہے گا اہل فضل کہاں ہیں؟ کچھ لوگ کھڑے ہو کر اپنی گردنیں بلند کریں گے اور کہیں گے کہ ہم اہل فضل ہیں۔

کچھ ملائکہ ان کا استقبال کریں گے اور ان سے کہیں گے؛ تمہارا فضل کس چیز کی وجہ سے ہے؟ وہ کہیں گے؛ دنیا میں ہمارے ساتھ جا بلانہ برتاؤ ہوتا تھا لیکن ہم اس پر تحمل کر لیا کرتے تھے، ہمارے ساتھ برا سلوک کیا جاتا تو ہم اسے بخش دیتے تھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے منادی ندا دے گا کہ؛ یہ سچ کہے رہے ہیں ان کو راستہ دو تا کہ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے۔<sup>[۱]</sup>

## محاسبہ نفس

اہل ایمان کے محاسبہ میں کریم اور مہربان پروردگار بہت آسانی فرماتا ہے۔ ان کے گناہوں کو چھوٹی چھوٹی چیزوں کی وجہ سے بخش کر انہیں اپنے دامن عفو میں جگہ دیتا ہے لیکن آخرت کے حساب کے تمام مراحل آسانی کے ساتھ طے ہونے اور جلد از جلد اعمال کی تحقیق و بررسی ہو جانے کے لئے ضروری ہے کہ ہر شخص دنیا میں اپنے اعمال کا حساب کرے اور روزانہ ہر دن کے نامہ اعمال کا محاسبہ کرے کیونکہ یہ کام قیامت کی مشکلات کو کم کرتا ہے اور انسان کی نجات کے اسباب مہیا کرتا ہے یہاں تک کہ حدیث میں ہے کہ

مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا لَمْ يُحَاسِبْهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

جو بھی دنیا میں اچھی طرح سے اپنے نفس کا محاسبہ کرے، اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی حساب رسی نہیں کرے گا۔<sup>[۲]</sup> اسلام میں محاسبہ نفس پر خاص توجہ دی گئی ہے آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی بہت سی روایات اس موضوع پر بیان ہوئی ہیں،

[۱] امامی شیخ طوسی جلد ۱ صفحہ ۱۰۰

[۲] مفردات راغب - احسب



احادیث کی کتابوں میں علمائے حدیث نے اس موضوع کیلئے مخصوص باب بنائے ہیں، ان روایات میں تاکید کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو روزانہ اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہیے اور اس مفید کام سے ہرگز غفلت نہیں کرنی چاہئے۔

عَنْ هِشَامِ بْنِ الْحَكَمِ عَنِ الْكَاطِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ: يَا هِشَامُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُحَاسِبْ نَفْسَهُ

فِي كُلِّ يَوْمٍ

ہشام بن حکم نے حضرت موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام سے حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اے ہشام! وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے اور ہمارے ساتھ معنوی وابستگی نہیں رکھتا ہے جو روزانہ اپنے نفس کا محاسبہ

نہ کرتا ہو؛ [۱]

امام علی علیہ السلام نے ایک خطبے میں باایمان اور وظیفہ شناس لوگوں کی بعض صفات بیان فرمائی ہیں۔ آپ نے اس خطبہ میں عالم آخرت کے اوپر ان کے یقین کے بارے میں بتایا اور پھر آپ نے لوگوں کی توجہ کو محاسبہ نفس اور ان کاموں کی طرف مبذول فرمایا جنہیں انجام دینے میں وہ سستی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:

فَلَوْ مَثَلْتَهُمْ لِعَقْلِكَ فِي مَقَاوِمِهِمُ الْبَحْمُودَةَ وَحِجَالِيسِهِمُ الْمَشْهُودَةَ وَقَدْ نَشَرُوا دَوَاوِينَ

أَعْمَالِهِمْ وَفَرَعُوا الْبِحَاسِبَةَ أَنْفُسِهِمْ عَلَى كُلِّ صَغِيرَةٍ وَكَبِيرَةٍ أَمَرُوا بِهَا فَكَصَرُوا عَنْهَا أَوْ نُهُوا عَنْهَا

فَفَرَّطُوا فِيهَا

اگر تم اس پاک دل اور باایمان گروہ کو اپنے عقل میں تمثیل دو تو تم انہیں عبودیت کے مقام محمود اور بندگی اور اطاعت کی ظاہری مجالس میں دیکھو گے کہ جن اعمال کو انہوں نے انجام دیا ہے اس کے نامہ اعمال کو اپنے ضمیر میں کھول کر اپنے حالات سے باخبر ہونے کے لئے تیار ہیں تاکہ اپنے ہر چھوٹے اور بڑے کام کا محاسبہ کریں اور جان لیں کہ کس مقام پر انہوں نے امر الہی کی انجام دہی میں کوتاہی کی ہے اور کن مقامات پر امر الہی پر توجہ نہ دے کر افراط کا شکار ہوئے ہیں۔ [۲]

مومن اور باایمان لوگ محاسبہ نفس کی وجہ سے بیدار دل اور آگاہ ہوتے ہیں، انہیں اپنے عیوب اور نقائص کی خبر ہوتی ہو ان کی توجہ اپنے گناہوں کی جانب ہوتی ہے، ایسے لوگ دوبارہ اپنے رب کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور اس کے حضور احساس شرمندگی اور خود کو سزا کا مستحق ٹھہراتے ہیں یہی اندرونی روحانی اور ناراحتی کی کیفیت ان کے حقیقی ایمان کی علامت ہے جو انہیں عفو پروردگار میں شامل کر دیتی ہے اور ان کے نامہ اعمال سے گناہوں کے نشانات مٹا کر ان کو اپنی لامحدود رحمت میں

[۱] مستدرک الوسائل جلد ۲ صفحہ ۳۵۳

[۲] نیج البلاغہ خطبہ ۲۲۲

شامل کر دیتی ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: قَالَ اللَّهُ جَلَّ جَلَالُهُ مَنْ أَذْنَبَ ذَنْبًا فَعَلِمَهُ أَنَّ لِيُ أَعْدِبَهُ وَأَنَّ لِي أَنْ أَعْفُوَ عَنْهُ عَفْوَتِي عَنْهُ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”جو شخص کسی گناہ کو انجام دے اور جانتا ہو کہ یہ حق صرف مجھے ہے کہ میں اسے سزا دوں یا معاف کر دوں تو میں ایسے شخص کو بخش کر اس کے گناہ سے درگزر کرتا ہوں“۔<sup>[۱]</sup>

وہ لوگ جو اپنے نفس کا محاسبہ نہیں کرتے اور روزانہ گناہ کے مرتکب ہو کر اپنے گناہوں کو بڑھاتے ہیں، ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف واپسی نہ صرف بعید نظر آتی ہے بلکہ اس لا پرواہی کی وجہ سے ممکن ہے کہ وہ ارتداد اور کفر کا راستہ اختیار کر لیں۔ قرآن مجید میں بھی اس عظیم خطرہ کو بیان کیا گیا ہے:

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّؤْأَىٰ أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ.

اس کے بعد برائی کرنے والوں کا انجام برا ہوا کہ انہوں نے خدا کی نشانیوں کو جھٹلادیا اور برابران کا مذاق اڑاتے

رہے۔<sup>[۲]</sup>

قیامت کہ نیکان بہ اعلیٰ رسند  
زقعر ثریٰ تاثر یا رسند  
توراخود بماندسراز تنگ پیش  
کہ گردت برآید عمل های خویش  
برادر زکار بدان شرم دار  
کہ در روی نیکان شوی شرم سار

ترجمہ:

قیامت کے دن نیک لوگ عظیم درجے پر فائز ہوں گے وہ پستیوں سے بلندیوں پر پہنچ جائیں گے جب تمہارے اردگرد تمہارے اعمال ہوں گے تو تمہارا سر چکرا جائے گا

[۱] ثواب الاعمال صفحہ ۲۱۳

[۲] سورہ روم۔ آیت، ۱۰

اے بھائی! بدکردار لوگوں کے کاموں سے شرم کرو، ورنہ تم باکردار لوگوں کے سامنے شرمسار ہوں گے۔

نتیجہ:

ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے قیامت میں بھی ہر شخص کا نامہ اعمال اس کے پاس ہوگا تاکہ وہ اسے پڑھے اور اپنی وضعیت سے باخبر ہو جائے۔ اگر کوئی شخص جب تک وہ زندہ ہے اپنے وظیفہ کو اچھی طرح سے انجام دے اور دنیا میں جو کام کر رہا ہے ان کے بارے میں جان لے اور برے کام انجام دینا چھوڑ دے تو قیامت میں محاسبہ کی پریشانیوں سے محفوظ رہے گا۔

لیکن اگر وہ دنیا میں اپنے برے کاموں کو ناچیز سمجھے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی انجام دہی میں لاپرواہی برتے تو قیامت میں اس کے ہاتھ میں جو اعمال نامہ دیا جائے گا وہ گناہوں سے پر ہوگا وہ اسے پڑھے گا اور جان لے گا کہ اس نے دنیا میں کون سے کام کئے تھے۔

إِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝

اب اپنی کتاب کو پڑھ لو آج تمہارے حساب کے لئے یہی کتاب کافی ہے۔<sup>[۱]</sup>

نامہ خود را بخوان از نیک و بد  
خود تویی بر کردہ های خود سند  
برتو امروز است نفس خود حسیب  
هم تو راز افعال خود باشد نصیب

ترجمہ:

اپنا نیک اور بد نامہ اعمال پڑھو۔ تم خود ہی اپنے کئے ہوئے کاموں پر سند ہو، آج کے دن خود تمہارا نفس تمہارا حساب کرنے والا ہے تمہیں تمہارے افعال میں سے ہی نصیب ہوگا

**ائمہ اہلبیت کے تحریری تذکرات**

ایک طریقہ جس سے انسانوں کی ہدایت کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہلبیت علیہم السلام استفادہ کیا کرتے تھے وہ مختلف موقعوں پر لوگوں کو تحریری یا زبانی تذکر دینا ہے، اس طرح آپ غافل لوگوں کو آگاہ کرتے اور انہیں محاسبہ نفس کے فر

[۱] سورہ اسراء آیت ۱۴

بیضہ کی طرف متوجہ کرتے تھے اس طرح آپ لوگوں کی نجات اور سعادت کے وسیلے مہیا فرمایا کرتے تھے۔  
محمد ابن مسلم زہری کا شمار بنی مروان کے دور کے مشہور و معروف اشخاص میں ہوتا تھا، وہ اپنے عقل و ہوش علوم اکتسابی اور دینی معلومات کی وجہ سے اپنے دور کے اکثر لوگوں پر فوقیت و برتری رکھتا تھا، وہ ظالم حکمرانوں کے فائدے کے لئے کام انجام دیتا جس کی وجہ سے ظالم حکومت کے قیام میں اس کا بنیادی کردار تھا  
امام سجادؑ نے مفید تذکرات اور دیگر ضروری باتوں پر مشتمل ایک خط اسے لکھا جس میں آپ نے اسے اس خطرناک راستے اور اس کے نقصانات سے خبردار فرمایا۔

امام علیؑ نے اپنی بات کا آغاز اس جملے سے فرمایا:

كَفَانَا اللَّهُ وَإِيَّاكَ مِنَ الْفِتَنِ وَرَحِمَكَ مِنَ النَّارِ فَقَدْ أَصْبَحْتَ بِحَالٍ يَنْبَغِي لِمَنْ عَرَفَكَ بِهَا أَنْ

رَحِمَكَ

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں مصیبتوں اور پریشانیوں کے ذریعے امتحان میں دوسرے کی مدد سے بے نیاز فرمائے، اور اپنے غصے کی آگ سے تم پر رحم کرے بیشک تم نے اس حالت اور وضعیت میں صبح کا آغاز کیا ہے کہ سب تمہیں پہچان رہے ہیں اور سب تمہارے حال سے باخبر ہیں تم پر رحم کرے۔

فَانظُرْ أَيُّ رَجُلٍ تَكُونُ غَدًا إِذَا وَقَفْتَ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ فَسَأَلَكَ عَنْ نِعْمَةٍ عَلَيْكَ كَيْفَ

رَعَيْتَهَا وَعَنْ حُجَّتِهِ عَلَيْكَ كَيْفَ قَضَيْتَهَا وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ قَائِلًا مِنْكَ بِالتَّعْذِيرِ وَلَا رَاضِيًا مِنْكَ

بِالتَّقْصِيرِ

دیکھو! کل جب تم حساب و کتاب کے لئے بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو گے تم کیسے بندے ہو گے وہ تم سے پوچھے گا کہ اس نے جو نعمتیں تمہیں عطا کی تھیں تم نے ان کی کس طرح رعایت کی؟ جو دلائل تمہیں دیئے گئے تم نے ان کے ساتھ گفتار و کردار کے ذریعے کیسے قضاوت کی۔

یہ مت سوچو کہ خدا تجھ جیسے عالم اور عاقل کا عذر قبول کرے گا اور تیرے گناہ سے درگزر کرے گا۔

وَأَعْلَمُ أَنَّ مَا كَتَمْتَ وَأَخَفَّ مَا احْتَبَلْتَ أَنْ أَنْسَتْ وَحَشَّةَ الظَّالِمِ وَسَهَلْتَ لَهُ طَرِيقَ الْغِي

بَدُنُوكَ مِنْهُ حِينَ ذَنُوتَ وَإِجَابَتِكَ لَهُ حِينَ دُعِيَتْ.

تم جان لو کہ سب سے زیادہ ناچیز عمل جسے تم نے اپنے کاندھوں پر اٹھایا لیا ہے یہ ہے کہ تم نے گناہ انجام دیتے وقت ظالم کی پریشانی کو برطرف کر دیا اور اس کے ظلم و ستم کے لئے راہ ہموار کی ہے یہ ناجائز کام ظالم ساتھ تمہارے کے نزدیک

ہونے اور تمہارے دعوت قبول کرنے کی وجہ سے ہوا

إِنَّكَ أَخَذْتَ مَا لَيْسَ لَكَ مِنْ أَعْطَاكَ وَ دَنَوْتَ مِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَى أَحَدٍ حَقًّا وَ لَمْ تَرُدَّ بَاطِلًا  
حِينَ أَدْنَاكَ وَ أَحْبَبْتَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ أَوْ لَيْسَ بِدُعَايِهِ إِيَّاكَ حِينَ دَعَاكَ جَعَلُوكَ قُطْبًا أَدَارُوا بِكَ رَحَى  
مَظَالِمِهِمْ وَ جَسِرَ أَيْعُبُونَ عَلَيْكَ إِلَى بَلَايَاهُمْ وَ سُلِّمًا إِلَى ضَلَالَتِهِمْ

”جو چیز تیرا حق نہ تھا تو نے اسے لے لیا اور تو ایسے شخص کے نزدیک ہوا جس نے جیسے ہی تجھے اپنے پاس جگہ دی نہ اس نے صاحب حق تک حق کو پہنچایا اور نہ ہی باطل کو اس کی راہ سے دور کیا تم نے اس روش کے انتخاب سے دشمن خدا کو اپنا دوست بنا لیا کیا ایسا نہیں ہے کہ جب تو ظالم کا مددگار بنا تو وہ تجھے اپنا محور بنا کر اپنی نا انصافی کی چکی کو اس کے گرد پھرانے لگے؟ انہوں نے تجھے پل بنایا تاکہ وہ اپنے ناجائز اہداف تک پہنچنے کے لئے اس سے عبور کر سکیں؟ انہوں نے تجھے سیڑھی بنایا تاکہ اپنی گمراہیوں تک رسائی حاصل کر سکیں؟“<sup>[۱]</sup>

امام سجاد علیہ السلام نے اس خط میں مذکورہ باتوں کے علاوہ اور بہت سے درس آموز مطالب کو صراحت کے ساتھ محمد بن مسلم زہری کے سامنے بیان کیا، آپ نے امام معصوم اور معلم انسانیت کے عنوان سے اس عالم شخص کے پاس جو انحراف کا شکار ہو چکا تھا لازم مطالب بیان فرمائے تاکہ شاید وہ سنبھل کر باطل راستہ ترک کر دے اور حق اور سچ کے راستے کی طرف لوٹ آئے۔ امام نے خط میں محاسبہ نفس کے متعلق بھی بیان فرمایا؛ اس طرح آپ نے اس پر روشن کر دیا کہ وہ اپنے اعمال کی کتاب میں دقت کرے اور اپنے نفس کا مسئول انسان کی طرح محاسبہ کرے۔

فَانظُرْ لِنَفْسِكَ فَإِنَّهُ لَا يَنْظُرُ لَهَا غَيْرُكَ وَ حَاسِبُهَا حِسَابَ رَجُلٍ مَسْئُولٍ.

چشم بصرت سے خود کو دیکھو اور اپنے بارے میں فکر کرو کیونکہ کوئی اور اصلاح کی آنکھ سے تجھے نہیں دیکھے گا، اپنے نفس کا دقت کے ساتھ محاسبہ کرو اور اس سے اس شخص والا محاسبہ کرو جس کے اوپر مسئولیت ہوتی ہے۔<sup>[۲]</sup>

قیامت کے دن اولین و آخرین تمام مخلوقات کے محاسبہ اور ان کی حساب رسی کے بارے میں، قرآن مجید میں بہت سی آیات موجود ہیں قرآن کی بعض آیات میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ سرعت کے ساتھ لوگوں کا حساب لے گا، یہ مطلب بعض آیات میں صراحت کے ساتھ موجود ہے

لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مِمَّا كَسَبَتْ. إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ.

[۱] تحف العقول صفحہ ۲۷۴

[۲] تحف العقول ص ۲۷۴

تاکہ خدا ہر نفس کو اس کے کئے کا بدلہ دے دے کہ وہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔<sup>[۱]</sup> لیکن سختی اور آسانی کے لحاظ سے مخلوقات کی حساب رسی کی کیفیت مختلف لوگوں کے ساتھ مختلف ہوگی۔ کچھ لوگ با ایمان اور نیک ہیں جن سے با آسانی حساب لیا جائے گا اور وہ بہت جلد حساب و کتاب سے فارغ ہو جائیں گے، قرآن مجید میں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسِبُ حِسَابًا يَّسِيرًا۔

پھر جس کو نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اس کا حساب آسان ہوگا۔<sup>[۲]</sup>

## مومنوں کے حساب میں سختی

بعض لوگ مومن اور اہل نجات ہونے کے باوجود ممکن ہے اپنی دنیاوی زندگی میں کچھ نامطلوب اور نامناسب صفات یا سختی سے پیش آنے کی وجہ سے قیامت کے دن دقت کے ساتھ ان کے حساب رسی ہو اور انہیں سزا دی جائے، لیکن اس تھوڑی سی سختی میں ان پر ہرگز ستم نہ ہوگا البتہ یہی دقیق محاسبہ ان کے لئے سخت اور دردناک ہوگا۔ قرآن مجید میں اس حساب رسی کو ”سوء حساب“ (محاسبہ بد) کا نام دیا گیا ہے ایمان رکھنے والے نیک لوگ اس طرح کی حساب رسی سے بھی خوفزدہ نظر آئیں گے

إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يُؤْفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْعَيْثَ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ

مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ۔

اس بات کو صرف صاحبان عقل ہی سمجھ سکتے ہیں جو عہد خدا کو پورا کرتے ہیں اور عہد شکنی نہیں کرتے ہیں اور جو ان تعلقات کو قائم رکھتے ہیں جنہیں خدا نے قائم رکھنے کا حکم دیا ہے اور اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور بدترین حساب سے خوفزدہ رہتے ہیں۔<sup>[۳]</sup>

امام صادق علیہ السلام کے دوستوں اور شیعوں میں سے ایک شخص اپنے مقروض کے ساتھ سختی سے پیش آتا تھا، وہ اپنی رقم

کے حصول کے لئے اس پر بہت سخت گیری سے پیش آ رہا تھا

امام علیہ السلام نے فرمایا:

[۱] سورہ ابراہیم آیت ۵۱

[۲] سورہ انشقاق - آیت ۷، ۸

[۳] سورہ رعد آیت: ۱۹، ۲۰، ۲۱

يَا فُلَانُ مَا لَكَ وَلَا خِيكَ قَالَ جُعِلْتُ فِدَاكَ كَانَ لِي عَلَيْهِ حَقٌّ فَأَسْتَقْصِيْتُ مِنْهُ حَقِّي قَالَ  
أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عليه السلام أَخْبَرَنِي عَنْ قَوْلِ اللَّهِ وَ يَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ أَتَرَاهُمْ خَافُوا أَنْ يَجُورَ عَلَيْهِمْ أَوْ  
يُظْلِمَهُمْ؟ لَا وَاللَّهِ خَافُوا الْإِسْتِقْصَاءَ وَالْمُدَاقَّةَ.

اے فلاں! تجھے تیرے بھائی سے کیا کام ہے؟

تم کیوں اس کے لئے زحمت کے موجب بنتے ہو؟

اس نے عرض کیا: میرا اس پر حساب رہتا ہے، میں اس سے مکمل طور اپنا حق وصول کرنے کے لئے اس کے حساب  
میں دقت کرتا ہوں، اس پر کسی طرح کا ظلم و ستم نہیں کرتا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: مجھے بتاؤ کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ:

وَ يَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ.

بدترین حساب سے خوفزدہ رہتے ہیں۔<sup>[۱]</sup>

تم کیا سمجھتے ہو کہ ان کا یہ خوف محاسبہ میں ان پر ظلم و ستم کی وجہ سے ہے؟

ہرگز ایسا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا (بلکہ اس آیت میں) ان پر حساب میں سختی کے بارے میں

بیان ہوا ہے اور وہ اسی سے خوف زدہ ہیں۔<sup>[۲]</sup>

امام علیہ السلام نے اس حدیث میں واضح بیان کے ذریعے مذکورہ آیت میں موجود ”سوء الحساب“ کے معنی کی تفسیر کو بیان  
فرمایا ہے۔ آپ نے اس روایت میں اعتراض کے ساتھ تذکرہ کر دے کر آیت ”يَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ“ سے پردہ کو ہٹا دیا  
ہے۔

شاید امام علیہ السلام قرض دینے والے اور دیگر تمام اپنے پیروکاروں کو سمجھانا چاہتے تھے کہ قیامت کے سوء الحساب اور  
سختیوں کو فراموش نہ کرو۔ دنیاوی امور کی حساب رسی میں اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ اور آسانی کے ساتھ ان  
سے حساب و کتاب کرو تا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم میں شامل ہو سکو اور سوء الحساب کے رنج اور تکالیف سے  
محفوظ رہو۔

[۱] سورہ رعد آیت ۲۱

[۲] معانی الاخبار صفحہ ۲۴۶

## قیامت میں ظالموں کا حساب و کتاب

قیامت، لوگوں کے نامہ اعمال کی چھان، بین کا دن ہے اس دن تمام اولین و آخرین مخلوقات کے اعمال کی ہر اعتقادی اخلاقی اور عملی اعتبار سے تحقیق و بررسی کی جائے گی اور وہ محاسبہ کے لحاظ سے رحمت خداوندی یا عذاب میں مبتلا ہوں گے لیکن قیامت کے دن سب سے ہم حساب و کتاب جس کی وجہ سے تمام لوگوں کو جمع کیا جائے گا ظلم اور ظالموں کے حساب و کتاب کا مسئلہ ہے کیونکہ شاید ہی کوئی ایسا انسان ہو جس نے اپنے پوری دنیاوی زندگی میں کوئی ظلم و ستم نہ کیا ہو۔

وَرُوي أَنَّ أَعْظَمَ السَّاعَةِ تَرْدُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا عِنْدَ خُرُوجِ رُوحِهِ وَأَمَّا أَعْظَمُ السَّاعَةِ تَرْدُ عَلَيْهِ فِي الْآخِرَةِ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ وَتَبَعَثَرُ مَا فِي الْقُبُورِ وَتَعَلَّقَ الْمَظْلُومُ بِالظَّالِمِ وَكَانَ الشُّهُودُ الْمَلَائِكَةُ وَالسَّائِلُ هُوَ اللَّهُ

حدیث میں ہے کہ انسان کے لئے دنیا میں سب سے زیادہ سخت مرحلہ وہ وقت ہوگا جب اس کے جسم سے روح خارج ہوگی اور قیامت میں اس پر سب سے زیادہ سخت مرحلہ وہ وقت ہوگا جب صور پھونکا جائے گا اور قبروں سے مردے باہر نکلیں گے اور مظلوم ظالم کو پکڑے گا (اس وقت) مظلوم کے گواہ ملائکہ ہونگے اور ظالم سے سوال کرنے والا اللہ تعالیٰ ہوگا، [۱]  
عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ أَبَانَ بْنَ مَرْثَدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَعْظَمَ مَا يَكُونُ لِلْمَرْءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظَلَمًا لِبَعْضِ الْعِبَادِ وَغَاصِبًا لِشَيْءٍ مِنَ الْخَطَايَا

امیرالمومنین امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں

”خدا کی قسم اگر میں ساری رات صبح تک تیز اور کاٹنے والے کانٹوں پر رہوں یا مجھے زنجیروں سے باندھ کر ان کانٹوں پر مجھے قتل کیا جائے، یہ کام میرے لئے اس سے زیادہ بہتر اور قابل تحمل ہے کہ قیامت کے دن میری خدا اور اس کے رسول سے اس حالت میں ملاقات ہو کہ میرا ایسا نامہ اعمال ہو جس میں لوگوں پر ظلم و ستم یا میرے کسی پر غاصبانہ تصرف کا تذکرہ ہو۔“ [۲]

## سب سے بڑا ظلم

جن پر ظلم و ستم ہو رہا ہو ان کے لئے ضروری ہے کہ قانون لوگوں یا دیگر وسائل کی مدد سے اپنا دفاع کریں اور ظالم کو

[۱] علم البیقین صفحہ ۹۱۹

[۲] منہج البلاغہ خطبہ ۲۲۴



کمزور کریں لیکن (دنیا میں) کچھ ایسے مظلوم بھی موجود ہیں جو نہ تو خود اپنا دفاع کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی کوئی ان کی مدد کرتا ہے اس طرح کے مظلوم خدا کے حضور متوجہ ہو کر اس کی ختم نہ ہونے والی قدرت سے مدد طلب کرے ہیں، ائمہ معصومین علیہم السلام نے اس طرح کے ظلم کو سب سے سخت ظلم کا نام دیا ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَا مِنْ مَظْلُومَةٍ أَشَدَّ مِنْ مَظْلُومَةِ لَا يَجِدُ صَاحِبَهَا عَلَيْهَا عَوْنًا إِلَّا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ.

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”کوئی بھی ظلم اس سے زیادہ سخت نہیں ہے کہ مظلوم شخص ظالم کے ظلم کو رفع کرنے کے لئے مدد چاہے اور اس کے پاس ذات باری تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور مددگار نہ ہو“۔ [۱]

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَجَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرِ قَدِمَ مِنَ الْحَبَشَةِ أُمِّي شَيْءٍ أَعْجَبُ مَا رَأَيْتُ قَالَ رَأَيْتُ حَبَشِيَّةً مَرَّتْ وَعَلَى رَأْسِهَا مَكْتَلٌ فَمَرَّ رَجُلٌ فَزَحَمَهَا فَطَرَحَهَا وَوَقَعَ الْبِكْتَلُ عَنْ رَأْسِهَا.

فَجَلَسَتْ ثُمَّ قَالَتْ: وَيْلٌ لَكَ مِنْ دَبَّانٍ يَوْمَ الدِّينِ إِذَا جَلَسَ عَلَى الْكُرْسِيِّ وَآخَذَ مِنَ الظَّالِمِ لِلْمَظْلُومِ فَعَجَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جس وقت جعفر طیار حبشہ سے واپس لوٹ کر آئے تو ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا؛ تم نے حبشہ میں جو چیزیں دیکھیں تمہارے لئے ان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز چیز کیا تھی؟

انہوں نے جواب دیا: ایک دن میں راستے سے گزر رہا تھا میں نے ایک خاتون کو دیکھا جس کے سر پر سامان سے بھری ٹوکری تھی راستے میں ایک مرد اس کا مزاحم ہوا جس کی وجہ سے اس کی ٹوکری گر گئی اور سارا سامان زمین پر بکھر گیا۔

عورت زمین پر بیٹھ کر کہنے لگی: قیامت کے دن کے حاکم سے تمہارے لئے افسوس ہے جب وہ فیصلے کی کرسی پر بیٹھے گا اور مظلوم کا حق ظالم سے لے گا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو عورت کی باتوں پر بہت حیرت ہوئی۔ [۲]

عَنْ عَلِيِّ قَالَ: ظُلَامَةُ الْمَظْلُومِينَ يُمَهِّلُهَا اللَّهُ سُجَّانَهُ وَلَا يَهْمِلُهَا

[۱] کافی جلد ۲ صفحہ ۳۳۱

[۲] مجموعہ درام جلد ۲، صفحہ ۱۷۷، کافی جلد ۸ حدیث ۵۵۷ صفحہ ۳۶۶

حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

مظلوموں پر جو ظلم ہوتا ہو اللہ تعالیٰ مہلت تو دیتا ہے اور ظالموں کے ظلم و ستم کو مؤخر کر دیتا ہے لیکن ان کی سزا کو ختم

نہیں کر دیتا“۔<sup>[۱]</sup>

## بے گناہ کو قتل کرنے کا انجام

تمام مظالم خواہ وہ کسی پر کسی بھی صورت میں واقع ہوں اللہ تعالیٰ کے غضب میں مبتلا ہوں گے روایات میں ہے کہ کسی کا ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ سخت ہے اور دیگر تمام ظالموں سے زیادہ قاتل بارگاہ خداوندی سے دور ہے اسی وجہ سے کسی کو قتل کرنے کا مسئلہ پہلا جرم ہوگا قیامت میں جس کے بارے میں پوچھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ملائکہ سب سے پہلے قاتل کے نامہ اعمال کا محاسبہ کریں گے

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: **أَوَّلُ مَا يُقْضَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ الدِّمَاءُ**

قیامت کے دن سب سے پہلے جو امر بارگاہ الہی میں پیش ہوگا وہ خون ہیں جو بے گناہ بہائے گئے ہونگے۔<sup>[۲]</sup>

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: **أَوَّلُ مَا يُحْكَمُ اللَّهُ تَعَالَى فِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الدِّمَاءُ فَيُوقَفُ ابْنُ آدَمَ**

**فَيَفْصِلُ بَيْنَهُمَا ثُمَّ الَّذِينَ يَلُومُهُمَا مِنْ أَصْحَابِ الدِّمَاءِ حَتَّى لَا يَبْقَى مِنْهُمْ أَحَدٌ.**

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بے گناہ بہائے جانے والے خون کے بارے میں ہوگا حضرت آدم کے دو فرزند ہابیل اور قابیل کو حساب و کتاب کی جگہ پر لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کا فیصلہ کرے گا اس کے بعد والے قاتل و مقتول کو پیش کیا جائے گا اللہ تعالیٰ ان سب کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا یہاں تک کہ اس گروہ میں سے ایک بھی باقی نہیں بچے گا۔<sup>[۳]</sup>

شریعت اسلام میں نہ صرف کسی کو قتل کرنا بڑا گناہ اور قاتل کو سخت سزا دی جائے گی اور اس کا سخت محاسبہ ہوگا بلکہ ایک ایسا لفظ کہنا بھی عظیم گناہ ہے جو بے گناہ کے قتل میں معاون ہو، اور یہ ایک لفظ بھی قیامت میں رحمت الہی سے دوری کا باعث بنتا ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: **مَنْ أَعَانَ عَلَى قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْنَ عَيْنَيْهِ**

[۱] غرر صفحہ ۲۲۴

[۲] سفینۃ قتل، جلد ۲ ص ۴۰۷

[۳] عقاب الاعمال - صفحہ ۳۲۶

## مَكْتُوبٌ آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”جو بھی کسی مومن کے قتل میں آدھے لفظ جتنی بھی مدد کرے وہ قیامت کے دن میدان محشر میں اس طرح آئے گا کہ

اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان باامید، بے نصیب اور رحمت خدا سے دور لکھا ہوا ہوگا۔“

## خودکشی

اسلام میں خودکشی بھی گناہان کبیرہ میں سے ہے، شاید بعض لوگ اہل مغرب کی طرح یہ سوچتے ہوں کہ انسان اپنی جان کا خود مالک ہے اور جب بھی چاہے اپنی زندگی کو ختم کر سکتا ہے، لیکن اس طرح ہرگز نہیں ہے۔ اسلام کے مقدس اور پاک و پاکیزہ آئین کے مطابق، انسان کا حقیقی مالک اور صاحب اختیار خداوند عالم ہے، اسی نے انسانوں کو اور پورے جہان کو خلق فرمایا ہے تمام عالم ہستی کا حقیقی مالک وہی ہے اس لئے انسان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اپنے اندر تصرف کرے، اور خداوند عالم نے خودکشی کی اجازت نہیں دی ہے۔

زندگی کی جنگ سے ذلت آمیز شکست کا نام خودکشی ہے جو بھی زندگی کی پریشانیوں اور ناخوشگوار حالات کا سامنا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ جان بوجھ کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیتا ہے درحقیقت وہ اپنے اس عمل سے اپنے عاجز و ناتواں ہونے کو ظاہر کرتا ہے اور یہ اعتراف کر لیتا ہے کہ میں نے زندگی کی جنگ میں شکست کھائی ہے، میں نے ثابت قدمی کو کھو دیا ہے اور مشکلات اور سختیوں سے نجات پانے کے لئے اپنی زندگی کا خاتمہ کر رہا ہوں۔

اگر انسان دنیا کو پہچان لے اور اس کی تبدیلیوں سے غافل نہ ہو تو وہ جان لے گا کہ یہ تکالیف اور مشکلات صرف اس کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ تمام انسان اپنی زندگی میں مصائب اور پریشانیوں کا شکار ہیں اور کسی کو بھی دنیاوی پریشانیوں سے چھٹکارا حاصل نہیں ہے

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: قَالَ لَا يَأْمَنُ أَحَدٌ صُرُوفَ الزَّمَانِ وَلَا يَسْلَمُ مِنْ نَوَائِبِ الْأَيَّامِ.

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

”کوئی بھی دنیا کی تبدیلیوں اور دنوں کی پریشانیوں اور مصائب سے محفوظ نہیں ہے۔“

ای دل از پست و بلند روزگار اندیشہ کن

در برومندی ز قحط برگ و بار اندیشہ کن

از نسیمی دفتر ایام برہم می خورد

### ازورق گردانی لیل و نہار اندیشہ کن

اے دل دنیا کی پستی اور بلندی کے بارے میں فکر کرو باثر ہونے کے بعد درختوں سے پتوں اور پھلوں کے گرنے کے بارے میں فکر کرو ٹھنڈی ہوا سے دن بھی تبدیل ہو جاتے ہیں دنوں اور راتوں کے پلٹنے کے بارے میں فکر کرو۔

مکتب اسلام کے تربیت یافتہ مومن بندوں نے آئمہ اہلبیتؑ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیا میں زندگی گزارنے کے طور طریقے سیکھ لیے ہیں۔ وہ دنیا کے مصائب اور پریشانیوں سے خبردار ہیں اور ہمیشہ حوادث کے لئے تیار رہتے ہیں دوسری جانب خدا پر ایمان نے انہیں قوی اور طاقتور بنا دیا ہے اور ان کو اطمینان قلب عطا کیا ہے۔ اس لئے وہ پریشانیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو گم نہیں کرتے بلکہ مشکلات میں بھری زندگی بسر کرتے نظر آتے ہیں وہ دنیا کی سختیوں کو برداشت کرتے ہیں اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کبھی بھی خودکشی کے بارے میں نہیں سوچتے۔

**عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ يُبْتَلَى بِكُلِّ بَلِيَّةٍ وَيَمُوتُ بِكُلِّ مَيْتَةٍ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَقْتُلُ نَفْسَهُ**

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

”مومن بندہ ہر قسم کی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور وہ ہر قسم کی موت مرتا ہے لیکن خودکشی نہیں کرتا وہ اس طرح کی

موت کے ذریعہ دنیا سے نہیں جاتا“ [۱]

**عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ مُتَعَمِّدًا فَهُوَ فِي النَّارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا.**

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”جو بھی جان بوجھ کر اپنے ارادے کے ساتھ خودکشی کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔“

[۱] مجموعہ دارم، جلد ۲ صفحہ ۲۰۴، الکافی جلد ۲ حدیث ۲۵۴، باب شدة ابتلاء المؤمن ص: ۵۲

## چوتھی فصل

## میزان عمل

وَنَضْعُ الْمَوَازِينِ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۗ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ حَرْدَلٍ آتَيْنَاهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَسِيبِينَ. [۱]

ترجمہ:

”اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے اور کسی نفس پر ادنیٰ ظلم نہیں کیا جائے گا اور کسی کا عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہے تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم سب کا حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔“

قیامت اور موافق قیامت سے متعلق نازل ہونے والی مختلف آیات میں بار بار وزن کے بارے میں بیان ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محشر میں میزان عدل و انصاف قائم ہوگا جہاں لوگوں کے اچھے اور برے اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا اچھے لوگوں کو انعام اور برے لوگوں کو سزا دی جائے گی اور کسی پر بھی ظلم و ستم نہیں ہوگا۔ اسلام کے پیروکار قرآن مجید اور طرق عامہ و خاصہ کے ذریعے بیان ہونے والی روایات کی رو سے اجمالاً میزان پر ایمان رکھتے ہیں اور اسے دینی عقائد میں شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن قیامت میں میزان اعمال کی حقیقت کیا ہے اور کس طرح اس کے ذریعے اعمال کا وزن ہوگا؟ اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکا۔ اس سلسلے میں تفسیر اور حدیث کے علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں مختلف احتمالات بیان کئے اسی فصل میں ان احتمالات میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔

## نظام کائنات میں عدل کا کردار:

بحث کے آغاز میں اس نکتہ کو بیان کرنا ضروری ہے کہ عدل کا قیام صرف عالم آخرت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ یہ نظام شمسی بھی جس میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں عدل پر برقرار ہے۔ اور اس تفصیل کے مطابق جس کی وضاحت آگے بیان ہوگی کائنات کا عظیم نظام اور آسمانی ادیان سب کی بنیاد عدل پر رکھی گئی ہے۔

## میزان کا معنی:

[۱] سورہ انبیاء، آیت: ۷۷

قیامت کے میزان کی شناخت کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے وزن اور میزان کے وسیع معنی کو سمجھ لیں اور یہ بھی بتادیں کہ یہ لفظ (میزان) مختلف اشیاء کے لئے مختلف صورتوں میں بیان ہوا ہے سب سے پہلے ان آیات کو بیان کیا جائے گا جن میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے اور ان کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے اس کے بعد ان آیات اور روایات کے بارے میں بحث و گفتگو ہوگی جو قیامت کے وزن اور میزان کو بیان کرتی ہیں۔ لغت میں وزن کا معنی چیزوں کی مقدار کی شناخت ہے اور میزان وزن کرنے والے آلہ کو کہا جاتا ہے یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جن چیزوں کا وزن کیا جاتا ہے وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں اس لئے جن چیزوں کے ذریعے وزن کیا جائے گا وہ بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوں گی لیکن مقدار کے تعین کے لحاظ سے تمام وسائل مشترک ہوتے ہیں اور ان سب کو میزان کا نام دیا جاتا ہے لہذا ترازو وزن کے لئے میزان ہے زمین کا طول و ارض معین کرنے کے لئے میٹر میزان ہے وولٹ میٹر اور ایمپیئر میٹر کی سوئی بجلی کو ناپنے کے لئے میزان ہے پیٹرول اور گاڑیوں کی اسپید کی سوئی انہیں کے لئے میزان ہوتی ہے اسی طرح مختلف اشیاء کے لئے مختلف چیزیں میزان ہوا کرتی ہیں۔

## کائنات کی عجیب خلقت

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں کائنات کی خلقت اور میزان کی برقراری کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ.

اور اس نے آسمان کو بلند کیا ہے اور انصاف کی ترازو قائم کی ہے۔<sup>[۱]</sup>

عظیم کہکشانیوں کے ساتھ کائنات کی بنا اس قدر وسیع اور پیچیدہ ہے کہ آج کا انسان اتنی علمی ترقی اور خرد بینوں کے باوجود نہ صرف ان کے اسرار اور رموز کے بارے میں نہیں جان سکا بلکہ اس کی خلقت کی کیفیت اور کیفیت کے متعلق اتنا حیرت زدہ ہوا ہے کہ بعض اوقات وہ فضا میں رونما ہونے والے حوادث سے اپنی بے بسی اور ناتوانی کو محسوس کرتا ہے اور اسی طرح وہ پہلے سے زیادہ اپنی جہالت کے بارے میں باخبر ہو جاتا ہے۔

کائنات کے خالق نے اپنے حکیمانہ ارادہ کے ذریعے کائنات کے عظیم تخت کو کروڑوں چھوٹے اور بڑے سیاروں کے ساتھ خلق فرمایا اس نے اسی خلقت کے وقت سے عادلانہ قوانین و مقررات کو ان پر حاکم کر دیا اس نے اپنی مرضی سے وزن اور معیار کو برابر گردش کے لئے مقرر فرمایا۔ ان قوانین اور موازن کے ذریعے اس کائنات کا نظام اپنے مقرر کردہ نظم و ضبط کے ساتھ حرکت کر رہا ہے۔

[۱] سورہ رحمن - آیت ۷

## نظام شمسی کے عادلانہ موازین

کائنات سے باخبر علم فزکس سے آگاہ نجومیوں نے نظام شمسی کے بعض عادلانہ موازین<sup>[۱]</sup> اپنی علمی کتابوں میں بیان کئے ہیں ان موازین میں سے اگر ایک بھی نہ ہوتا تو انسان اور زمین پر بسنے والے دیگر موجودات کا زندہ رہنا ناممکن تھا۔ اختصار کے سبب ان میں سے فقط دو موارد کی جانب اشارہ کیا جا رہا ہے

سورج اس کے حساب شدہ فاصلے اور اس کے زمین کے ساتھ تناسب کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اگر سورج کی شعاعیں نصف ہو جائیں تو زمین کا درجہ حرارت اس درجے سے بھی کم ہو جائے گا جس میں پانی برف بن جاتا ہے اور اگر اس کی شعاعیں چار گنا ہو جائیں تو تمام دریاؤں اور سمندروں میں جوش آجائے گا“۔ اسی طرح وہ ان کروڑوں چھوٹے بڑے پتھروں کے بارے میں جو روزانہ آسمان سے گرتے اور قرہ ارض میں جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

”زمین و آسمان کے درمیان کروڑوں آسمانی پتھر پائے جاتے ہیں۔ زمین روزانہ اپنے توجہ جاذبہ کی وجہ سے آسمانی پتھروں میں سے کئی پتھر اپنی طرف کھینچ لیتی ہے ان پتھروں کے گرنے کی سرعت اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ بعض اوقات ایک سیکنڈ میں ان کی سرعت ستر (۷۰) کلومیٹر تک پہنچ جاتی ہے ان کی اتنی سرعت کی وجہ سے نہ صرف یہ پتھر گرم ہو جاتے ہیں بلکہ حرارت کے سبب سفید بھی ہو جاتے ہیں اور زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی جل کر راکھ بن جاتے ہیں لیکن بعض اوقات ان میں سے ایک پتھر اتنا بڑا ہوتا ہے کہ اس کا ایک حصہ تو جل کر راکھ بن جاتا ہے لیکن دوسرا حصہ زمین پر گرتا ہے۔<sup>[۲]</sup> اگر یہ پتھر جل کر راکھ نہ بن جاتے اور روزانہ کروڑوں کی تعداد میں بڑے اور چھوٹے پتھر بغیر کسی مانع کے ایک سیکنڈ میں ستر کلومیٹر کی سرعت کے ساتھ زمین پر گرتے تو کیا زمین پر انسان، حیوان اور اشجار زندہ رہ پاتے؟ کیا وہ ایسے حالات میں زندگی بسر کر سکتے؟

زمین پر تمام موجودات کی زندگی کی بقا کی خاطر حکیم پروردگار نے اس کے تکوینی نظام میں موازین اور مقررات کا ایک سلسلہ بنایا، جن میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ زندگی میں موثر ہے، آج کل انسان نے علوم کی ترقی و پیشرفت کی وجہ سے ان نامعلوم موازین اور مقررات میں سے بعض کے بارے میں جان لیا ہے۔

[۱] موازین میزان کی جمع ہے۔ (مترجم)

[۲] نجوم برای ہمہ، ص ۷۶

نتیجہ:

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کے عظیم محل کو بنایا، حکیمانہ انداز کے مطابق ہر چیز کو اس میں خلق کیا، اس نے کائنات کے اس محل میں میزان عدل کو بھی رکھا تا کہ مخلوقات اپنی زندگی اچھی طرح سے بسر کر سکیں اور معین وقت تک کائنات ثابت رہے۔

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ

بیشک ہم نے ہر شے کو ایک اندازہ کے مطابق پیدا کیا ہے۔<sup>[۱]</sup>

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ بِالْعِزْلِ قَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ.

”آسمان اور زمین عدل تکوینی اور اس متعادل نظام کی روشنی میں قائم ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔“<sup>[۲]</sup>

جب اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پر میزان قائم کر دینے کا اعلان کر دیا اور عدل تکوینی کو کائنات کے محل کے نظام کے طور پر معرفی کیا تو اب اس سے اس معاشرے میں معاملات کے دوران تولنے میں خیانت نہ کرنے اور ایک دوسرے کے حقوق پر تجاوز نہ کرنے کا تربیتی نتیجہ نکلتا ہے۔

اس سلسلے میں ارشاد رب العزت ہے:

أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ

”تا کہ تم لوگ وزن میں حد سے تجاوز نہ کرو اور انصاف کے ساتھ وزن کو قائم کرو اور تولنے میں کم نہ تولو۔“<sup>[۳]</sup>

## مہم ترین اجتماعی مسائل

وزن میں عدل و انصاف، اور معاملات میں لوگوں کے حقوق کے خیال رکھنے کا مسئلہ، دونوں مہم ترین اجتماعی مسائل میں سے ہیں قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ان کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے اور لوگوں کو کم فروشی سے منع کیا گیا ہے۔ ترازو اور پیمانہ میں خیانت ان گناہوں میں سے ہے جو اتحاد و اتفاق کے ختم ہونے اور لوگوں کے فساد پھیلانے کا باعث بنتے ہیں۔

وَيَقْوِمُوا أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي

[۱] سورہ قمر، آیت ۴۹

[۲] تفسیر صافی، ص ۵۱۶

[۳] سورہ رجن: آیت ۸-۹



## الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ

” (حضرت شعیبؑ اپنی قوم سے فرما رہے تھے) اے قوم ناپ تول میں انصاف سے کام لو اور لوگوں کو کم چیزیں مت دو اور روئے زمین پر فساد مت پھیلاتے پھرؤ“۔<sup>[۱]</sup>

قرآن مجید کے جن موارد میں میزان کا لفظ استعمال ہوا ہے ان میں سے وحی تشریحی اور آسمانی کتب کے ضمن میں بھی یہ لفظ ذکر ہوا ہے اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کے بارے میں فرماتا ہے:

## قرآنی آیات میں میزان

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ

” بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا ہے تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ قیام کریں“۔<sup>[۲]</sup>

پیغمبر اسلام کے بارے میں ارشاد ہوا:

## اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ

” اللہ ہی وہ ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور میزان کو نازل کیا ہے“۔<sup>[۳]</sup>

ان آیات میں میزان سے کیا مراد ہے مفسرین نے چند احتمالات ذکر کئے ہیں:

اول: میزان سے دین مراد ہے وہ دین جو آسمانی کتاب سے لیا گیا ہو کیونکہ میزان کا معنی ترازو ہے اور ترازو تولنے کا ایک ذریعہ ہے دین کے میزان کے ذریعے لوگوں کے عقائد کو صحیح یا کمزور ہونے کے لحاظ سے تولا جاتا ہے اور ان کے اخلاق اور اعمال کا وزن کیا جاتا ہے۔

دوم: میزان سے عدل مراد ہے کیونکہ میزان انصاف اور برابری کے تعین کا وسیلہ ہے اور یہ اثر عدل میں بھی پایا جاتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے سے عدل و انصاف کیا جاسکتا ہے۔

سوم: میزان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم اور بابرکت شخصیت مراد ہے کیونکہ آپ کتاب الہی کے ذریعے لوگوں کو حکم دیتے تھے مذکورہ آیات کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ میزان، کتاب کے علاوہ کوئی اور چیز ہونی چاہیے کیونکہ کتاب کے

[۱] سورہ ہود، آیت: ۸۵

[۲] سورہ الحدید: آیت ۲۵

[۳] شوریٰ، آیت ۱۷

نزول کے وقت کتاب کے ساتھ میزان بھی انبیاء کرام پر نازل ہوا ہے اس لئے میزان سے دین یا عدل بھی مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ دین آسمانی کتب سے لیا گیا ہے لہذا کتاب کے نزول کے ساتھ خود بخود دین بھی نازل ہوا ہے اور عدل دین کا عملی اثر ہے اور اس کے جداگانہ نازل ہونے کی ضرورت نہیں۔ جی ہاں! نبی اکرم ﷺ واقعاً تمام مسلمانوں، انبیاء کرام اور اپنی امت کے لئے حق و باطل کے درمیان میزان ہیں لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان دو آیات میں میزان سے انبیاء کرام مراد ہیں کیونکہ آیت خود بیان کر رہی ہے کہ میزان بھی کتاب کی طرح انبیاء کرام پر نازل ہوا اس بناء پر میزان، کتاب اور پیغمبروں کے علاوہ کسی اور چیز کا نام ہے۔

### میزان سے الہام مراد ہے

بعض روایات کے مطابق جو آنحضرتؐ کے بارے میں ہم تک پہنچی ہیں شاید یہ کہا جاسکے کہ میزان سے ایک قسم کا الہام مراد ہے جس کی حیثیت وحی اور نزول قرآن کے برابر ہے اور وہ آنحضرتؐ کے قلب پر نازل ہوتا ہے جس کی روشنی میں آنحضرتؐ کے سامنے چیزوں کے حقائق ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور جن چیزوں کا حکم واضح طور پر قرآن مجید میں بیان نہیں ہوا رسول خدا ﷺ اسی الہام کے میزان کی بناء پر اس چیز کا حکم بیان فرماتے تھے اور لوگوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ آنحضرتؐ کے حکم کو کتاب خدا کی طرح سمجھیں اور دین خدا کے طور پر اس پر عمل پیرا ہوں روایات کی کتابوں میں اس مطلب کے بہت سے نمونے موجود ہیں ان میں سے بعض کو ذکر کیا جا رہا ہے۔

### الہی الہام کے چند نمونے

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَأَلَ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَقَالَ لَهُ: مَتَى فُرِضَتِ الصَّلَاةُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ عَلَى مَا هِيَ الْيَوْمَ عَلَيْهِ؟ فَقَالَ بِالْمَدِينَةِ حِينَ ظَهَرَتِ الدَّعْوَةُ وَقَوِيَ الْإِسْلَامُ وَكَتَبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الْجِهَادَ زَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي الصَّلَاةِ سَبْعَ رَكَعَاتٍ فِي الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْمَغْرِبِ رَكْعَةً وَفِي الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ رَكْعَتَيْنِ وَأَقْرَأَ الْفَجْرَ عَلَى مَا فُرِضَتْ بِمَكَّةَ

سعید بن مسیب نے حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام سے سوال کیا کہ یومیہ نمازیں جس طرح ابھی پڑھی جاتی ہیں مسلمانوں پر کب واجب ہوئیں؟

امام نے جواب دیا: جس وقت مدینہ میں رسول خدا ﷺ نے علی الاعلان دعوت اسلام دینا شروع کیا اور

اسلام قوی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد کو واجب کیا اس وقت آنحضرتؐ نے یومیہ نمازیوں میں سات (۷) رکعتوں کا اضافہ فرمایا دو رکعتیں ظہر میں، دو رکعتیں عصر میں، ایک رکعت مغرب میں اور دو رکعتیں عشاء میں اضافہ فرمائیں۔ لیکن صبح کی نماز کو جس طرح وہ مکہ میں واجب ہوئی تھی اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا اور اس میں اضافہ نہ فرمایا۔<sup>[۱]</sup>

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَرَضَ الصَّلَاةَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ عَشْرَ رَكْعَاتٍ فَأَصَافَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى الرَّكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ وَإِلَى الْمَغْرِبِ رَكْعَةً فَصَارَتْ عِدَالِ الْفَرِيضَةِ لَا يَجُوزُ تَرْكُهَا إِلَّا فِي سَفَرٍ وَأَفْرَدَ الرَّكْعَةَ فِي الْمَغْرِبِ فَتَرَكَهَا قَائِمَةً فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ فَأَجَازَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ ذَلِكَ كُلَّهُ فَصَارَتْ الْفَرِيضَةُ سَبْعَ عَشْرَةَ رَكْعَةً (إِلَى أَنْ قَالَ) وَ لَمْ يُرَخِّصْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَحَدٍ تَقْصِيرَ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ صَمَّهْمَا إِلَى مَا فَرَضَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بَلْ أَلْزَمَهُمْ ذَلِكَ الزَّامًا وَاجِبًا مَا لَمْ يُرَخِّصْهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَوَافَقَ أَمْرُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَمْرَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ نَهْيُهُ نَهْيَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ وَجَبَ عَلَى الْعِبَادِ التَّسْلِيمُ لَهُ كَالْتَسْلِيمِ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دن، رات میں دس (۱۰) رکعت نماز کو دو دو کر کے پانچ اوقات میں واجب کیا تھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو رکعت کا اضافہ کیا اور مغرب میں آپؐ نے ایک رکعت کا اضافہ فرمایا، حضرت رسول خدا کا اضافہ فریضہ الہی کی طرح لوگوں پر واجب ہوا۔ سوائے سفر کے جہاں چار رکعتیں، دو رکعتیں ہو جائیں ہیں سوائے مغرب کی ایک رکعت کے جو سفر و حضر میں ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اضافہ کی اجازت دی جس کے نتیجے میں یومیہ فریضہ کی سترہ (۱۷) رکعات ہو گئی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی یہ اجازت نہیں دی کہ ان دو رکعتوں کو کم کریں، جنہیں خود آپؐ نے اس میں ضم فرمایا تھا، بلکہ مسافروں کے علاوہ تمام مسلمانوں پر انہیں انجام دینا واجب ہے۔ اس بنا پر پیغمبر کا امر خدا کے حکم کی طرح ہے اور آپؐ کی نہی پروردگار کی نہی کی طرح ہے اور تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کو تسلیم کریں جس طرح وہ امر الہی کے سامنے تسلیم ہیں۔<sup>[۲]</sup>

فَرَضَ اللَّهُ فِي السَّنَةِ صَوْمَ شَهْرِ رَمَضَانَ وَسَنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَوْمَ شَعْبَانَ وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي كُلِّ شَهْرٍ مِثْلِي الْفَرِيضَةِ فَأَجَازَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ ذَلِكَ

اللہ تعالیٰ نے سال میں رمضان کے روزوں کو فرض قرار دیا، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شعبان کے پورے

[۱] وسائل، جلد ۳، باب ۱۳، حدیث ۱۹، ص ۳۶

[۲] وسائل، جلد ۳، باب ۱۳، حدیث ۲، ص ۳۱

روزوں اور ہر مہینہ کے تین روزوں کو لوگوں پر مستحب کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی اجازت دے دی۔<sup>[۱]</sup>

وَ حَرَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ الْخَمْرَ بِعَيْنِهَا وَ حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمُسْكِرَ مِنْ كُلِّ شَرَابٍ فَأَجَازَ اللَّهُ لَهُ ذَلِكَ.

اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر شراب کو حرام کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور مائع چیز کے ممنوع اور حرام ہونے کا اعلان فرمایا۔

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ دِيَّةَ الْعَيْنِ وَ دِيَّةَ النَّفْسِ وَ حَرَّمَ النَّبِيدَ وَ كُلَّ مُسْكِرٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ وَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونَ جَاءَ فِيهِ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ لِيَعْلَمَ مَنْ يُطِيعُ الرَّسُولَ مِنْ يَعْصِيهِ.

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: آنکھ اور نفس کی دیت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی، اسی طرح آپ نے مست کرنے والے خرماء، انگور، گندم، جو اور اس کے علاوہ ہر مست کرنے والی چیز کو حرام قرار دیا۔

ایک شخص جو وہاں موجود تھا عرض کرنے لگا، بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی چیز نازل ہوئی ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قانون مقرر کیا؟

آپ نے فرمایا: جی ہاں تاکہ آنحضرت کے حکم کی اطاعت کرنے والے اور نافرمانی کرنے والے ظاہر ہو جائیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ان احکامات کو بیان کرنا جو کتاب خدا میں بیان نہیں ہوئے ہیں حکیمانہ قواعد و ضوابط کی بنا پر تھا جن کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی تھی۔ یہ بات بعید نہیں کہ یہ ضوابط اور قوانین وہی میزان ہوں جن کا قرآن کی دو آیات میں بیان ہوا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول کتاب کے ساتھ آنحضرت اور دیگر انبیاء کرام پر نازل ہوتا رہا۔ انبیاء کرام اسی میزان کی بنا پر جو کہ خدا کا الہام ہے ضروری موقعوں پر اپنے پیروکاروں کے لئے قانون وضع فرماتے تھے۔

مذکورہ مطالب سے نتیجہ نکلتا ہے کہ خداوند عالم نے اس کائنات کے عظیم محل میں میزان مقرر فرمایا اس نے حکمت پر مبنی سنن اور قوانین بھی مقرر کئے ہیں جن پر اس نے کائنات کے نظام تکوینی کی بنیاد رکھی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشرے میں انسانوں کی اجتماعی زندگی کو منظم کرنے اور انہیں اختلافات سے بچانے کے لئے لوگوں کو معاملات اور مبادلات میں میزان عدل کی رعایت کی بہت زیادہ تاکید کی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں اور معاشرے کو تباہی اور بربادی کی طرف نہ لے جائیں۔

[۱] کافی جلد ۱، ص ۲۶۶، ص ۲۶۷

خداوند عالم نے نظام تشریح میں بھی انبیاء کرام پر کتاب اور میزان کو نازل کیا، انہیں معاشرے کی اصلاح اور فساد سے آگاہ فرمایا اور ان پر یہ مسئولیت عائد کی کہ لوگوں کو ہدایت کی طرف لے جائیں اور ان کے لئے سعادت اور نیک بختی کی راہ ہموار کریں۔ تمام یہ موازین اور مقررات جو نظام تکوین اور تشریح پر برقرار ہیں سب کا تعلق جہاں طبیعت کے ساتھ ہے تاکہ لوگوں کی زندگی اچھے طریقے سے گزر سکے۔

## قیامت میں میزان اعمال کے فوائد

قیامت کے دن میزان، اعمال کا برقرار ہونا، اعمال نامے کی برسی، اعتقادات اور لوگوں کے صحیح اور غلط کاموں کا وزن کرنا یہ تمام کام مومنوں کو کافروں سے جدا کرنے، بدکردار لوگوں کو باکردار لوگوں سے جدا اور خوب و بد کے درمیان فرق کے لئے انجام دیئے جاتے ہیں یہ کام بھی روز جزاء کے مراحل میں سے ہیں، یہ بات بہت سی آیات اور روایات میں بھی بیان ہوئی ہے۔

وَالْوِزْنَ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ ۚ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ

آج کے دن اعمال کا وزن ایک برحق شی ہے پھر جس کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہوگا وہی لوگ نجات پانے والے ہیں اور جن کا پلہ ہلکا ہوگا یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے نفس کو خسارے میں رکھا کہ وہ ہماری آیتوں پر ظلم کر رہے تھے۔<sup>[۱]</sup>

از گفتن و شنیدن و وز کردہ های بد  
در موقف محاسبه يك يك عیان شود  
میزان عدل نصب کنند از برای خلق  
يك سر سبک بر آید و يك سر گران شود  
هر کس نگه کند به بد و نیک خویشتن  
آنجا یکی غمین و یکی شادمان شود

ترجمہ:

غلط گفت و شنید اور بد اعمال محاسبہ کے وقت ہر ایک ظاہر ہوگا مخلوقات کے لئے میزان عدل قائم ہوگا۔

ایک کا سر ہلکا ہو جائے گا اور دوسرے کا سر سنگین ہو جائے گا جو بھی اپنے اچھے اور برے کاموں پر توجہ رکھے (تو اسے معلوم ہوگا کہ) وہاں ایک غمگین ہوگا اور دوسرا خوش نظر آئے گا۔

رَوَى هَيْشَامُ بْنُ الْحَكَمِ أَنَّهُ سَأَلَ الرَّبْدِيقَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا مَعْنَى الْمِيزَانِ؟  
قَالَ الْعَدْلُ. قَالَ فَمَا مَعْنَاهُ فِي كِتَابِهِ قَالَ فَمَنْ رَحَّحَ عَمَلَهُ.

ہشام ابن حکم کی روایت کے مطابق ایک زندیق شخص نے امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ قیامت میں میزان کا کیا

معنی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے عدل مراد ہے اس نے کہا: قرآن مجید میں جو یہ جملہ آیا ہے اس کی معنی کیا ہوگی؟

فَمَنْ ثَقَلَتْ مَوَازِينُهُ

یعنی جن کا میزان اعمال سنگین ہوگا۔

امام علیہ السلام نے جواب دیا: اس سے عمل خیر کی برتری اور رجحان مراد ہے۔

امام علیہ السلام سے ایک اور حدیث مروی ہے جس میں آپ نے میزان عمل کی سنگینی اور اس کے ہلکا ہونے کو ایک اور

طریقے سے بیان کیا ہے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ:

سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ ثَقَّلَ الْخَيْرَ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا كَثَقَلَهُ فِي

مَوَازِينِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَفَّفَ الشَّرَّ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا كَخَفَّفْتَهُ فِي مَوَازِينِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

محمد بن مسلم کہتے ہیں: میں نے امام باقر علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اعمال خیر کو لوگوں پر

ثقیل اور وزنی قرار دیا ہے جو اعمال غرائز کے مخالف اور خواہشات نفسانی کے منافی ہوتے ہیں، جو لوگ دنیا میں اپنی نفسانی

خواہشات کے خلاف جہاد کرتے ہیں اور ان سنگین اور رغبت کے برخلاف کاموں کو انجام دیتے ہیں قیامت کے دن ان کا

میزان عمل سنگین ہوگا اس طرح وہ ان کی نجات اور نیک بختی کا ذریعہ بنیں گے۔<sup>[۱]</sup>

[۱] - سفینہ جلد ۲ (وزن) ص ۶۴۵

## اچھے کاموں کے سخت اور برے کاموں کے آسان ہونے کا سبب

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں خراب اور غلط کاموں کو لوگوں کے لئے آسان کیا ہے کیونکہ یہ کام نفسانی خواہشات اور اس کی رغبت کے مطابق ہوتے ہیں دنیا میں جو لوگ یہ کام انجام دیتے ہیں قیامت کے دن ان کے میزان عمل میں وزن نہیں ہوگا یہی امر ان کے نقصان اور گرفتاری کا باعث بنے گا:

چون ترازوی تو کژ بود و دغا  
راست چون جو بی ترازوی جزا  
چونکہ دست چپ بدای در غدرو کاست  
نامہ چون آید تورا در دست راست

ترجمہ:

”کیونکہ (دنیا میں) تمہارا کردار فریب اور دغا تھا اس وجہ سے تمہیں تمہارا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جا رہا ہے۔ سچائی جیسے تمہیں اچھائی کی تلاش ہو، تو تمہیں تمہارا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔“  
طاعت اور اعمال خیر کے سخت ہونے اور اعمال شر اور گناہوں کے آسان ہونے کا مسئلہ دو مختلف تعبیروں سے نبی البلاغہ میں بیان ہوا ہے ایک تعبیر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے اور دوسری تعبیر امام علی علیہ السلام کی طرف سے ہے۔  
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ كَانَ يَقُولُ إِنَّ الْجَنَّةَ خُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ وَإِنَّ النَّارَ خُفَّتْ

بِالشَّهَوَاتِ.

”بہشت کو سختیوں اور مصائب نے احاطہ کیا ہوا ہے اور جہنم کی آگ کو شہوات اور نفسانی خواہشات نے لپیٹا ہے۔“

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

وَاعْلَمُوا أَنَّهُ مَأْمُونٌ طَاعَةَ اللَّهِ شَيْءٌ إِلَّا يَأْتِي فِي كُرْهٍ وَمَأْمُونٌ مَعْصِيَةَ اللَّهِ شَيْءٌ إِلَّا يَأْتِي فِي شَهْوَةٍ

”اللہ تعالیٰ کی کوئی بھی اطاعت بے رغبتی اور کراہت کے بغیر انجام نہیں پاتی اور اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی رغبت اور

شہوت کے بغیر نہیں کی جاتی ہے۔“ [۱]

[۱] نبی البلاغہ، خطبہ ۱۷۶

ایک اور روایت میں ہے کہ ہر صاحب عمل کے میزان کا سنگین یا ہلکا ہونا، اس کے ظاہر اور باطن میں سے ہر ایک کے ایک دوسرے کی بہ نسبت اچھے یا برے ہونے پر منحصر ہے۔

عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ كَانَ ظَاهِرُهُ أَرْحَجَ مِنْ بَاطِنِهِ خَفَّ مِيزَانُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
وَمَنْ كَانَ بَاطِنُهُ أَرْحَجَ مِنْ ظَاهِرِهِ ثَقُلَ مِيزَانُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حضرت امام علیؑ نے فرمایا: دنیا میں جس کا ظاہر نیکی اور اچھائی کے لحاظ سے باطن سے اچھا ہو قیامت کے دن اس کا میزان عمل ہلکا ہوگا اور جس کا باطن اس کی نیکی اور خلوص کے لحاظ سے اس کے ظاہر سے اچھا ہو تو قیامت کے دن اس کا میزان عمل سنگین ہوگا۔<sup>[۱]</sup>

## قیامت میں میزان عمل سے کیا مراد ہے؟

قیامت میں میزان عمل کیا ہوگا؟ قیامت کے دن لوگوں کے گفتار اور عمل کا کس طرح وزن کیا جائے گا؟ اور کس طرح ان کا سنگین یا ہلکا ہونا ظاہر ہوگا؟ ان تمام سوالات کے جوابات میں مفسرین، متکلمین اور فیلسوف نے بہت سے احتمالات بیان کئے ہیں۔

ان احتمالات کو اس وجہ سے ذکر کیا جا رہا ہے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ لوگوں کے اعمال جو ہر بدن پر قائم ہونے والے اعراض ہیں نہ تو ان کا کوئی مستقل وجود ہے اور نہ ہی یہ حجم اور وزن کے حامل ہوتے ہیں یہ اعراض بدن کی صورتوں کے تبدیل ہونے سے نیست و نابود ہو جاتے ہیں، اس بنا پر قیامت میں انسان کا کوئی بھی دنیاوی عمل نہیں ہوگا، جس کو میزان کے ذریعے وزن کیا جاسکے اور انہیں سب کا سنگین کا نام دے سکیں۔

اسی نظریہ کی بنا پر مختلف احتمالات کے ذریعے قیامت کے دن اعمال کے وزن کو تاویل کیا گیا ہے۔

بہت سے علمائے خاصہ اور عامہ کا یہ نظریہ ہے کہ قیامت میں میزان عمل سے عدل مراد ہے یعنی قیامت کے دن کے تمام اچھے اور برے اعمال کا عدل کی بنیاد پر وزن کیا جائے گا اور بغیر کسی ظلم و ستم کے سب کو اپنے اعمال کی جزاء کے بارے میں معلوم ہو جائے گا۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۗ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَسِيبِينَ

اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے اور کسی نفس پر ادنیٰ ظلم نہیں کیا جائے گا اور کسی کا عمل رائی کے

[۱] تفسیر درالمشورج ۳، ص ۷۰



دانہ کے برابر بھی ہے تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم سب کا حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔<sup>[۱]</sup>

بعض کا کہنا ہے کہ قیامت میں میزان عمل سے مراد یہ ہے کہ ہر انسان کے اچھے کاموں پر ایک خاص قسم کی نشانی ہوگی اسی طرح ان کے گناہوں سے بھی نشانی ظاہر ہوگی، صاحب عمل اور دیگر تمام افراد ان علامتوں اور نشانیوں کو دیکھیں گے جن سے صاحب عمل کے اچھے یا برے حالات سے سب باخبر ہو جائیں گے اور یہی میزان کے سنگین یا سبک کی معنی ہے۔ اسی طرح بعض کا کہنا ہے کہ محشر میں میزان اعمال سے مراد یہ ہے کہ مومن اور نیک بندے اپنے دنیاوی اچھے گفتار و کردار کی وجہ سے اس طرح ہیں کہ محشر میں موجود لوگ انہیں عظیم اور بزرگ لوگوں کے روپ میں دیکھیں گے جس سے انہیں ان کے وزن اور اہمیت کے بارے میں معلوم ہو جائے گا۔ بے ایمان اور گناہ گار لوگ اس کے برعکس ہیں ان کی حالت یہ ہوگی کہ ان کی ذلت اور خواری کو سب دیکھ رہے ہوں گے اور دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائے گا کہ میدان محشر میں ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے میزان قیامت کے سبک ہونے یا سنگین ہونے کی معنی تمام حقائق کا ظاہر ہو جانا ہے۔

قیامت میں میزان اعمال اور وزن کرنے کی کیفیت کے بارے میں تفسیر کی کتابوں میں دیگر احتمالات بھی بیان ہوئے ہیں لیکن ہم کلام کے طولانی ہونے سے بچنے کے لئے انہیں یہاں ذکر کرنے سے اجتناب کر رہے ہیں۔

### میزان کے بارے میں صدر المتاھین کا نظریہ

جلیل القدر حکیم صدر المتاھین شیرازی، قیامت میں انسانوں کے اچھے اور برے اعمال کی سنجش کو ان (اعمال) کے روحانی آثار و نتائج کی صورت میں دیکھتے ہیں وہ کہتے ہیں قیامت میں اعمال کے وزن سے مراد ہر انسان کے نفسیاتی ملکہ کی قدر و منزلت کو جاننا ہے جسے اس نے اپنی دنیاوی زندگی میں اپنے جسمانی اعمال کے ذریعے اپنے نفس میں ذخیرہ کیا تھا اور وہ اس کی ذات کا حصہ بن چکا ہے قیامت میں وہ (نفسیاتی ملکہ) اپنے مخفی پردے سے نکل کر ظاہر ہوگا، وہ اپنی کتاب اسفار کی چوتھی جلد کے سفر نفس میں کہتے ہیں۔

تتمة۔ واما القول في ميزان الاعمال فاعلم ان لكل عمل من الاعمال البدنية تاثيرا في النفس كفان ان من باب الحسنات والطاعات كالصلوة والصيام والحج والزكاة والجهاد وغيره هافله تاثير في تنوير النفس و تخليصها من اسر الشهوات و تطهيرها عن غواسق الهوليات و جذبها من الدنيا الى الاخرى و من المنزل الادنى الى المحل الاعلى و كذلك لكل عمل من الا

[۱] سورہ انبیاء، آیت نمبر ۷۷

عمال السيئة قدرأ معيناً في التأثير في اظلام جوهر النفس و تكثيفها و تكديرها و تعليقها بالدنيا و شهواتها و تقبيد سلاسلها و اغلالها و عند قيام الساعة و ارتفاع الحجب ينكشف لهم حقيقة الامر في ذلك و يصارف كل احد مقدار سعيه و عمله و يرى رجحان احدى كفتى ميزانه و قوة مرتبة نور طاعته او ظلمة كفرانه.

## میزان سے متعلق تہ

انسان کے جسم کا ہر عمل نفس پر اثر انداز ہوتا ہے اگر وہ عمل نیکوں اور اطاعت میں سے ہو مثلاً: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور دیگر عبادتیں ہیں تو یہ نفس کے نورانی ہونے اور ضمیر کے روشن ہونے میں اپنا اثر مرتب کریں گے، انسان کو شہوانی قید و بند سے آزاد کریں گے اور اسے دنیا سے آخرت کی طرف اور پستوں سے بلند اور عظیم مقام تک پہنچادیں گے۔ اسی طرح ہر گناہ کا نفس کے جوہر کی تباہی اور روح کے ظلمتوں میں پڑ جانے میں اثر ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ دنیا اور خواہشات نفسانی سے بہت زیادہ محبت کرنے لگتا ہے اور قید و بند میں جکڑ جاتا ہے اور جب قیامت کا وقت آئے گا اور غیب کے پردے اٹھ جائیں گے تو اس پر پوشیدہ حقائق ظاہر ہوں گے ہر شخص اپنے دنیا میں کئے گئے عمل اور کوشش کے روبرو ہوگا اور دیکھے گا کہ اس کے عمل کے میزان کے پلہ میں سے کونسا پلہ زیادہ سنگین ہے کیا اس کے پروردگار کی اطاعت کے نور کی طاقت زیادہ ہے یا اس کے کفر کی ظلمت زیادہ ہے۔<sup>[۱]</sup>

اس نظریہ کے مطابق اعمال بدن کے عارضی ہونے اور جسم کے ختم ہونے سے اعمال کے معدوم ہونے والی مشکل حل ہو جاتی ہے کیونکہ صدر المتاخصین کے بقول، قیامت میں نفسیاتی ملکات جو کہ انسان کے جسم کے اعمال کا نتیجہ ہیں، ان ملکات کا وزن کیا جائے گا اور وہ ملکات ہرگز ختم نہیں ہوتے کیونکہ ان کی جگہ جوہر نفس میں ہے اور نفس کی بقا کے ذریعے یہ بھی ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔

اسی طرح اس نظریہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں جو میزان ملکات نفس کی اہمیت اور وزن کو ظاہر کرتا ہے وہ غیب سے پردوں کا ہٹ جانا اور اسرار اور رموز کا ظاہر ہونا ہے کیونکہ قیامت کے قیام سے انسان کے پوشیدہ امور ظاہر ہو جائیں گے اس طرح ان کی سنگینی یا سبکی معلوم ہو جائے گی اور ہر انسان اپنے میزان کے پلہ کی سنگینی یا سبکی کو دیکھے گا۔

[۱] اسفار، چاپ سنگی، جلد ۴، ص ۱۷۸

## میزان کے بارے میں محمد عبدہ کا نظریہ

آقائی شیخ محمد عبدہ بھی صدر المتألمین کی طرح قیامت کے وزن کو ملکات نفسانی اور صفات روح کے ساتھ مربوط سمجھتے ہیں البتہ وہ میزان کے مسئلہ پر جو کہ آیات اور روایات میں بیان ہوا ہے خاص توجہ دیتے ہوئے کہتے ہیں: خداوند عالم اس سے عاجز نہیں ہے کہ وہ ملکات روحانی اور نفسیات کے وزن کے لئے وزن کرنے کا کوئی وسیلہ بنائے اور اس کی قدرو منزلت کو معین فرمائے:

وإذا كان البشر قد اخترعوا موازين للا عراض كالحر والبردا فيعجز الخالق الباري القادر على كل شي عن وضع ميزان للاعمال النفسانية والبدنية المعبر عنها بالحسنات والسيئات بما احدثته في الا نفس من الا خلاق والصفات؛ والفقل والعقل متفقان على ان الجزاء انما يكون بصفات النفس الثابتة لا بمجرد ما كان سيئاً لها من الحركات والا عراض الزائلة.

جب انسان گرمی اور سردی کی طرح کے اعراض کے لئے ایک مخصوص میزان بنا سکتا ہے تو پھر کیا قدرت رکھنے والا پروردگار نفسانی اور بدنی اعمال اور ان آثار کے لئے جو نفس اور اخلاق پر اچھے یا برے اثرات مرتب کرتے ہیں کوئی میزان خلق کرنے سے عاجز ہے؟ نقل اور عقل دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ انعام اور سزا صرف ان صفات کے لئے ہیں جو نفس میں ثابت ہوں ان حرکات اور اعراض پر سزا یا انعام نہیں دیا جائے گا جو زائل ہو جانے والے ہوں اور ان صفات کے پیدا ہونے کا باعث بنیں۔

اس شرح کے مطابق جو ہم نے تجسیم اعمال کی فصل میں بیان کی ہے، آج کل کے دانشمندیوں کا یہ نظریہ ہے کہ انسان جو کام جان بوجھ کر اپنے ارادے سے انجام دیتا ہے اس کے لئے انسان کے اندر موجود انرجی صرف ہوتی ہے، لہذا جو شخص رکوع کے عنوان سے عبادت انجام دیتا ہے یا غیبت کے نام سے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے وہ ان اعمال کو انجام دینے کے لئے اپنی انرجی کی کچھ مقدار خرچ کرتا ہے انرجی کی بقا اور اس مطلب کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ گناہ اور انرجی ایک دوسرے میں تبدیل ہو سکتے ہیں اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اعمال کا وزن کرنا یعنی انرجی کا وزن کرنا یہ بات قابل تعقل اور تصور ہے البتہ ہم یہ نہیں جانتے کہ قیامت میں اعمال کا کس طرح وزن کیا جائے گا اور دین کی یہ غیبی خبر کس طرح عملی صورت اختیار کرے گی لیکن انرجی کے ہوتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں آیات و روایات سے چشم پوشی کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی ہم ان کے ظاہر کے خلاف ان کی تاویل و تفسیر کر سکتے ہیں۔

## دنیا میں میزان اعمال

یہاں لازم ہے کہ قارئین کرام کی توجہ اس نعمت کی جانب مبذول کرائیں کہ بعض روایات میں عقائد، اخلاق اور اعمال کو ان کے صحیح یا کمزور ہونے کی تشخیص کے لئے میزان پر لے جانے کے بارے میں کہا گیا ہے لیکن اس بات کا تعلق آخرت کے ساتھ نہیں ہے بلکہ جس طرح باایمان لوگ دنیا میں اپنا حساب کرتے ہیں اور مرنے سے پہلے ہی اپنی وضعیت کو روشن کر لیتے ہیں اسی طرح وہ دنیا میں اپنا وزن کریں اور معنوی لحاظ سے اپنی قدر و منزلت کو معین کر لیں دنیا میں مسلمانوں کے لئے وزن کرنے کا میزان ایک قرآن مجید ہے اور دوسرا آئمہ معصومین کی ذوات مطہرہ ہیں۔

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

يَا جَابِرُ وَاَعْلَمُ بِأَنَّكَ لَا تَكُونُ لَنَا وَلِيًّا حَتَّىٰ لَوْ اجْتَمَعَ عَلَيْكَ أَهْلُ مِصْرِكَ وَقَالُوا إِنَّكَ رَجُلٌ سَوِيٌّ لَمْ يَخْرُجْكَ ذَلِكَ وَ لَوْ قَالُوا إِنَّكَ رَجُلٌ صَالِحٌ لَمْ يَسْرُكْ ذَلِكَ وَ لَكِنْ اَعْرَضَ نَفْسَكَ عَلَىٰ مَا فِي كِتَابِ اللَّهِ فَإِنَّ كُنْتَ سَالِكًا سَبِيلَهُ زَاهِدًا فِي تَرْغِيْبِهِ خَائِفًا مِنْ تَخْوِيفِهِ فَانْتَبَتْ وَ أَبْشُرْ فَإِنَّهُ لَا يَصْرُكَ مَا قِيلَ فِيكَ وَ إِنْ كُنْتَ مُبَايِنًا لِلْقُرْآنِ فَمَا ذَا الَّذِي يَعْزُكَ مِنْ نَفْسِكَ.

امام باقر علیہ السلام نے جابر جعفی سے فرمایا: جان لو کہ تم اس وقت تک ہمارے دوستوں میں سے نہیں ہو سکتے جب تک تم میں یہ صفات نہ پائی جاتی ہوں، اگر تمہارے شہر کے تمام لوگ کہیں کہ تم برے انسان ہو تو تم ان کی گفتگو سے غمگین نہ ہو جاؤ اور اگر وہ تمہارے بارے میں کہیں کہ تم ایک اچھے انسان ہو تب بھی (ان کی گفتگو کا تم پر اثر نہ ہو) تو ان کی اس بات پر خوش نہ ہو جاؤ بلکہ خود کو کلام الہی کے سامنے پیش کرو، اگر تم دیکھو کہ راہ قرآن پر چل رہے ہو، قرآن کی منع کردہ چیزوں کو ترک کر رہے ہو، اور اس کے تقاضا پر عمل پیرا ہو، اور ان چیزوں سے خوفزدہ ہو جن سے قرآن میں ڈرایا گیا ہے تو تم اپنی اس روش پر ثابت قدم رہو اور جان لو کہ لوگوں کی باتیں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گی، لیکن اگر تمہارا طور طریقہ قرآن کے خلاف ہو تو کونسی چیز تمہیں فریفتہ کر کے غرور کا باعث بن رہی ہے؟ [۱]

عَنْ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْحَسَنِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَىٰ سَيِّدِي عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا بَصَّرَنِي قَالَ لِي مَرَّحَبًا بِكَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ أَنْتَ وَلِيِّنَا حَقًّا فَقُلْتُ لَهُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَعْرِضَ عَلَيْكَ دِينِي فَإِنْ كَانَ مَرْضِيًّا ثَبَّتْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ أَلْقَىٰ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَهَاتِ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَقُلْتُ إِنِّي أَقُولُ إِلَىٰ

[۱] بحار الانوار، جلد ۱۷، ص ۱۶۱

أَنْ بَلَغَ فِي ذِكْرِ الْأُمَّةِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ ثُمَّ أَنْتَ يَا مَوْلَايَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمِنْ بَعْدِي الْحَسَنُ ابْنِي فَكَيْفَ لِلنَّاسِ بِالْخَلْفِ مِنْ بَعْدِهِ قَالَ فَقُلْتُ وَ كَيْفَ ذَلِكَ يَا مَوْلَايَ فَقَالَ لِأَنَّهُ لَا يَرَى شَخْصَهُ وَلَا يَجِلُّ ذِكْرُهُ بِاسْمِهِ حَتَّى يَجْرُجَ فَيَمْلَأَ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئْتُ جَوْرًا وَظُلْمًا إِلَى أَنْ قَالَ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ هَذَا وَ اللَّهُ دِينُ اللَّهِ الَّذِي ارْتَضَاهُ لِعِبَادِهِ فَأَثْبُتْ عَلَيْهِ ثَبَّتَكَ اللَّهُ بِالْقَوْلِ الْعَابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْآخِرَةِ.

عبدالعظیم الحسنی کہتے ہیں میں حضرت امام ہادی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ جیسے ہی آپ نے مجھے دیکھا فرمانے لگے: خوش آمدید اے ابوالقاسم! واقعاً تم ہمارے حقیقی دوست ہو، میں نے عرض کیا: اے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں چاہتا ہوں کہ اپنا دین آپ کے سامنے بیان کروں اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہو تو اس پر ثابث قدم رہوں تاکہ میں خدا سے ملاقات کر سکوں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: جو تیرا عقیدہ ہے اسے بیان کرو، اس کے بعد عبدالعظیم نے اپنے تمام عقائد کو حید، نبوت، امامت، معاد اور مواقف قیامت کے بارے میں بیان کیا جس طرح حدیث کے متن میں بیان ہوا ہے جب اس نے اپنے تمام عقائد بیان کر لئے تو امام ہادی علیہ السلام نے اس سے فرمایا: اے ابوالقاسم! خدا کی قسم! یہی خدا کا دین ہے وہ دین جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے منتخب فرمایا اور جو اس کی مرضی ہے تم اسی پر ثابث قدم رہو۔ امام علیہ السلام نے اس کے بعد عبدالعظیم کے بارے میں دعا فرمائی اور بارگاہ خداوندی میں اس کی ثابث قدمی کے لئے دعا کی۔

## قیامت میں انبیاء کرام اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام میزان عدل ہوں گے

بعض روایات کے مطابق قیامت کے دن ہر امت کا محاسب اس کا امام اور رہنما ہوگا اس طرح قیامت میں اعمال کا وزن تولنے کے لئے میزان عدل انبیاء کرام اور آئمہ اطہار ہیں۔

عَنْ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: كُلُّ أُمَّةٍ يُحَاسِبُهَا إِمَامٌ زَمَانُهَا وَيَعْرِفُ الْأُمَّةَ أَوْلِيَاءُهَا وَأَعْدَاءُهَا بِسَيِّمَاتِهِمْ.

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

”قیامت میں ہر امت کا محاسب اس امت کے زمانہ کا امام ہوگا اور آئمہ علیہم السلام اپنے دوستوں اور دشمنوں کو ان کے

چہروں سے پہچانیں گے۔ [۱]

عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ "وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا" قَالَ هُمْ الْأَنْبِيَاءُ وَالْأَوْصِيَاءُ  
 ہشام بن سالم کہتے ہیں: میں نے امام صادق علیہ السلام سے قرآن میں موجود قیامت میں موازین عدل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: قیامت میں موازین (وزن کرنے والے) انبیاء کرام اور آئمہ طاہرین ہیں۔<sup>[۱]</sup>

## امیر المومنین علیہ السلام کے حضور امام سجاد علیہ السلام کا مخصوص سلام

ایک دن نجف اشرف میں امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والد گرامی امام سجاد علیہ السلام کے ہمراہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی قبر مطہر پر تشریف لائے۔ حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: میرے والد محترم قبر کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے اور متعدد سلاموں کے ضمن میں آپ نے یہ سلام بھی اپنے جد امجد کے حضور پیش کیا۔

### السَّلَامُ عَلَى يَعْسُوبِ الْإِيْمَانِ وَمِيزَانِ الْأَعْمَالِ وَ سَيْفِ ذِي الْجَلَالِ.

امام سجاد علیہ السلام نے اس عبارت میں حضرت علی علیہ السلام کی تین صفات کو بیان فرمایا ہے:

اول: يعسوب ايمان، دوم ميزان اعمال، سوم: رب ذوالجلال کی تلوار:

## ۱۔ يعسوب:

شہد کی مکھی کے چھتے کے سردار اور بزرگ کو کہتے ہیں۔ جس وقت سردار چھتے سے باہر نکلتا ہے تو چھتے میں موجود تمام دوسری مکھیاں بھی خارج ہو جاتی ہیں عربی زبان میں یہ ایک ضرب المثل ہے جسے وہ بعض اوقات استعمال کیا کرتے ہیں اس زیارت میں امام سجاد علیہ السلام نے امیر المومنین کو ایمان کے چھتے کا سردار کہا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا ایمان، دیگر مومنین کے ایمان کی بہ نسبت چھتے میں موجود شہد کی مکھیوں کے سردار کی طرح ہے۔ کیونکہ امیر المومنین علیہ السلام ایمان میں رہبر و رہنما ہیں اور دوسرے تمام مومنین چاہے وہ ایمان کے کسی بی درجے پر فائز ہوں سب امیر المومنین علیہ السلام کے مطیع اور پیروکار ہیں۔

## ۲۔ ميزان عمل:

اس کا معنی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام، محشر میں اسلام کے پیروکاروں کی قدر و منزلت کے وزن کا وسیلہ ہیں جس بھی مسلمان کی ایمان اخلاق اور اعمال کے لحاظ سے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ شباہت زیادہ ہوگی اسی لحاظ سے اس کے عمل کے پلہ

[۱] معانی الاخبار، ص ۳۱

کا وزن زیادہ ہوگا۔

لیکن جس کی شباہت امیر المؤمنین علیہ السلام کے ساتھ کم ہوگی تو اس کے اعمال کا پلہ ہلکا ہوگا، اور اگر وہ مشرک یا کافر ہوگا تو اس کی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ کوئی مشابہت نہ ہوگی اس طرح وہ مومنوں کی صفوں سے خارج ہو جائے گا۔

### ۳: رب ذوالجلال کی تلوار:

امام سجاد علیہ السلام نے امیر المؤمنین علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی تلوار کہا ہے کیونکہ امیر المؤمنین علیہ السلام کی تلوار کے ساتھ بہت محبت تھی گویا یہ کہنا مناسب ہوگا کہ آپ خود تلوار تھے وہ بھی خدا کی تلوار۔ خواہشات نفسانی کی تلوار نہیں۔ یعنی حالانکہ آپ بہت بہادر اور طاقتور تھے پھر بھی آپ نے کبھی بھی اپنی تلوار سے ناجائز استفادہ نہ کیا نہ ہی آپ نے خدا کی رضا کے خلاف کوئی قدم اٹھایا۔ آپ رب ذوالجلال کی تلوار تھے اس لئے آپ ہمیشہ کلمہ حق کی سر بلندی کے لئے تلوار چلایا کرتے تھے۔

### میزان کے بارے میں مرحوم محدث فیض کاشانی کا نظریہ

عظیم عالم، محدث، فلسفی مرحوم فیض کاشانی نے امام صادق علیہ السلام اور امام سجاد علیہ السلام کے کلام سے استفادہ کرتے ہوئے میزان کو انسان کامل سے تعبیر کیا ہے وہ کہتے ہیں:

ان میزان کل شیء هو المعیار الذی به يعرف قدر ذالک الشیء فی میزان یوم القیامة للناس ما یوزن به قدر کل انسان و قیمتہ علی حسب عقیدتہ و خلقہ و عملہ و علمہ، لتجزئی کل نفس بما کسبت و لیس ذالک الا الا انسان کامل اذ به و باقتضاء آثارہ و ترک ذالک القرب من طریقہ و البعد عنہا يعرف مقدار الناس و قدر حسناتہم و سیئاتہم فی میزان کل امة ہو نبی تلک الامہ و وصی نبیہا و الشریعة التی اتی بہا فمن ثقلت موازینہ فأولیک هم المفلحون ومن خفت موازینہ فأولیک الذین خسروا انفسہم۔

ہر چیز کا میزان وہ آلہ ہے جس کے ذریعے مورد نظر چیز کی قدر و منزلت کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور قیامت میں لوگوں کے لئے میزان وہ چیز ہوگی جس سے ہر انسان کی قدر و قیمت کو عقیدہ، اخلاق اور عمل کے لحاظ سے وزن کیا جائے گا تاکہ ہر کوئی اپنے عمل کی جزاء تک پہنچ سکے۔ اور قیامت میں یہ معیار انسان کامل کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہوگا۔

کیونکہ انسان کامل اور اس کے اقوال و اعمال کی پیروی یا مخالفت سے لوگوں کی قدر و منزلت اور ان کی نیکیوں یا برائیوں کی پہچان ہو سکتی ہے۔ اس بنا پر ہر امت کا میزان، اس امت کے انبیاء ان انبیاء کے اوصیاء یا وہ شریعت ہے جو وہ اللہ

تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں لہذا جن کا میزان اعمال سنگین ہوگا وہ نجات یافتہ ہوں گے اور جن کا میزان اعمال ہلکا ہوگا وہ نقصان والے گروہ میں شامل ہوں گے۔

اس کے بعد مرحوم فیض کاشانی علیہ الرحمہ ہشام بن سالم کی روایت کو بطور شاہد بیان کرتے ہیں جو انہوں نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے اور اس کا ذکر پہلے بیان ہو چکا ہے اس کے بعد مذکورہ روایت کو ذکر کرتے ہیں۔

**وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى عَنْهُمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ نُحْنُ الْمَوَازِينُ الْقِسْطُ.**

جو روایت اہلبیت اطہار علیہم السلام سے منقول ہے اس میں وہ فرماتے ہیں ”قیامت میں عدل کے میزان ہم ہیں“۔<sup>[۱]</sup>

## قرآن مجید میں میزان کے جمع کا استعمال

قرآن مجید میں بعض مقامات پر لفظ ”میزان“ جو کے مفرد ہے کی جگہ ”موازنین“ جو اس کا جمع ہے بیان ہوا ہے مفسرین کرام نے اس کی بعض وجوہات بیان کی ہیں۔

اول: ممکن ہے قیامت میں ہر شخص کے پاس اپنا مخصوص میزان ہو اس وجہ سے تمام افراد کے لئے موازین جو کہ جمع ہے استعمال ہوا ہے۔

دوم: تمام انسانوں کے اعمال کے وزن کرنے کا میزان ایک ہی ہے اور جمع افراد کی تعداد کے اعتبار سے لایا گیا ہے۔

سوم: یہ بھی ممکن ہے کہ لوگوں کے اعمال کی تعداد کے لحاظ سے جمع کا لفظ بیان ہوا ہو کیونکہ ہر عمل کا جدا گانہ وزن کیا جائے گا۔

چہارم: یہ بھی کہا گیا ہے کہ عرب بعض اوقات جمع کے لفظ کو واحد کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں انہوں نے تفاسیر کی کتب میں اس کے لئے ایک مثال بیان کی ہے۔ اس کے علاوہ بھی موازین کے جمع لانے کے لئے وجہ بیان کی جاسکتی ہے جس کے شواہد کتاب و سنت میں موجود ہیں اور وہ یہ کہ ایک ہی عمل کے مختلف پہلو ہوتے ہیں اور ہر پہلو کے وزن کے لئے اس کے ساتھ مناسبت رکھنے والا ایک میزان ہوتا ہے لہذا لوگوں کے اعمال مختلف جہات سے متعدد موازین سے وزن کئے جائیں گے۔

مثلاً نماز ایک عبادت ہے لیکن اس عبادت کے وزن اور قدر کو معین کرنے کے لئے ضروری ہے کہ نماز پڑھنے والے کا خلوص، اس کے درجات علم، عقول، معرفت اور خشوع کا بھی وزن کیا جائے۔ مختصر یہ کہ نماز کا اس کے تمام ابعاد کے ساتھ

[۱] کلمات مکنونہ، ص ۱۰۹



وزن کیا جائے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا وزن نماز کی قدر و منزلت میں موثر ہوگا۔ اس مطلب کی مزید وضاحت کے لئے یہاں بعض آیات اور روایات کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔

## موازن اعمال میں موثر چیزیں

### (الف)۔ خلوص

اس میں کوئی شک نہیں کہ میزان میں عبادت کا اس وقت وزن اور مقام ہوگا اور قیامت میں صاحب عمل اس وقت اس سے فائدہ حاصل کرے گا جب اسے خلوص نیت اور ضمیر کی پاکیزگی سے انجام دیا جائے، عامل شخص اسے صرف خدا کی خاطر انجام دے اس میں ریا کاری اور شرک شامل نہ ہو اور اس میں غیر خدا سہم اور شریک نہ ہو۔

هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ. الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

”وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے لہذا تم لوگ اخلاص دین کے ساتھ اس کی عبادت کرو کہ ساری تعریف اسی عالمین کے پالنے والے خدا کے لئے ہے“۔ [۱]

خلوص سے مراد یہ ہے کہ عبادت صرف خدا کے لئے واقع ہو اور عامل کے لئے اس عمل کا انگیزہ اور محرک خدا کی ذات کے علاوہ کوئی اور نہ ہو البتہ عمل میں خلوص کے بہت سے درجات اور مراتب ہیں عامل کا خلوص جتنا زیادہ ہوگا اسی کے مطابق بارگاہ الہی میں اس عمل کی قدر و منزلت زیادہ ہوگی اور وہ عمل میزان عدل میں اتنا زیادہ سنگین ہوگا۔

### آزاد بندوں کی عبادت

درجات میں خلوص کے مطابق فرق آئمہ معصومین علیہم السلام کی روایات میں بھی بیان ہوا ہے۔

إِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللَّهَ رَغْبَةً فِتْلِكَ عِبَادَةُ التُّجَّارِ وَإِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللَّهَ رَهْبَةً فِتْلِكَ عِبَادَةُ الْعَبِيدِ وَإِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللَّهَ شُكْرًا فِتْلِكَ عِبَادَةُ الْأَحْرَارِ

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ایک گروہ اللہ کی عبادت بہشت میں نعمتوں تک رسائی کے لئے کرتا ہے یہ تاجروں والی عبادت ہے، ایک گروہ خدا کی عبادت اس کے عذاب سے خوف کی وجہ سے کرتا ہے۔ یہ غلاموں والی عبادت ہے۔ ایک گروہ خدا کی عبادت اپنے فریضہ کی ادائیگی اور شکرگزاری کے لئے انجام دیتا ہے۔ یہی آزاد لوگوں والی عبادت ہے۔ [۲]

[۱] سورہ غافر، آیت ۶۰

[۲] منہج البلاغہ، کلامہ ۲۳

حالانکہ یہ تینوں گروہ خدا کی طرف متوجہ ہیں اور صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں ان میں خلوص بھی پایا جاتا ہے لیکن پہلے گروہ کے عمل کا سبب وہ بہشت ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے دوسرا گروہ جہنم سے نجات کے لئے عمل انجام دیتا ہے جس جہنم سے اللہ تعالیٰ نے ڈرایا ہے البتہ تیسرا گروہ وہ ہے جس کے عبادت کرنے کا سبب صرف بارگاہ الہی میں شکر ادا کرنا ہے پہلے دونوں گروہوں میں پہلے گروہ کی بہ نسبت خلوص نیت اور عمل کی پاکیزگی کے اعتبار سے بہت زیادہ فرق اور فاصلہ پایا جاتا ہے ہم اس فاصلے کو ایک مثال کے ضمن میں بیان کر سکتے ہیں جو شخص نماز حاجت پڑھتا ہے اس کا یہ عمل صرف خدا کے لئے ہے اور وہ قصد قربت رکھتا ہے لیکن اس عبادت کی انجام دہی کے لئے اسے ابھارنے والی اس کی اپنی حاجت روائی ہے اس طرح جو شخص نماز استسقاء پڑھتا ہے یقیناً اس کا یہ عمل خدا کے لئے ہے اور وہ قصد قربت بھی رکھتا ہے لیکن اس عبادت کے لئے اسے حرکت دینے والا برسات کا برسنا اور بھوک اور قحط سالی سے نجات پانا ہے۔

مرحوم سید نے کتاب عروۃ الوثقیٰ میں نماز استجاری کی فصل میں نماز کے لئے اجر کی اجرت لینے کو انگیزہ پر ایک اور انگیزہ کا نام دیا ہے اپنے بیان کے ضمن میں نماز حاجت اور نماز استسقاء کو بطور مثال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

حاجت روائی اور برسات کے لئے اجر لینا محرک ہے اور نماز پڑھنے والا اپنے اس عبادی عمل کو قصد قربت اور خدا کے لئے انجام دے رہا ہے۔

ان نماز پڑھنے والوں میں اللہ کے وہ نیک بندہ بھی ہیں جن کا عبادت میں مقصد صرف اپنے عبودیت کے وظیفہ کو انجام دینا ہوتا ہے وہ نماز تہجد کی ادائیگی کے لئے اپنے آرام دہ بستر کو چھوڑ دیتے ہیں اور خلوت میں جا کر صرف خدا اور اس کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لئے نماز ادا کرتے ہیں اس طرح کا گروہ بھی اپنے عبادی عمل میں خلوص نیت اور قصد قربت رکھتا ہے لیکن دونوں نمازیوں کے خلوص میں بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے جو حاجت روائی یا برسات کے لئے نماز پڑھتے ہیں ان دونوں نمازوں میں معنوی قدر اور وزن کے اعتبار سے بہت زیادہ فرق ہے۔

وہ لوگ جو حاجت روائی یا برسات کے حصول کے لئے نماز پڑھتے ہیں وہ ان لوگوں کی طرح ہیں جو بہشت کی تمنا یا جہنم سے خوف کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں لیکن جو لوگ اپنے وظیفہ عبودیت کو انجام دینے یا خدا کی خوشنودی کے لئے نماز پڑھتے ہیں وہ اولیاء الہی کے پیروکار ہیں جن کا عبادت میں ہدف صرف منعم حقیقی کی بارگاہ میں شکر گزاری ہوتا ہے۔

عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ:

إِلٰهِي مَا عَبَدْتُكَ خَوْفًا مِنْ تَارِكٍ وَلَا طَمَعًا فِي جَنَّتِكَ بَلْ وَجَدْتُكَ أَهْلًا لِلْعِبَادَةِ فَعَبَدْتُكَ

حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

”خداوند! میں تیری عبادت جہنم کے خوف یا تیری بہشت کی لالچ کی وجہ سے نہیں کر رہا بلکہ میں نے تجھے عبادت کا لائق سمجھا اسی وجہ سے تیری عبادت کر رہا ہوں۔“<sup>[۱]</sup>

اللہ تعالیٰ کے عظیم اولیاء بھی بہشتیوں کی طرح لذتوں سے استفادہ کرتے ہیں لیکن وہ لذتیں جو ان کے عظیم روح اور ان کی عظیم فکر کے ساتھ مناسب ہو جو لذتیں مادی لذتوں سے کئی گنا زیادہ لذیذ ہوتی ہیں امام سجاد علیہ السلام بارہویں مناجات کے ضمن میں بارگاہ الہی میں عرض کرتے ہیں:

وَمَا أَطْيَبَ طَعْمًا حُبِّكَ وَمَا أَعَذَّبَ شَرِّبَ قُرْبِكَ.

”تیری محبت کا طعام کس قدر لذیذ ہے اور تیرے قرب معنوی کا شربت کس قدر شیریں ہے۔“<sup>[۲]</sup>

### حضرت علی علیہ السلام کا اخلاص

جو عبادت خلوص کے ساتھ انجام دی جائے وہ میزان عمل میں اتنا وزن رکھتی ہے کہ صرف ایک ہی عمل جو مکمل طور پر خلوص کے ساتھ انجام دیا جائے اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو اپنے عامل میں بہت بڑا اثر رکھتا ہے اور اسے جہنم کی مشکلات سے نجات دلا کر جنت میں لے جاسکتا ہے۔

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَجِيمٌ يَشْكُرُ الْقَلِيلَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ يُرِيدُ بِهِ وَجْهَ اللَّهِ فَيُدْخِلُهُ اللَّهُ بِهِ الْجَنَّةَ

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا پروردگار رجیم ہے اور تمہارے عمل کی جزاء اگرچہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، عطا فرماتا ہے اس کا کوئی بندہ خلوص کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی خلوص کے ساتھ دو رکعت کی وجہ سے جنت میں جگہ دیتا ہے۔<sup>[۳]</sup>

حضرت علی علیہ السلام جو کہ خلوص کی عظیم مثال تھے آپ اپنے تمام اعمال کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے انجام دیتے اور اپنے پیروکاروں کو بھی اس مقدس وظیفہ جو کہ سعادت کا باعث ہے کی تشویق و ترغیب دیا کرتے تھے۔

وَ أَخْلَصْ لِلَّهِ عَمَلَكَ وَ حُبِّكَ وَ بُغْضَكَ وَ أَخْذَكَ وَ تَرْكَكَ وَ كَلَامَكَ وَ صَمْتَكَ.

آپؑ مومن پیروکاروں کے بارے میں فرماتے ہیں:

[۱] عروۃ الوثقی، فضل نیت ص ۲۰۸

[۲] مفاتیح الجنان، ص ۱۲۳

[۳] سفینہ خالص، ص ۲۰۸

”اپنے علم اور عمل کو، اپنی دوستی اور دشمنی کو، اپنے پکڑنے اور رہا کرنے کو، اپنے خاموش رہنے اور بات کرنے کو خالصتاً خدا کے لئے قرار دو“۔<sup>[۱]</sup>

جلال الدین محمد بلخی نے تاریخ کے ایک قصہ کو نظم کی صورت میں بیان کیا ہے جو حضرت علی علیہ السلام کے خلوص کا ایک نمونہ ہے اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

از علی آموز اخلاص عمل  
شیر حق را دان منزہ از دغل  
در غزا بر پهلوانی دست یافت  
زود شمشیری بر آورد و شتافت  
اوخدو انداخت بروری علی  
افتخار هر نبی و هر ولی  
در زمان انداخت شمشیر آن علی  
کرد او اندر غزایش کاهلی  
گشت حیران آن مبارز زین عمل  
و ز نمودن عفو و رحم بی محل  
گفت بر من تیغ تیز افراشتی  
از چه افکندی مرا بگذاشتی  
آن چه دیدی بہتر از پیکار من  
تاشدی تو سست در آشکار من  
گفت من تیغ از پی حق می زخم  
بندہ حقم نہ مأمور تنم  
شیر حقم، نیستم شیر هوئی

[۱] فہرست، عدد، ص ۹۲

فعل من بردین من باشد گوا  
 چون درآمد علتی اندر غزا  
 تیغ را دیدم نہان کردم سزا  
 تا حب لله آید نام من  
 تاکہ ابغض لله آید کام من  
 تاکہ اعط الله آید جود من  
 تاکہ امسك الله آید بود من  
 بخل من لله عطا لله و بس  
 جملہ لله ام نیم من آن کس

ترجمہ:

حضرت علیؑ سے عمل کا اخلاص سیکھو، شیر حق کو ہر قسم کے فریب سے پاک و پاکیزہ جانو آپؑ نے ایک غزوہ میں ایک پہلوان پر اپنی تلوار نکالی جب اس پہلوان نے حضرت علیؑ کی شان میں گستاخی کی وہ علی جو ہر نبی اور ہر ولی کے لئے باعث افتخار تھے تو حضرت علیؑ نے تلوار نیام میں ڈال دی پہلوان آپؑ کے اس عمل پر بہت حیران ہوا جو بے محل امامؑ نے عفو و درگزر کیا تھا

وہ حضرت علیؑ سے کہنے لگا: آپؑ نے تیز تلوار مجھ پر نکالی اور پھر کیوں مجھے قتل کرنے کی بجائے چھوڑ دیا حضرت علیؑ نے فرمایا: میں اللہ کے لئے تلوار چلاتا ہوں، میں خدا کا بندہ ہوں، اپنے تن کا غلام نہیں میں شیر خدا ہوں، خواہشات نفسانی کا شیر نہیں میرا فعل، میرے دین کی گواہی دے رہا ہے جب غزوہ میں مجھے ایک علت کا سامنا کرنا پڑا تو میں نے تیری سزا معاف کر دی تاکہ مجھ پر احب اللہ خدا کے لئے محبت اور اسی کے لئے بعض کرنے والے کا نام آئے تاکہ پتہ چلے کہ میں صرف خدا کے لئے عطا کرتا ہوں۔ میرا بخل اللہ کے لئے میری عطا اسی ذات کے لئے ہے میں تمام کام صرف اور صرف خدا کے لئے کرتا ہوں

خلاصہ

موازن قیامت میں جن چیزوں کو وزن کیا جائے گا ان میں سے ایک خلوص نیت بھی ہے، دنیا میں جس عمل کے

ساتھ بھی زیادہ خلوص ہوگا قیامت کے دن اس کا وزن زیادہ ہوگا، صاحب عمل کے میزان عمل کے پلہ کو سنگین بنانے میں خلوص کا بہت زیادہ اثر ہے، سب سے زیادہ خلوص ان اعمال میں پایا جاتا ہے جن کی انجام دہی میں عامل کا کوئی فائدہ شامل نہ ہو، اور عامل کو اس عمل پر ابھارنے والی چیز صرف رضائے الہی کا حصول ایسے عمل کی مثال اس حدیث کے ضمن میں بھی بیان ہوئی ہے۔

وَرُوِيَ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ لِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ هَلْ عَمِلْتَ لِي عَمَلًا قَطُّ قَالَ صَلَّيْتُ لَكَ وَصُمْتُ وَتَصَدَّقْتُ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَهُ أَمَّا الصَّلَاةُ فَلَكَ بُرْهَانٌ وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ ظِلٌّ وَالزَّكَاةُ نُورٌ فَأَنْتَ عَمِلْتَ لِي قَالَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ دَلَّيْنِي عَلَى الْعَمَلِ الَّذِي هُوَ لَكَ قَالَ يَا مُوسَى هَلْ وَاللَّيْتِ لِي وَلَيْسَ أَعْلَمَهُ مُوسَى أَنَّ أَفْضَلَ الْأَعْمَالِ الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالبُغْضُ فِي اللَّهِ

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کیا تم نے کبھی کوئی عمل میرے لئے انجام دیا

ہے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: میں نے تیری خاطر نماز پڑھی ہے، روزہ رکھا ہے، صدقہ دیا ہے اور تیرا ذکر انجام

دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نماز عبودیت کی دلیل ہے، روزہ جہنم کے لئے ڈھال ہے، صدقہ قیامت کا سایہ ہے اور ذکر نور ہے۔ تم نے کونسا عمل میرے لئے انجام دیا ہے؟ حضرت موسیٰ نے عرض کیا: بارالہا! مجھے اس عمل کے بارے میں بتائیے جو فقط آپ ہی کے لئے ہو۔ خداوند عالم نے فرمایا: اے موسیٰ کیا تم نے میرے دوست کو اپنا دوست اور میرے دشمن کو اپنا دشمن سمجھا ہے؟ اس سے حضرت موسیٰ سمجھ گئے کہ سب سے افضل عمل خدا کے لئے دوستی اور خدا کے لئے دشمنی کرنا ہے۔ [۱]

## (ب)۔ عقل

ایک اور امر جس کی وجہ سے قیامت میں نیک اور بد لوگوں کے موازین اعمال میں اثر پڑے گا اور ان کی قدر و منزلت کے وزن کو گھٹایا یا بڑھایا جائے گا اعمال انجام دینے والوں کی عقل کے درجات ہیں، نیک لوگوں کی عقل جتنی زیادہ کامل ہوگی، ان کے اعمال کا وزن اسی مقدار میں زیادہ ہو جائے گا اور بد کردار لوگوں کی عقل جس قدر کامل ہوگی اسی مقدار میں ان کا جرم سنگین ہوگا۔

قیامت میں لوگوں کے اچھے اور برے اعمال کا وزن صاحبانِ عمل کی عقل کے مطابق ہوگا۔

[۱] سفینہ، جلد اول، (حبیب) جس ۲۰۱

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِتْمَا يُدَأُّ اللهُ الْعِبَادَ فِي الْحِسَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى قَدْرِ مَا آتَاهُمْ مِنَ الْعُقُولِ فِي الدُّنْيَا

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

قیامت کے دن لوگوں کی حساب رسی میں اللہ تعالیٰ کی دقت ان کی عقل کی مقدار کی مناسبت سے ہوگی جو عقل اس نے انہیں دنیا میں عطا فرمائی ہے۔ [۱]

نہ صرف قیامت میں لوگوں کے اعمال کے میزان کا آسان اور سخت ہونا ان کے عقل پر منحصر ہے بلکہ نیک لوگوں کا انعام اور برے لوگوں کی سزا بھی اسی پر منحصر ہے لہذا اچھے اور برے لوگوں کی عقل جتنی زیادہ ہوگی اسی اندازہ کے مطابق اچھے لوگوں کا اجر زیادہ ہوگا اور برے لوگوں کی سزا اتنی ہی زیادہ سخت ہوگی۔

قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ السَّيِّدِ فَلَانٌ مِنْ عِبَادَتِهِ وَدِينِهِ وَفَضْلِهِ فَقَالَ كَيْفَ عَقَلَهُ قُلْتُ لَا أَدْرِي فَقَالَ إِنَّ الثَّوَابَ عَلَى قَدْرِ الْعَقْلِ

راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ: فلاں شخص عبادت، دین اور فضیلت کے

لحاظ سے ایسا ہے،

امام نے فرمایا: اس کی عقل کیسی ہے؟

میں نے عرض کیا: معلوم نہیں،

امام علیہ السلام نے فرمایا: ہر انسان کے اعمال کی جزا اس کی عقل کی مقدار کے مطابق ہے۔ [۲]

نتیجہ

عقل کا قوی یا ضعیف ہونا بھی خلوص کے درجات کی طرح ان ابعاد میں سے ہے۔ جو عمل کے وزن میں اپنا اثر چھوڑ کر میزان کے ثقیل یا خفیف ہونے کا باعث بنتے ہیں۔

(ج)۔ علم

تیسرا عامل جو قیامت کے دن لوگوں کی نیکیوں کے وزن میں موثر ہوگا اور عمل کی قدر و منزلت کو بڑھا کر صاحب

[۱] کافی، جلد اول ص ۱۲

[۲] کافی، جلد اول ص ۱۲

میزان کے پلہ کے سنگین ہونے کا باعث بنے گا، علم ہے وہ قلیل عبادت جسے کوئی عالم انجام دیتا ہے۔ بارگاہ الہی میں اس کا وزن غیر عالم زاہدوں اور پرہیزگاروں کی عبادت سے کئی گنا زیادہ ہوگا اور میزان عمل میں اس کا وزن بھی بہت سنگین ہوگا، روایات میں یہ مطلب اچھی طرح بیان ہوا ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ رُكْعَةٌ يُصَلِّيُهَا الْفَقِيهُ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِينَ أَلْفَ رُكْعَةٍ يُصَلِّيُهَا

الْعَابِدُ

حضرت امام جعفر صادق عليه السلام نے فرمایا: نماز کی ایک رکعت جو فقیر عالم شخص ادا کرتا ہے، عابد کی ستر ہزار رکعتوں سے افضل ہے۔<sup>[۱]</sup>

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بَعَثَ اللَّهُ الْعَالِمَ وَالْعَابِدَ فَإِذَا وَقَفَا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ

عَزَّ وَجَلَّ قِيلَ لِلْعَابِدِ انْطَلِقْ إِلَى الْجَنَّةِ وَقِيلَ لِلْعَالِمِ قِفْ تَشْفَعُ لِلنَّاسِ بِحَسَنِ تَأْدِيبِكَ لَهُمْ

امام صادق عليه السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: جب قیامت کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے عالم اور عابد (دونوں) کو اٹھایا جائے گا جب یہ دونوں بارگاہ الہی میں حاضر ہوں گے تو عابد سے کہا جائے گا کہ تم بہشت میں جاؤ اور عالم سے کہا جائے گا، اپنے حسن مقام کے مطابق لوگوں کی شفاعت کرو۔

نہ صرف محشر میں عالم اور عابد کی عبادتوں کا وزن برابر نہ ہوگا بلکہ روایات میں ہے کہ یہ فرق علماء اور شہداء کے درمیان بھی موجود ہوگا روایات میں شہید کی فداکاری پر عالم کی برتری کو نہایت ہی لطیف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

## عالم اور مجاہد

عالم اور مجاہد دونوں دین کے خدمت گزار ہیں اور دونوں کا مقصد کلمہ حق کی سر بلندی، پاکیزگی اور فضیلت کو عام کرنا ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ عالم شرک اور کفر کے مقابل داخلی جنگ لڑتا ہے اور مجاہد مشرکین اور کفار کے ساتھ خارجی جنگ میں سرگرم رہتا ہے عالم اور مجاہد دونوں انسانوں کی سعادت اور نیک بختی کے لئے کوشش کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ انسانوں کے لئے راہ ہموار کر کے ان کے لئے تکامل کا باعث بنیں، عالم کوشش کرتا ہے کہ گمراہی اور انحراف کو دور کرے، اخلاقی اور اعتقادی امراض کا علاج کرے لوگوں کو مومن بنا کر ان کے درمیان دوستی اور محبت کا پیغام عام کرے اور مجاہد کوشش کرتا ہے کہ گمراہ اور منحرف لوگوں کو ختم کرے، معاشرے کے فاسد اور ناقابل علاج لوگوں کو ختم کرے، دوسرے لوگوں کو ان کی شر سے نجات دلائے، عالم کے کام کا وسیلہ قلم اور زبان ہوتا ہے اور مجاہد کے کام کا ذریعہ گرم اور سرد اسلحہ ہے۔

[۱] بحار، جلد اول، ص ۷۴، ۷۵



عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: السَّيْفُ فَاتِقٌ وَالِدَيْنِ اتَّقِ فَالِدَيْنِ يَا مُرَّ بِالْمَعْرُوفِ وَالسَّيْفُ  
يَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ.

حضرت امام علیؑ فرماتے ہیں: تلوار جدائی اور فاصلے کا عامل ہے اور دین اتصال اور پیوستگی کا باعث ہے پس دین امر بالمعروف کرتا ہے اور تلوار نبی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتی ہے۔<sup>[۱]</sup>  
عالم اپنے قلم میں موجود سیاہی کے ذریعے لڑتا ہے وہ دلیل کے ساتھ اپنے مطالب صفات پر لکھ کر دشمن کو علمی دلائل کے ذریعے شکست دیتا ہے، اور مجاہد اپنی رگوں میں دوڑنے والے خون سے میدان جنگ کو رنگین کر کے دشمن کو نیست و نابود کر دیتا ہے قیامت کے دن ان دونوں اسلحوں کا وزن کیا جائے گا تا کہ جو زیادہ وزن کا حامل ہے اس کا پتہ چل جائے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جَمَعَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ  
وَاحِدٍ وَوَضَعَتِ الْمَوَازِينُ فَتُوزَنُ دِمَاءُ الشُّهَدَاءِ مَعَ مِدَادِ الْعُلَمَاءِ فَيَرْبَحُ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ عَلَى دِمَاءِ  
الشُّهَدَاءِ.

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب قیامت کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ اولین و آخرین تمام مخلوقات کو ایک ہی زمین میں جمع کرے گا، موازین (ترازو) کو برقرار کیا جائے گا اور (اس میں) شہیدوں کے خون اور علماء کے قلم کا وزن کیا جائے گا اور یہ نتیجہ نکلے گا کہ علماء کے قلم کا وزن شہداء کے خون سے زیادہ سنگین ہے۔<sup>[۲]</sup>

[۱] غرر الحکم، ص ۱۰۰

[۲] مشکوٰۃ الانور، ص ۱۳، امالی صدوق، مجلسی، ص ۳۲، ص ۱۰۲

## پانچویں فصل

## حساب قیامت

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ۖ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

”اس دن سے ڈرو جب تم سب پلٹا کر اللہ کی بارگاہ میں لے جائے جاؤ گے اس کے بعد ہر نفس کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلے ملے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ [۱]

قیامت کے دن انسانوں کے نامہ اعمال، عقائد، اور اعمال کی جانچ پڑتال اور عدل کے ذریعے تو لے جانے کے بعد تمام انسانوں کی وضعیت واضح ہو جائے گی جس کے نتیجے میں مؤحد و مشرک، مومن و کافر، مظلوم و ظالم، مقروض و قرض خواہ اور پاک و ناپاک سب پہنچائے جائیں گے۔ یہ شناخت عدل اور حق کو صاحبان حق تک پہنچانے کی اساسی اور بنیادی شرط ہے قیامت میں تمام انسانوں کے محشور ہونے کی کیفیت ایک جیسی نہیں ہوگی بلکہ سب انسان ایک دوسرے سے مختلف ہو کر قیامت میں حاضر ہوں گے۔ اس ظاہری فرق سے ان کے عقائد کے درست یا غلط ہونے اور ان کے اعمال کے خوب یا بد ہونے کے بارے میں معلوم ہو جائے گا۔ لوگ اسی فرق کے ذریعہ محاسبہ سے پہلے ہی اپنی حقیقت سے باخبر ہو جائیں گے اور ہر انسان اجمالی طور پر سمجھ لے گا کہ وہ متقی اور پاک لوگوں میں سے ہے یا بد بخت اور ناپاک لوگوں میں ہے۔

## قیامت میں نیک اور متقی لوگوں کا استقبال

اس دن متقی اور پرہیزگار لوگوں کی قدر و منزلت ظاہر ہو جائے گی ان کے ضمیر کا نور ان کی پیشانیوں پر روشن ہوگا اور لوگوں کو ان کے با ایمان ہونے اور صحیح اعمال کے بارے میں معلوم ہو جائے گا۔

اسی طرح اس دن گناہگاروں اور ناپاک لوگوں کے ضمیر کی تاریکی اور باطن کی پلیدی بھی ظاہر ہو جائے گی ان کے تمام مخفی راز فاش ہو جائیں گے اور اہل محشر ان کے باطن کی خباثت کے بارے میں جان لیں گے اس سلسلے میں قرآن و سنت سے آگاہی کے لئے یہاں چند آیات اور روایات کو بیان کیا جا رہا ہے۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا

[۱] بقرہ، آیت ۲۸۱

قیامت کے دن ہم صاحبانِ تقویٰ کو رحمان کی بارگاہ میں مہمانوں کی طرح جمع کریں گے۔<sup>[۱]</sup>  
 وفد: لغت میں وفد معزز اور محترم گروہ کو کہا جاتا ہے جو بزرگوں کی ملاقات کے لئے جاتے ہیں اور ان کی فضل اور عنایتوں میں شامل ہوتے ہیں۔

بہت سی روایات میں ہے کہ قیامت میں لوگ حفاة و عراة یعنی پابہرہند اور ننگے محشور ہوں گے، لیکن عامہ اور خاصہ کی تفاسیر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی روایات منقول ہیں کہ قیامت میں متقی لوگ سوار محشور کئے جائیں گے۔

عَنِ النَّبِيِّ اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفِدًا  
 قَالَ أَمَا وَاللَّهِ مَا يُحْشَرُونَ عَلَى أَقْدَامِهِمْ وَلَا يُسَاقُونَ سَوْقًا وَلَكِنَّهُمْ يُؤْتُونَ بِنُوقٍ مِنَ  
 الْجَنَّةِ لَمْ تَنْظُرِ الْخَلَائِقُ إِلَى مِثْلِهَا

قیامت کے دن صاحبانِ تقویٰ کو رحمان کی بارگاہ میں مہمانوں کی طرح جمع کریں گے۔<sup>[۲]</sup>  
 اس آیت کریمہ کی تفسیر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خدا کی قسم متقی افراد اپنے قدموں سے محشر میں نہیں آئیں گے اور ملائکہ انہیں میدانِ قیامت کی طرف نہیں لے جا رہے ہوں گے بلکہ ان کے لئے بہشتی اونٹنیاں لائی جائیں گی جن اونٹنیوں کو مخلوقات میں سے کسی نے بھی نہیں دیکھا ہوگا۔“<sup>[۳]</sup>

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ قَوْلِ  
 اللَّهُ تَعَالَى يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفِدًا، فَقَالَ: يَا عَلِيُّ إِنَّ الْوَفْدَ لَا يَكُونُ إِلَّا رُكْبَانًا أَوْ لَيْعًا  
 رَجَالًا اتَّقُوا اللَّهَ فَاحْبَبَهُمُ اللَّهُ عَزَّ ذِكْرُهُ وَاحْتَصَّ بِهِمْ وَرَضِيَ أَعْمَالَهُمْ فَسَبَّاهُمْ الْمُتَّقِينَ ثُمَّ قَالَ يَا  
 عَلِيُّ أَمَا وَالَّذِي خَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَى النَّسْمَةَ إِنَّهُمْ لَيَخْرُجُونَ مِنْ قُبُورِهِمْ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ  
 لَتَسْتَقْبِلُهُمْ بِنُوقٍ مِنَ نُوقِ الْعِزِّ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مور و بحث آیت کریمہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے علی علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا: وفد سوار گروہ کے علاوہ استعمال نہیں ہوتا۔ یہ متقی لوگوں کا گروہ ہے، اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور انہیں اپنے لئے مخصوص کیا ہے وہ ان کے اعمال سے راضی و خشنود ہے اور اس نے ان کا نام متقین رکھا

[۱] سورہ مریم، آیت ۸۵

[۲] سورہ مریم، آیت ۸۵

[۳] تفسیر در المنثور، ج ۴، ص ۲۸۰

ہے اس کے بعد فرمانے لگے:

اے علیؑ! اس ذات کی قسم جس نے دانہ کوزمین میں توڑ کر اس سے صاحب روح موجودات کو خلق فرمایا: یہ با تقویٰ گروہ جب اپنی اپنی قبروں سے باہر آئیں گے تو ملائکہ محترم اور بزرگ اونہینوں کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے۔<sup>[۱]</sup>

## قیامت میں نور کی تقسیم

قرآن مجید میں خدا پر ایمان اور ہدایت کو نور کہا گیا ہے اور کفر اور گمراہی کو ظلمت کا نام دیا گیا ہے وہ لوگ جو اس کائنات میں خدا پر ایمان رکھتے اور تعلیمات الہی کو قبول کرتے ہیں وہ باطنی نورانیت کے حامل ہوتے ہیں بے ایمان اور گمراہ لوگ ان کے برعکس ہیں جن کے ضمیر سیاہ اور تاریک ہوتے ہیں:

أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلَهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ

بِخَارِجٍ مِّنْهَا

”کیا جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور قرار دیا جس کے سہارے وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے اس کی مثال اس کی جیسی ہو سکتی ہے جو تاریکیوں میں ہو اور ان سے نکل بھی نہ سکتا ہو۔۔۔۔۔“<sup>[۲]</sup>

اس سوال کا جواب واضح اور روشن ہے اور کبھی بھی یہ دونوں (نور اور ظلمت) ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے لیکن یہ نور اور ظلمت جو اللہ تعالیٰ کے کلام میں بیان ہوا ہے اس کا تعلق باطن کے ساتھ ہے اس لئے اس مادی اور محسوس کائنات میں نہ تو با ایمان لوگوں کے چہروں پر روشنی اور نورانیت ظاہر ہوتی ہے اور نہ ہی کفار کے چہروں میں ظلمت کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے لیکن عالم آخرت جس میں تمام پردے اٹھ جائیں گے اور پوشیدہ امور ظاہر ہوں گے وہاں یہ مخفی فرق بھی آشکار ہو جائے گا۔

جب محشر میں مومن اور نیک لوگ قدم رکھیں گے تو نور کی موجیں ان کے آگے آگے چل رہی ہوں گی اور وہاں موجود لوگ اس کا مشاہدہ کر رہے ہوں گے قرآن مجید میں اس سلسلے میں ارشاد رب العزت ہے:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ

”اس دن تم با ایمان مرد اور با ایمان عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ایمان ان کے آگے آگے اور اپنے طرف چل رہا

ہے۔۔۔۔۔“<sup>[۳]</sup>

[۱] تفسیر برہان، جلد ۳، ص ۴۴

[۲] انعام: آیت ۱۲۲

[۳] سورہ الحدید، آیت: ۱۲

چونکہ مومن مرد اور خواتین کا قیامت میں یہ نور ان کے معنوی اور ایمانی پہلو کی وجہ سے ہوگا اور دنیا میں مومنوں کے ایمان کے درجات ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اس بناء پر یقیناً قیامت میں ان کی نورانیت بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوگی۔

يُقَسِّمُ النُّورَ بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى قَدْرِ اِجْمَالِهِمْ.

اس آیت کے ذیل میں تفسیر قمی میں ہے کہ ”قیامت میں لوگوں کے درمیان نور کی تقسیم ان کے ایمان کے درجہ کے مطابق ہوگی“۔ [۱]

قَالَ قَتَادَةُ إِنَّ الْمُؤْمِنَ يُضِيئُ لَهُ كَمَا بَيِّنَ عَدَنَ إِلَى صَنْعَاءٍ وَ دُونَ ذَلِكَ حَتَّى أَنْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ مَنْ لَا يُضِيئُ لَهُ نُورُهُ إِلَّا مَوْضِعَ قَدَمَيْهِ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَيُوتُونَ نُورًا هُمْ عَلَى قَدْرِ اِعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ نُورُهُ مِثْلُ الْجَبَلِ وَأَدْنَا هُمْ نُورًا نُورُهُ عَلَى اِجْمَالِهِمْ يَطْفَأُ مَرَّةً وَيَقْدُ أُخْرَى هـ

قنادہ کہتے ہیں مومن کا نور عدن اور صنعاء جتنے فاصلے جتنی بڑی فضا کو روشن کر سکتا ہے اور یہ نور لوگوں کے درمیان موجود فرق کے مطابق نازل ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض لوگوں کا نور صرف ان کے پاؤں کی جگہ کو روشن کرے گا، عبد اللہ ابن مسعود کہتے ہیں۔ مومنوں کے نور کا نکلنا ان کے اعمال کے مطابق ہوگا، بعض افراد کا نور پہاڑ جتنا ہوگا، وہ لوگ جن کے اعمال کم ہوں گے نور صرف ان کی انگلی کے سروں پر ہوگا وہ بھی ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ کبھی روشن ہوگا اور کبھی بجھ جائے گا۔ [۲]

آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی روایات کے مطابق دنیا میں جن مومنوں کے آپس میں روابط پاک و پاکیزہ اور بے لوث ہیں اور وہ صرف اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں قیامت میں ان کے اس عظیم عمل کی وجہ سے ان کے چہرے نورانی اور درخشاں ہوں گے۔

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ الْمُتَحَابِّينَ فِي اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى مَنَابِرٍ مِنْ نُورٍ قَدْ أَضَاءَ نُورٌ وَجُوهِهِمْ وَ نُورٌ أَجْسَادِهِمْ وَ نُورٌ مَنَابِرِهِمْ كُلُّ شَيْءٍ حَتَّى يُعْرِفُوا بِهِ فَيُقَالُ هَؤُلَاءِ الْمُتَحَابُّونَ فِي اللَّهِ

ابو بصیر کہتے ہیں: میں نے امام صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا: وہ لوگ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے کو دوست رکھتے ہیں وہ قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے، ان کے چہروں، ان کے بدن اور ان

[۱] تفسیر قمی، جلد ۲، ص ۳۰۱

[۲] تفسیر مجمع البیان، جلد ۹، ص ۱۰، ص ۲۳۵

کے منبروں کا نور ہر چیز کو منور کرے گا، یہاں تک کہ وہ اسی نور کے ذریعے پہچانیں جائیں گے اور ان کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ وہی ہیں جو صرف خدا کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔<sup>[۱]</sup>

با ایمان اور نیک لوگوں کے مقابلے میں، مشرک اور گناہ گار لوگ ہیں وہ جب میدان محشر میں قدم رکھیں گے تو ان کے اندر سے ظلمت اور تاریکی باہر نکل رہی ہوگی جو ان کے چہروں کو سیاہ بنا لے گی، قرآن مجید اس سلسلے میں فرماتا ہے:

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ

اور تم روز قیامت دیکھو گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر بہتان باندھا ہے ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔<sup>[۲]</sup>

عَنْ سُودَةَ بِنِ كَلْبِ بْنِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ فَقَالَ كُلُّ إِمَامٍ انْتَحَلَ إِمَامَةً لَيْسَتْ لَهُ مِنَ اللَّهِ: قُلْتُ وَإِنْ كَانَ عَلَوِيًّا قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِنْ كَانَ عَلَوِيًّا قُلْتُ وَإِنْ كَانَ فَاطِمِيًّا قَالَ وَإِنْ كَانَ فَاطِمِيًّا هـ

سودہ بن کلب کہتے ہیں میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے اس (مذکورہ) آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جو بھی یہ جھوٹا دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے لوگوں کی رہبری اور امامت کے لئے منتخب فرمایا ہے وہ اس آیت میں شامل ہوگا اور قیامت میں اس کا چہرہ سیاہ ہوگا۔

میں نے عرض کیا اگر وہ مدعی علوی ہو تو؟ آپ نے فرمایا: اگرچہ وہ علوی ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے عرض کیا اگر وہ فاطمی ہو تو؟ آپ نے فرمایا: اگرچہ فاطمی ہی کیوں نہ ہو۔<sup>[۳]</sup>

قرآن مجید نے ایک اور مقام پر قیامت کے دن ایک گروہ کے چہروں پر روشنی اور دوسرے گروہ کے چہروں پر تاریکی اور ظلمت کو بہشتوں اور جہنمیوں کے عنوان سے بیان فرمایا ہے:

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۚ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهُهُمُ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۚ الَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ مِّمَّا كَسَبُوا ۖ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ مَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۖ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطْعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

”جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے نیکی بھی ہے اور اضافہ بھی ہے اور ان کے چہروں پر نہ سیاہی ہوگی اور نہ

[۱] کافی، جلد ۲، ص ۱۲۵

[۲] سورہ زمر، آیت ۶۰

[۳] تفسیر مجمع البیان، جلد ۷، ص ۸۰، ص ۲۰۴

ذلت، وہ جنت والے ہیں اور وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور جن لوگوں نے برائیاں کمائی ہیں ان کے لئے ہر برائی کے بدلے ویسی ہی برائی ہے اور ان کے چہروں پر گناہوں کی سیاہی بھی ہوگی اور انہیں عذاب الہی سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ ان کے چہرے پر جیسے سیاہ رات کی تاریکی کا پردہ ڈال دیا گیا ہو۔ وہ اہل جہنم ہیں اور اسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔<sup>[۱]</sup>

امام سجاد علیہ السلام دعا کے ضمن میں بارگاہ الہی میں عرض کرتے ہیں:

**وَبَيِّضُ وُجُوهُنَا يَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوهُ الظَّالِمَةِ.**

خداوند! ہمارے چہروں کو اس دن سفید کرنا، جس دن ظالموں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔<sup>[۲]</sup>

قیامت میں متقین کا سوار ہو کر آنا اسی طرح وہ نور جو مومنین کے آگے چل رہا ہوگا اس کا مشاہدہ کرنا، نیز ظلمت جو اس دن مشرکین اور کفار کے چہروں پر ہوگی، یہ تمام علامات ہیں جو اجمالی طور پر بیان کر رہی ہیں کہ اس دن ایک گروہ سعادت مند ہوگا اور دوسرا گروہ بد بخت ہوگا۔

## حساب قیامت

لیکن انسانوں کی تفصیلی وضعیت اور قطعی فیصلہ نامہ اعمال کے محاسبہ اور اسے تولنے کے بعد معلوم ہوگا، اسی وقت نیک لوگوں کے مراتب اور بدکردار افراد کی بدی کے درجات کے بارے میں بھی معلوم ہو جائے گا، اور گھنگرا افراد اور امر الہی کی مخالفت کی وجہ سے سزا پائیں گے اور بارگاہ الہی میں شرمسار نظر آئیں گے۔ اسی طرح لوگوں سے وابستہ جن ناجائز اعمال کے مرتکب ہوئے ہوں گے اور ان کے جان و مال میں ناجائز تصرف کیا ہوگا وہ ان سے بھی باخبر ہو جائیں گے اور خود کو ان کا مقروض اور مسئول سمجھنے لگیں گے محشر میں موجود تمام لوگ پریشانی اور اضطراب میں مبتلا ہوں گے کیونکہ وہ جانتے ہوں گے کہ اگر وقت کے ساتھ محاسبہ کیا گیا اور ہر چھوٹے بڑے کام کا مواخذہ کیا گیا اور کسی کو بھی معافی نہ دی گئی تو تمام لوگ حتیٰ کہ نیک اور صالح افراد بھی اپنے اعمال کی وجہ سے گرفتار ہو جائیں گے اور کم و بیش انہیں بھی عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دقیق حساب رسی کی سنگین اور خطرناک عاقبت کو متعدد روایات میں بیان فرمایا ہے جن کا ذکر عامہ اور خاصہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

**قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كُلُّ مُحَاسَبٍ مُعَذَّبٌ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَأَيْنَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَ**

[۱] سورہ بقرہ، آیت ۲۶، ۲۷

[۲] صحیفہ سجادیه، دعا ۲۲

## جَلَّ فَسَوْفَ يُحَاسِبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۗ قَالَ ذَاكَ الْعَرَضُ يَعْنِي التَّصَفُّحُ

امام محمد باقر علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جس کا بھی محاسبہ کیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہوگا۔ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس آسان حساب کے بارے میں فرمایا ہے: وہ کہاں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: یہ آسان حساب نامہ عمل کا پیش ہونا ہے اور مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب عمل کے گناہوں سے درگزر کرے گا اور اسے اپنے غنوم و مغفرت میں شامل کرے گا۔ [۱]

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ: لَيْسَ أَحَدٌ يُحَاسِبُ إِلَّا هَلَكَ فَقُلْتُ أَلَيْسَ اللَّهُ يَقُولُ: فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسِبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۗ قَالَ ذَاكَ بِالْحِسَابِ وَلَكِنْ ذَاكَ الْعَرَضُ وَمَنْ نُؤْفِقْ فِي الْحِسَابِ هَلَكَ ۗ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کا بھی حساب نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ وہ ہلاک ہو جائے گا۔ راوی نے عرض کیا: کیا اس طرح نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس کے داہنے ہاتھ میں اس کا نامہ اعمال ہو گا اس سے آسان حساب ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا: ”یہ حساب نہیں بلکہ یہ نامہ اعمال کا پیش ہونا ہے کیونکہ اگر کسی کے حساب میں دقت کی جائے تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ [۲]

## قیامت میں رحمت الہی کی وسعت

جیسا کہ آیات و روایات میں ہے اور گذشتہ فصلوں میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب سے زیادہ ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر لوگوں پر اپنی رحمت اور فضل کو خود پر لازم قرار دیا ہے۔

كُتِبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ

تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم قرار دی ہے۔ [۳]

بعض روایات کے مطابق جو رحمت اور عطفیت عالم آخرت کے تکوینی نظام میں حکم پروردگار سے قائم ہوگی اس کا مرتبہ دنیا میں اس کی رحمت اور عطفیت سے کئی گناہ زیادہ ہوگا۔ بعبارت دیگر جس طرح عالم آخرت کی تمام نعمتیں کیت اور

[۱] سورہ انشقاق آیت ۸

[۲] بحار، جلد ۳، ص ۲۶۷

[۳] تفسیر در المنثور، جلد ۶، ص ۳۲۹

[۴] انعام، آیت ۵۴



کیفیت کے اعتبار سے دنیا کی نعمتوں سے بہتر ہوں گی۔ اسی طرح اس عالم کی رحمت اور عطوفیت بھی دنیاوی رحمتوں سے زیادہ ہوگی۔

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِائَةَ رَحْمَةٍ فَجَعَلَ مِنْهَا فِي الْأَرْضِ رَحْمَةً فِيهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلَى وَلَدِهَا وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ فَإِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْمَلَهَا بِهَذِهِ الرَّحْمَةِ

حضرت سلمانؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کی خلقت کے دن ایک سو رحمتیں خلق فرمائیں، ان سو رحمتوں میں سے ایک رحمت کو اس نے زمین پر مقرر کیا اسی ایک رحمت کی وجہ سے ماں اپنے بچوں سے محبت کرتی ہے اور اسی ایک رحمت کی وجہ سے درندے اور پرندے اپنے اپنے بچوں کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور جب قیامت کا دن آئے گا تو خداوند عالم اس ایک رحمت کو بقیہ نوے رحمتوں سے مکمل اور پورا کرے گا۔ [۱]

عالم آخرت وہ عالم ہے جہاں عام لوگوں کی ایک دوسرے کے ساتھ محبت بڑھ جائے گی اور وہ بہت زیادہ مہر و محبت کے ساتھ ایک دوسرے سے پیش آئیں گے، خداوند عالم اپنے بندوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اور وہ ارحم الراحمین ذات ہے اس لئے وہ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کا لطف و کرم اور فیض وسیع ہو جائے اور اس کے بندے دنیا سے زیادہ اس عالم میں اس کی رحمت کی نعمت سے استفادہ کریں، روایات کے مطابق ایسا ہی ہوگا۔ لیکن گنہگار لوگ اس عنفوسے محروم رہیں گے اور وہ غفران الہی میں شامل نہیں ہوں گے، اس کے علاوہ تمام لوگ کم و بیش اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت سے استفادہ کریں گے اور عذاب الہی سے نجات پائیں گے، یہ وہ شناخت ہے جو مسلمانوں نے مکتب اسلام سے سیکھی ہے اور یہ ایسا حسن ظن ہے جو قرآن مجید کے پیروکار اپنے کریم رب کے بارے میں رکھتے ہیں۔

حِكْمِي أَنْ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَنْ يَتَوَلَّى حِسَابَ الْخَلْقِ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَتَوَلَّى حِسَابَ الْخَلْقِ؟ فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ نَعَمْ فَضَحِكَ الْأَعْرَابِيُّ فَقَالَ النَّبِيُّ بِمَا ضَحِكْتَ يَا أَعْرَابِيٌّ؟

فَقَالَ إِنَّ الْكَرِيمَ إِذَا قَدَّرَ عَفَى وَإِذَا حَاسَبَ سَاحَّ فِي الْحِسَابِ وَلَا يُنَاقِشُ فِيهِ

منقول ہے کہ ایک اعرابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: قیامت میں مخلوقات کا حساب کس کی طرف سے لیا جائے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ پھر اس نے پوچھا: کیا خداوند

[۱] تفسیر دالمنشور، جلد ۳، ص ۶

عالم خود حساب لے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں اعرابی یہ سن کر ہنسنے لگا: آنحضرتؐ نے فرمایا: تم کیوں ہنس رہے ہو؟ اس نے عرض کیا: جب کریم اور بزرگوار شخص خود کسی پر مسلط ہو جاتا ہے تو اسے معاف کر دیتا ہے اور جب وہ خود حساب لیتا ہے تو درگزر کرتا ہے۔ [۱]

## قابل بخشش اور ناقابل بخشش گناہ

قابل بخشش اور ناقابل بخشش گناہوں کے بارے میں جاننے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے قابل بخشش گناہوں کے بارے میں جان لیں، قیامت میں امور کا حل و فصل کس طرح ہوگا اور جو حق لوگ ایک دوسرے پر رکھتے ہیں ان کا حساب کس طرح ہوگا اس فصل میں قرآن و سنت کی رو سے ان امور کے بارے میں بحث ہوگی تاکہ کسی حد تک قارئین کرام کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے اور وہ اپنے آئندہ کے بارے میں باخبر رہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک مہم گناہ ہے جس کی وجہ سے بہت سے لوگ گرفتار ہوں گے اور کسی بھی طرح ان کی مشکل دور نہیں ہوگی۔ لقمان حکیم نے شرک کو ظلم عظیم کا نام دیا ہے۔ اور صراحت کے ساتھ قرآن مجید اور آئمہ اہلبیتؑ کی روایات میں بیان ہوا ہے کہ یہ گناہ ہرگز معاف نہیں ہوگا۔ جو شخص مشرک ہو کر اس دنیا سے جائے وہ قیامت میں مشرکوں کی صف میں ہوگا اور گروہ مشرکین کے لئے بارگاہ خداوندی میں کوئی جگہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ ہے کہ مشرک کو وہ معاف نہیں کرے گا اور شرک ایسا گناہ ہے جو کبھی بھی اس کے عفو و مغفرت میں شامل نہیں ہوگا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ

إِثْمًا عَظِيمًا

اللہ اس بات کو معاف نہیں کر سکتا کہ اس کا شریک قرار دیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش سکتا ہے اور جو بھی اس کا شریک بنائے گا اس نے بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ [۲]

مکتب انبیاء میں خدا کے ساتھ شرک کو عظیم گناہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ گناہ بہت سی مادی اور معنوی بد بختیوں کا باعث ہے یہ معاشرے کو پستی اور ضلالت کی طرف لے جاتا ہے اور انسانوں کے لئے تباہی اور بربادی کا سامان مہیا کرتا ہے۔

[۱] علم الیقین، ص ۹۶۱

[۲] نساء۔ آیت ۴۸

## مشرکوں کے دو عظیم گناہ

مشرک لوگ دو عظیم ظلم انجام دے کر خود کو اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت سے دور کر دیتے ہیں۔

اول:

وہ نعمت عقل کا انکار کرتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اس سے کام نہیں لیتے جس کی وجہ سے وہ ہدایت سے دور رہتے ہیں ناچیز مخلوق کو اپنا خالق بنا کر اس کے سامنے عبودیت کا اظہار کرتے ہیں اس طرح وہ عملاً اپنی انسانی قدرو قیمت کو پامال کر دیتے ہیں قرآن مجید میں ان انسانوں کو جو عقل سے کام نہیں لیتے اور غور و فکر نہیں کرتے، تمام حشرات الارض اور حیوانات سے پست قرار دیا گیا ہے۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الضَّمَمُ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ

اللہ کے نزدیک بدترین زمین پر چلنے والے وہ بہرے اور گونگے ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے ہیں۔<sup>[۱]</sup>

دوم:

وہ خود کو بارگاہ الہی میں ادب کرنے کی اجازت نہیں دیتے اپنے پروردگار کو اپنا معبود نہیں مانتے اور نہ ہی اس کی بندگی کا طوق اپنی گردن میں ڈالتے ہیں اس کی عبادت نہیں کرتے تاکہ خود کو ظالموں کے گروہ سے نجات دلا سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے بارے میں فرمایا:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا

پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو پروردگار پر افتراء کرے اور اس کے خلاف الزام لگائے۔<sup>[۲]</sup>

قدرت مند خالق نے عالم ہستی کو خلق فرمایا اور نظام خلقت میں اس نے ہر موجود کے لئے مخصوص خاصیت اور اثر مقرر کیا تاکہ ان خواص اور آثار کی فعالیت کے ذریعے کائنات کا عمومی نظام برقرار رہے اور خلقت کا یہ عظیم کارخانہ اپنی تکوینی حرکت کو جاری رکھ سکے۔

اس مطلب کا تعلق عقل، ادراک اور علمی مقدمات کے ساتھ ہے۔ لیکن مشرک لوگ اپنے مشرکانہ عقائد میں تقلید یا تعصب کی وجہ سے عقل اور علم کے راستے سے منحرف ہوتے ہیں اس وجہ سے وہ حقائق کو نہیں مانتے وہ سمجھتے ہیں کہ بعض آسمانی سیارے یا زمین سے نکلنے والی اشیا فوق العادہ موجودات ہیں اور ان کے پاس عظیم قدر اور نظام خلقت سے زیادہ ان میں

[۱] انفال، آیت: ۲۲

[۲] کہف، آیت: ۱۰

طاقت پائی جاتی ہے وہ زندگی کے مختلف مراحل میں ان کی طاقت سے استفادہ کے لئے انہیں اپنا معبود بنا لیتے اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اس عمل کی وجہ سے وہ خود کو اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت سے محروم کر لیتے ہیں۔

اگر مشرک اپنی زندگی ہی میں سنبھل جائیں اور اپنی عقل سے کام لے کر شرک کو ترک کریں اور خلوص نیت سے توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اس گناہ کو معاف فرمائے گا اور یہ مشرکانہ موت سے نجات پائیں گے۔ لیکن اگر وہ اپنی مشرکانہ زندگی کو جاری رکھیں اور اسی طرح مشرکانہ طور طریقوں کے مطابق زندگی بسر کریں اور انہیں اسی حالت میں موت آجائے تو قیامت میں ان کا گناہ معاف نہیں ہوگا اور وہ عذاب ابدی میں مبتلا ہوں گے۔

## گناہوں کی اقسام

شرک کے علاوہ دیگر گناہوں کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ گناہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مربوط ہوتے ہیں اور گنہگار مرالہی کی نافرمانی کی وجہ سے اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔

مثلاً: اس نے نماز نہ پڑھی ہو، روزہ نہ رکھا ہو، زنا یا شراب نوشی کا مرتکب ہوا ہو۔ اس طرح کے گناہ، خداوند عالم کی مشیت کے مطابق عفو اور مغفرت کے قابل ہوتے ہیں۔

## حقوق العباد

دوسری قسم وہ گناہ ہیں جن کے دو طرف ہوتے ہیں گنہگار خدا کے حقوق کی رعایت نہیں کرتا اور اس حد سے تجاوز کر لیتا ہے جو شریعت میں بیان ہوئی ہے اور دوسری طرف لوگوں کے حقوق پر تجاوز کرتا ہے جیسے کسی بے گناہ کو قتل کرنا، اموال کی چوری کرنا مسلمانوں کی غیبت اور ان پر تہمت لگانا، یہ گناہ اس وقت معاف ہوں گے جب دونوں اطراف (خدا اور بندہ) کی طرف سے حل و فصل ہو جائے۔

الہی پہلو کے سلسلے میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا حق اہل ایمان کو معاف کر دے گا اور انہیں عفو و مغفرت میں شامل کرے گا اس طرح کے گناہوں کے سلسلے میں سب سے بڑی مشکل لوگوں کی طرف سے حل و فصل ہے کیونکہ قیامت میں اللہ تعالیٰ مظلوموں کے حق کو پامال نہیں کرے گا اور اس وقت تک ظالم کو نہیں چھوڑے گا جب تک خود مظلوم گنہگار کو معاف کر دے یا اس پر موجود اپنے حق سے درگزر کرے یا دنیا میں ان کے حق پر جو ظلم ہوا ہے اس کا جبران کیا جائے اور مظلوم اپنا ضائع شدہ حق حاصل کر لے۔

## اعمال کا ایک دوسرے کے ساتھ مقائسہ

قیامت میں لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑے اور ان کے درمیان حل اور فصل والی روایات بیان کرنے سے قبل، گنہگاروں سے وابستہ اس روایات کو بیان کیا جا رہا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کا ذکر ہے۔

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ يُوقَفُ الْعَبْدُ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ تَعَالَى فَيَقُولُ قَيْسُوا بَيْنَ نِعْمَتِي عَلَيْهِ وَبَيْنَ عَمَلِي فَتَسْتَعْرِقُ النِّعْمَ الْعَمَلُ فَيَقُولُونَ قَدْ اسْتَعْرِقَ النِّعْمَ الْعَمَلُ فَيَقُولُ هَبْوَالَهُ النِّعْمَ وَ قَيْسُوا بَيْنَ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ مِنْهُ فَإِنْ اسْتَوَى الْعَبْلَانِ أَذْهَبَ اللَّهُ الشَّرَّ بِالْخَيْرِ وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَإِنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ أَعْطَاهُ اللَّهُ بِفَضْلِهِ وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ فَضْلٌ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ التَّقْوَى وَلَمْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ تَعَالَى وَاتَّقَى الشِّرْكَ بِهِ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْمَغْفِرَةِ يَعْفِرُ اللَّهُ لَهُ بِرَحْمَتِهِ إِنْ شَاءَ وَيَتَفَضَّلُ عَلَيْهِ بِعَفْوِهِ

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: قیامت میں ایک بندے کو بارگاہ الہی میں لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرمائے گا، میں نے اسے دنیا میں نعمت دی تھی اسے اس کے عمل کے ساتھ مقائسہ کرو جب وہ مقائسہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ اس کو عطا کردہ نعمت زیادہ ہے اور وہ نعمت اس کے تمام اعمال پر حاوی ہے وہ اس مقائسہ کا نتیجہ بیان کریں گے حکم پروردگار ہوگا میری نعمت اسے بخش دو اور اس کے اچھے اور برے اعمال کا مقائسہ کرو۔ اگر اس کے دونوں اعمال برابر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس کے اعمال خیر کی وجہ سے معاف کر دے گا اور اسے بہشت میں لے جایا جائے گا۔ اور اگر اس کی نیکیاں زیادہ ہوں گی تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کی کثرت کی وجہ سے اسے اپنے فضل سے مستفید فرمائے گا۔ اور اگر اس کی برائیاں زیادہ ہوں گی تو اگر وہ شخص زندگی میں متقی اور شرک سے پاک رہا ہوگا تو وہ مغفرت کے لئے مناسب ہوگا اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اسے بخش دے گا اور اپنے غمخوار و درگزر سے اس پر فضل فرمائے گا۔ [۱]

## گناہوں کی قسمیں

أَبِي رِفْعَةَ قَالَ صَعِدَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ بِأَلْكَوْفَةِ الْمُنْبَرِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثَمَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الدُّنُوبَ ثَلَاثَةٌ ثُمَّ أَمْسَكَ فَقَالَ لَهُ حَبَّةُ الْعَرَنِيِّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قُلْتُ الدُّنُوبُ ثَلَاثَةٌ ثُمَّ أَمْسَكَتْ فَقَالَ مَا ذَكَرْتُهَا إِلَّا وَ أَنَا أُرِيدُ أَنْ أَفْسِرَهَا وَ لَكِنْ عَرَضَ لِي بِهِمْ حَالٌ بَيْنِي وَ بَيْنَ الْكَلَامِ نَعِمَ الدُّنُوبُ ثَلَاثَةٌ فَذَنْبٌ مَغْفُورٌ وَ ذَنْبٌ غَيْرٌ مَغْفُورٍ وَ ذَنْبٌ نَزُجٌ لِصَاحِبِهِ وَ تَخَافُ عَلَيْهِ

قَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَبَيَّنَّهَا لَنَا قَالَ نَعَمْ أَمَّا الذَّنْبُ الْمَغْفُورُ فَعَبْدٌ عَاقَبَهُ اللَّهُ عَلَى ذَنْبِهِ فِي الدُّنْيَا فَاللَّهُ أَحْكَمُ وَأَكْرَمُ مِنْ أَنْ يُعَاقِبَ عَبْدَهُ مَرَّتَيْنِ

ابی رافعہ کہتے ہیں (ایک دن) حضرت علیؑ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمانے لگے: اے لوگو! گناہ تین قسم کے ہوتے ہیں یہ کہہ کر آپؑ خاموش ہو گئے، وہاں موجود حبیبہ عربی نامی ایک شخص نے عرض کیا: گناہوں کے بارے میں وضاحت فرمائیں۔ امامؑ نے فرمایا: میں نے گناہوں کا نام وضاحت بیان کرنے کے لئے لیا ہے لیکن سانس لینے کی وجہ سے میں بات نہ کر سکا۔

جی ہاں گناہوں کی تین قسمیں ہیں۔

اول: وہ گناہ جنہیں اللہ تعالیٰ معاف فرماتا ہے

دوم: وہ گناہ جن کو وہ معاف نہیں کرتا۔

سوم: وہ گناہ جن کے صاحب گناہ کے لئے ہم عفو الہی کے امیدوار ہیں۔

البتہ امید رکھنے کے ابوجود ہم اس کے عذاب سے بھی خوفزدہ ہوتے ہیں۔

کچھ لوگ عرض کرنے لگے: اے امیر المؤمنینؑ جو مطلب آپؑ نے بیان فرمایا ہے اس کی مزید وضاحت بیان فرمائیں۔ امیر المؤمنینؑ ان کی درخواست کو قبول فرما کر ہر ایک کی وضاحت بیان کرنے لگے۔ آپؑ نے پہلی قسم کے بارے میں فرمایا: وہ گناہ جن کے صاحب کو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں سزا دے دیتا ہے اللہ تعالیٰ بہت زیادہ حکیم اور با عظمت ہے کہ دوبارہ اس شخص کو اسی گناہ کی وجہ سے قیامت میں عذاب میں مبتلا کرے اس طرح کے گناہوں کے بارے میں امیر المؤمنینؑ کے کلام کی وضاحت کے لئے چند احتمالات قابل ذکر ہیں۔

۱۔ شرعی حدود اور وہ سزائیں جو شرع مقدس میں گنہگاروں کے لئے وضع ہوئی ہیں درحقیقت وہ سزائیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں غیر شرعی اعمال کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ شاید حدیث کے اس جملہ میں حضرت علیؑ کا مقصد یہ ہو کہ اگر کوئی مسلمان کسی گناہ کا مرتکب ہو مثلاً: وہ کسی کا بے گناہ قتل کر دے، زنا کرے یا شراب نوشی کرے، اگر دنیا میں قاتل پر شرعی حد جاری کی جائے، یا حاکم زانی یا شرابی کے بارے میں حد شرعی جاری کرے تو ان گناہگار لوگوں کو دنیا ہی میں سزا مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ انہیں اس جرم کی سزا دوبارہ آخرت میں نہیں دے گا۔

۲۔ وَصَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ

بِأَنْعَمِ اللَّهِ فَادَّاقَهَا اللَّهُ لِبَاسِ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ

”اور اللہ نے اس قریہ کی بھی مثال بیان کی ہے جو محفوظ اور مطمئن تھی اور اس کا رزق ہر طرف سے باقاعدہ آ رہا تھا لیکن اس قریہ کے رہنے والوں نے اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا تو خدا نے انہیں بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھادیا صرف ان کے ان اعمال کی بنا پر کہ جو وہ انجام دے رہے تھے۔“<sup>[۱]</sup>

یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں کفرانِ نعمت کا گناہ انجام دیں اگر انہیں اس جہان میں سزا دی جائے اور وہ بدامنی اور بھوک میں مبتلا ہو جائیں تو قیامت میں ان کو اسی گناہ کا عذاب دوبارہ نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ امیر المؤمنینؑ کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ اس بات سے عظیم اور بزرگوار ہے کہ اپنے بندہ کو ایک گناہ کے لئے دو مرتبہ سزا دے۔

۳۔ دنیا میں بعض گناہوں کی وجہ سے شرعی سزا کے علاوہ گنہگار عارضہ تکوینی میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ گنہگار کو اسی عارضہ کے ذریعے سزا دیتا ہے مثلاً: جو شخص بڑے عرصے تک شراب نوشی کرتا رہے اور اس کا عادی ہو جائے، رفتہ رفتہ وہ جگر کی دردناک بیماری میں مبتلا ہو جائے اور مرنے تک اسے اذیت پہنچتی رہے، شاید ہم حدیث کے جملہ کی رو سے یہ کہہ سکیں کہ اگر کوئی دنیا میں اپنے کسی گناہ کی وجہ سے اس گناہ کے سبب کسی عذاب میں مبتلا رہا ہو تو قیامت میں اسی گناہ کی وجہ سے اسے دوبارہ عذاب نہیں دیا جائے گا کیونکہ خداوند عالم اس بات سے حکیم اور بزرگوار ہے کہ اپنے بندہ کو ایک گناہ کے لئے دو مرتبہ سزا دے۔

## بیماری، گناہوں کا کفارہ

اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اس قدر وسیع ہے کہ بعض روایات کے مطابق جب مومن بیمار ہو جائے اور مرض میں مبتلا ہو تو رحمان پروردگار ان کی بیماری کے دنوں کی تکالیف کو ان کے گناہوں کا کفارہ قرار دیتا ہے اور ان کے بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا مَرَّضَ الْمُسْلِمَ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ كَأَحْسَنِ مَا كَانَ يَعْمَلُ فِي حَيَاتِهِ وَتَسَاقَطَتْ ذُنُوبُهُ كَمَا يَتَسَاقَطُ وَرَقُ الشَّجَرِ

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جس وقت کوئی مسلمان بیمار ہوتا ہے تو خداوند عالم اس کے ان بہترین حسنات کی طرح جو وہ سلامتی کی حالت میں انجام دیا کرتا تھا، اس کے نامہ اعمال میں لکھتا ہے اور اس کے گناہوں کو درختوں کے پتوں کی طرح گرا دیتا ہے۔<sup>[۲]</sup>

[۱] سورہ نحل، آیت ۱۱۲

[۲] مکالم الاطلاق ص ۱۹۵

## ایک گناہ پر دوسزا میں

یاد رہے کہ تمام گناہ شراب نوشی اور زنا کی طرح نہیں ہیں جن کے لئے اگر گنہگار کو دنیا میں سزا مل جائے تو وہ اس گناہ کے اخری عذاب سے محفوظ رہے بلکہ آیات الہی کا انکار اور انبیاء کرام کے ساتھ دشمنی رکھنا ایسے کبیرہ گناہ ہیں گناہگار جن کو انجام دینے کی وجہ سے دنیاوی عذاب کے علاوہ آخری عذاب سے بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اس بارے میں ارشاد رب العزت ہے:

فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۗ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۗ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَحْسَاتٍ لِنَنْذِرَهُمْ عَذَابَ الْآخِرَةِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۗ وَالْعَذَابُ الْآخِرَةُ أَخْزَىٰ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ

پھر قوم عاد نے زمین میں ناحق بلندی اور برتری سے کام لیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم سے زیادہ طاقت والا کون ہے کو کیا ان لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے وہ بہر حال ان سے زیادہ طاقت رکھنے والا ہے لیکن یہ لوگ ہماری نشانیوں کا انکار کرنے والے تھے تو ہم نے بھی ان کے اوپر تیز و تند آندھی کو ان کی نحوست کے دنوں میں بھیج دیا تاکہ انہیں زندگانی دنیا میں بھی رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھائیں اور آخرت کا عذاب تو زیادہ رسوا کن ہے اور وہاں ان کی کوئی مدد بھی نہیں کی جائے گی۔ [۱]

### نتیجہ

حضرت علی علیہ السلام نے گناہوں کی تقسیم میں سب سے پہلے اس گناہ کا نام لیا جسے قیامت میں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا اس میں وہ گناہ شامل ہیں جن کے انجام دینے والے کو کسی بھی صورت میں دنیا میں سزا دی جا چکی ہو امیر المؤمنین فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس بات سے عظیم اور بزرگوار ہے کہ اپنے بندے کو ایک گناہ کے لئے دوسرے سزا دے۔

یہاں اس نکتہ کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ اس طرح کے گناہوں پر عفو الہی فقط ان کے شامل حال ہوگا جو فقط اللہ تعالیٰ کے مقروض اور مسؤل ہوں، ان کا گناہ پروردگار کے حقوق کی رعایت نہ کرنا اور شرح مقدس کی حدود سے تجاوز کرنا ہو لیکن جو لوگ مخلوق کے مقروض ہوں، ان کا یہ گناہ لوگوں کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔

مثلاً انہوں نے لوگوں کے مال، جان یا ان سے وابستہ کسی اور چیز میں ناجائز تصرف کیا ہو تو ایسے لوگ اس روایت

[۱] سورہ فصلت: آیت ۱۵-۱۶



میں شامل نہیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے گناہگاروں سے سخت حساب لے گا اور کسی کو یہ اجازت نہیں دے گا کہ کسی مظلوم کا حق ضائع کرے اور ظالم بغیر سزا کے آزاد ہو جائے، اگرچہ وہ ظالم دنیا میں اپنے گناہ کی سزا پا چکا ہو۔ حضرت علیؑ نے اس طرح کے گناہوں کو غیر قابل مغفرت قرار دے کر اسے حدیث کے دوسرے حصے میں بیان فرمایا ہے:

## بندوں کے حقوق

أَمَّا الذَّنْبُ الَّذِي لَا يُغْفَرُ فَمَظَالِمُ الْعِبَادِ بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِذَا بَرَزَ لِخَلْقِهِ أَقْسَمَ قَسَمًا عَلَى نَفْسِهِ فَقَالَ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا يَجُوزُنِي ظُلْمٌ ظَالِمٍ وَلَا وَكُفٌّ بِكُفِّ وَلَا مَسْحَةٌ بِكُفِّ وَلَا نَطْحَةٌ مَا بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ إِلَى الْجَمَاءِ فَيَقْتَضِ لِلْعِبَادِ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ حَتَّى لَا تَبْقَى لِأَحَدٍ عَلَى أَحَدٍ مَظْلَمَةٌ

وہ گناہ جو بخشے نہیں جائیں گے وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم و ستم ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مظلوموں کا حق لینے اور ظالموں کو سزا دینے کے وقت اپنی عزت و جلال کی قسم کھاتا ہے کہ کسی بھی ظالم کا ظلم اس کی عدالت سے بغیر تحقیق و برسی کے نہیں گزرے گا اور وہ اس سے درگزر نہیں فرمائے گا اگرچہ وہ چھوٹا ظلم ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً کوئی ناحق اپنی ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر مارے تاکہ وہ اس طرح اسے اس کے حق سے محروم رکھ سکے۔ اللہ تعالیٰ مکمل طور پر ضائع شدہ حقوق کا قصاص لے گا تاکہ کسی کا کسی پر کوئی حق نہ رہ جائے۔ [۱]

جس طرح دنیاوی سزائیں گناہگاروں کو لوگوں کے مالی اور اجناس کے حقوق سے بری الذمہ نہیں کرتیں اسی طرح لوگوں کے حقوق پر ناجائز تصرف کے بعد توبہ و استغفار بھی گناہ کو ختم نہیں کر سکتا اور نہ ہی لوگوں کے حساب کو ختم کرتا ہے سوائے اس کے کہ کوئی گناہگار اسی جہان میں توبہ و استغفار کے ساتھ صاحبان حقوق کے حقوق ادا کرے اور ان کی خوشنودی حاصل کر لے ورنہ قیامت کے دن اسے ان کے اموال کے ذرہ ذرہ کا حساب دینا پڑے گا۔

عَنْ شَيْخٍ مِنَ النَّخَعِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنِّي لَمْ أَزَلْ وَإِلَيَّ مُنْذُ زَمَنِ الْحَجَّاجِ إِلَى يَوْمِي هَذَا فَهَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ فَسَكَتَ ثُمَّ أَعَدَّتْ عَلَيْهِ فَقَالَ لَا حَتَّى تُؤَدِّيَ إِلَى كُلِّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ

نخ کا ایک بوڑھا شخص کہتا ہے میں نے امام باقرؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں حجج کے دور سے آج تک اسلامی شہروں میں حاکم رہا ہوں کیا میرے لئے توبہ ہے اور کیا میں توبہ کے ذریعے خود کو اپنی گذشتہ آلودگیوں سے پاک

کر سکتا ہوں؟ امام خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر میں نے دوبارہ اپنے سوال کو تکرار کیا۔ امام نے جواب میں فرمایا: صرف توبہ تیری نجات کا باعث نہیں بن سکتی جب تک تم صاحبانِ حق تک ان کے حقوق نہ پہنچا دو۔

## قیامت میں کوئی کسی کا دوست نہیں ہوگا

اس کائنات میں لوگوں کے حساب کا حل و فصل یا نقد و جنس کے ذریعے ہوتا ہے یا زمین یا پانی کے ذریعے یا عہدہ اور مفاد کے ذریعے سے ہوتا ہے یا ڈرایا، دھمکا یا جاتا ہے یا دوست اور رشتہ دار مدخلت کر کے حساب و کتاب کر لیتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن نہ تو جنس و نقد ہوگا اور نہ ہی وہاں کوئی کسی کو عہدہ اور مقام دینے کی طاقت رکھتا ہوگا اسی طرح کوئی کسی کو ڈرا، یا دھمکا بھی نہیں سکتا تا کہ اس طرح سے اپنا حساب و کتاب پورا کر سکے۔

اس کے دوست اور رشتہ دار اگرچہ قیامت میں ہوں گے لیکن وہ بھی مشکلات حل نہیں کر پائیں گے کیونکہ اس دن ہر شخص اپنی اپنی مشکلات میں گرفتار ہوگا۔ اس لئے وہ کسی اور کی نجات کا باعث نہیں بن سکے گا۔ صرف وہاں اللہ کے مقرب بندے اور اولیاء اللہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جسے مناسب سمجھیں گے اس کی شفاعت کریں گے اس طرح سے وہ انہیں مشکلات اور پریشانیوں سے نجات دلائیں گے۔

يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلَىٰ عَنْ مَوْلَىٰ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللَّهُ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ

جس دن کوئی دوست دوسرے دوست کے کام آنے والا نہیں ہے اور نہ ان کی کوئی مدد کی جائے گی علاوہ اس کے جس پر خدا رحم کرے کہ بیشک وہ بڑے بخشنے والا اور مہربان ہے۔<sup>[۱]</sup>

## قیامت میں حقوق العباد کے حل و فصل کا طریقہ

اگر قیامت کے دن صاحبانِ حق مقرض کو معاف نہ کریں اور اپنے حق کا مطالبہ کریں عامہ اور خاصہ کی روایات کے مطابق اس صورت میں صرف حساب اس طرح ہو سکے گا کہ مقرض کی نیکیوں کو قرض خواہ کے اعمال نامے میں منتقل کیا جائے گا اور اگر مقرض کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو اسی نسبت سے قرض خواہ کی برائیوں کو مقرض کے نامہ اعمال میں ڈالا جائے گا یہاں دو خاصہ کی اور دو عامہ کی احادیث کو بیان کیا جا رہا ہے ایک دن امام سجاد علیہ السلام مسجد نبوی میں لوگوں کے سامنے قیامت کے امور سے وابستہ اپنے والد گرامی سے منقول حدیث جو آپ نے اپنے والد محترم حضرت علی ابن ابیطالب سے نقل کی تھی، کی وضاحت فرما رہے تھے اتنے میں وہاں موجود ایک شخص نے آپ سے بحث سے مناسبت کی وجہ سے ایک سوال پوچھا۔

[۱] سورہ دخان، آیت ۴۱، ۴۲

فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ إِذَا كَانَ لِلرَّجُلِ الْمُؤْمِنِ عِنْدَ الرَّجُلِ الْكَافِرِ مَظْلَمَةٌ أَوْ شَيْءٌ يَأْخُذُ مِنَ الْكَافِرِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عليه السلام يُطْرَحُ عَنِ الْمُسْلِمِ مِنْ سَيِّئَاتِهِ بِقَدْرِ مَا لَهُ عَلَى الْكَافِرِ فَيَعَذَّبُ الْكَافِرُ بِهَا مَعَ عَذَابِهِ بِكُفْرِهِ عَذَابًا بِقَدْرِ مَا لِلْمُسْلِمِ قَبْلَهُ مِنْ مَظْلَمَةٍ فَقَالَ لَهُ الْقُرَشِيُّ فَإِذَا كَانَتِ الْمَظْلَمَةُ لِلْمُسْلِمِ عِنْدَ مُسْلِمٍ كَيْفَ تُؤْخَذُ مَظْلَمَتُهُ مِنَ الْمُسْلِمِ قَالَ يُؤْخَذُ لِلْمَظْلُومِ مِنَ الظَّالِمِ مِنْ حَسَنَاتِهِ بِقَدْرِ حَقِّ الْمَظْلُومِ فَتُزَادُ عَلَى حَسَنَاتِ الْمَظْلُومِ فَقَالَ لَهُ الْقُرَشِيُّ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لِلظَّالِمِ حَسَنَاتٌ قَالَ إِنْ لَمْ يَكُنْ لِلظَّالِمِ حَسَنَاتٌ فَإِنَّ لِلْمَظْلُومِ سَيِّئَاتٍ يُؤْخَذُ مِنْ سَيِّئَاتِ الْمَظْلُومِ فَتُزَادُ عَلَى سَيِّئَاتِ الظَّالِمِ

قریش میں سے ایک شخص نے امام سجادؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر مومن کا کسی کافر پر کوئی حق ہو تو وہ اپنے حق کے مقابلے میں کوئی چیز کافر سے لے گا جو کہ جہنمی ہے؟ امامؑ نے جواب دیا: جتنا حق مسلمان اس کافر پر رکھتا ہے اسی مقدار میں مسلمان کے گناہ کم ہو کر کافر کے اعمال نامہ میں چلے جائیں گے اور کافر اپنے کفر کے عذاب کے علاوہ اس گناہ کے عذاب میں بھی مبتلا ہوگا جو مسلمان کی طرف سے اس کے پاس آیا ہے۔

اس شخص نے دوبارہ سوال کیا کہ اگر کسی مسلمان کا دوسرے مسلمان پر کوئی حق ہو تو وہ کس طرح اس سے اپنا حق لے گا؟ امامؑ نے فرمایا ”ظالم کی نیکیاں مظلوم کے حق کے مطابق کم ہو کر مظلوم کی نیکیوں میں چلی جائیں گی۔ دوبارہ سوال کرنے والے نے عرض کیا اگر ظالم کے پاس کوئی نیکی نہ ہو تو مظلوم کا حق کس طرح سے لیا جائے گا؟ امامؑ نے فرمایا اس صورت میں حق کی مقدار کے مطابق، مظلوم کے گناہ ظالم کی نامہ اعمال میں ڈالے جائیں گے۔ [۱]

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ عَنِ آبَائِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي حَدِيثِ الْمَنَاهِي قَالَ: مَنْ ظَلَمَ أُمَّرَأَةً مَهْرَهَا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ زَانٍ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَبْدِي زَوَّجْتُكَ أُمَّتِي عَلَى عَهْدِي فَلَمْ تُوفِّ بِعَهْدِي وَظَلَمْتَ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ مِنْ حَسَنَاتِهِ فَيُدْفَعُ إِلَيْهَا بِقَدْرِ حَقِّهَا فَإِذَا لَمْ تَبْقَ لَهُ حَسَنَةٌ أَمَرَ بِهِ إِلَى النَّارِ يَنْكُثُهَا لِلْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا

امام صادقؑ نے اپنے آباؤ اجداد سے اور انہوں نے رسول خدا ﷺ سے نقل کیا ہے کہ: آنحضرتؐ نے حدیث مناہی میں فرمایا ہے کہ جو بھی اپنی بیوی سے اس کے حق مہر کے سلسلے میں ظلم کرے وہ شخص بارگاہ خداوندی میں زانی کی طرح ہے

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ اے میرے بندے! میں نے اپنے عہد و پیمان سے ایک عورت کو تیرا ہمسر بنایا لیکن تو نے عہد و پیمان کو وفا نہ کیا اور اس پر ظلم کیا اسی وقت اس کے حق کی مقدار کے مطابق مرد کی نیکیاں عورت کے اعمال نامہ میں ڈالی جائیں گی اور اگر مرد کے لئے کوئی نیکی نہیں بچے گی تو عہد شکنی کے جرم میں حکم ہوگا کہ اسے جہنم میں لے جایا جائے حدیث کے آخر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ”إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا“ یعنی اور اپنے عہدوں کو پورا کرنا کہ عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ [۱] تلاوت فرمائی۔

## مفلس کون؟

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ: هَلْ أَتَدْرُونَ مَا الْمُفْلِسُ فَقِيلَ الْمُفْلِسُ فَيِنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا مَتَاعَ لَهُ فَقَالَ الْمُفْلِسُ مَنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ وَقَذَفَ هَذَا وَأَكَلَ مَالَ هَذَا وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَيَبِيتُ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ

ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: کہ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ سب نے جو اب دیا: ہمارے نزدیک مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و دولت نہ ہو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس نماز، زکوٰۃ اور روزہ تو ہے لیکن جب وہ محشر میں آئے گا تو اس کی یہ نیکیاں کسی پر ظلم کرنے، کسی کو گالی دینے، کسی پر زنا کی تہمت لگانے، کسی کے اموال پر ناجائز تصرف کرنے، کسی کا قتل کرنے اور کسی کو تھپڑ مارنے کے جبران کی وجہ سے اس کی نیکیاں تقسیم کی جائیں گی۔ اور اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو صاحبانِ حق کے گناہوں کو اس کے اعمال نامے میں ڈالا جائے گا اور پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ [۲]

## قیامت میں قرض کی ادائیگی

أَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَفَعَهُ: أَنَّ فِي جَهَنَّمَ جِسْرًا لَهُ سَبْعُ فَنَاطِرٍ عَلَى أَوْسَطِهِ الْقَضَاءُ فَيَجَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى إِذَا انْتَهَى إِلَى الْقُتْبَةِ الْوُسْطَى قِيلَ لَهُ مَاذَا عَلَيْكَ مِنَ الدُّيُونِ فَيَقُولُ

[۱] اسراء آیت ۳۴

[۲] مسند احمد، جلد ۲ ص ۳۰۳ صحیح مسلم جلد ۸ ص ۱۸

رَبِّ عَالَمِينَ كَذَّابًا يُقَالُ لَهُ اِقْضِ دَيْنَكَ فَيَقُولُ مَا لِي شَيْءٌ فَيُقَالُ خُذُوا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَلَا يَزَالُ يُؤْخَذُ مِنْ حَسَنَاتِهِ حَتَّىٰ مَا يَبْقَىٰ لَهُ حَسَنَةٌ فَيُقَالُ خُذُوا مِنْ سَيِّئَاتِهِ مَنْ يَظْلُمُهُ فَرَّ كَبُورًا عَالِيَةً

جہنم میں ایک ایسی پل ہے جو سات موافق پر مشتمل ہے اس کا درمیانی موقف قرض کی ادائیگی کے ساتھ مربوط ہے۔ ایک شخص کو لایا جائے گا یہاں تک وہ اس موقف پر پہنچے گا اس سے کہا جائے گا کہ تمہارے ذمہ کتنا قرض ہے؟ وہ اپنے قرض کی تفصیل بارگاہ الہی میں بیان کرے گا پھر کہا جائے گا اپنا قرض ادا کرو وہ کہے گا: میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے جو میں ادا کر سکو حکم ہوگا کہ اس کی نیکیوں میں سے لے لو، یہاں تک کہ اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ حکم ہوگا کہ قرض خواہ کے گناہ مقررہ ض کے نامہ اعمال میں ڈال دو۔

## قیامت میں حسبِ اعمال

قیامت میں اس طرح کا حساب و کتاب نیک خدا پرست لوگوں کے لئے بہت زیادہ غم انگیز اور اذیت کا باعث ہوگا کیونکہ وہ دنیا میں دین کے مطابق بہت سے عبادات اور اعمال خیر انجام دیتے تھے وہ نمازیں پڑھتے تھے روزہ رکھتے تھے زکوٰۃ ادا کرتے تھے فریضہ حج انجام دیتے تھے راہ خدا میں صدقہ دیتے تھے اس کے علاوہ اور بہت سے فرائض اور سنن بجالاتے تھے وہ یہ تمام کام آخرت میں اپنی نجات اور کامیابی کے لئے انجام دیا کرتے تھے اس کے باوجود وہ اپنی پوری زندگی میں جس طرح ہونا چاہئے حق اور عدالت کی رعایت نہیں کر پاتے اور نہ ہی وہ اپنی زبان کو لوگوں کے اموال میں تصرف سے محفوظ رکھ سکتے ہیں اس لئے آج انہیں اس اذیت کا سامنا کرنا پڑے گا، اور وہ اپنی ان تمام نیکیوں کو اپنے قرض خواہوں کے حوالے کر دیں گے۔ جو نیکیاں ان کی ساری عمر کا محصول اور انہیں قیامت کی وحشت سے نجات دلانے والی تھیں۔ مجبوراً وہ ان کے گناہوں کو بھی قبول کر کے اپنے گناہوں میں شامل کریں گے اس طرح وہ ان تمام گناہوں کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

وہ اس واقعہ سے بہت زیادہ غمگین ہوں گے اور اپنے ماضی پر افسوس کریں گے اور ان تمام ناجائز کاموں کی وجہ سے پشیمان ہوں گے جنہیں انہوں نے دنیا میں انجام دیا تھا۔ لیکن انہیں نہ تو غم کوئی فائدہ پہنچائے گا اور نہ ہی افسوس اور ندامت ان کی نجات کا باعث بنے گا۔

باایمان انسان ان خطاؤں میں کیوں مبتلا ہوتے ہیں؟ وہ کیوں دنیا کی دوروزہ زندگی کے لئے دوسروں کے حقوق پامال کرتے ہیں اس طرح وہ خود کو دنیا میں مقروض کر کے آخرت میں اپنے صالح اعمال یعنی اپنے دینی ذخائر کے ذریعے صاحبانِ حق کے ضائع شدہ اموال کا جبران کر کے خود مفلس اور تنگ دستی کی حالت میں جہنم کی طرف جائیں گے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ أَمَّا إِنَّهُ مَا ظَفَرَ أَحَدٌ بِخَيْرٍ مِنْ ظَفَرٍ بِالظُّلْمِ أَمَّا إِنَّ

## الْمَظْلُومَ يَأْخُذُ مِنْ دِينِ الظَّالِمِ أَكْثَرُ مِمَّا يَأْخُذُ الظَّالِمُ مِنْ مَالِ الْمَظْلُومِ

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: آگاہ رہو! کامیابی اور نصرت اس کے لئے نہیں ہے جو ظلم و ستم کے ذریعے کامیاب ہوا ہو۔ یاد رکھو مظلوم کا ظالم سے اپنا قرض وصول کرنا مظلوم سے جو مال اس نے حاصل کیا ہے اس مال سے زیادہ ہوگا۔<sup>[۱]</sup>

## يَوْمَ الْعَدْلِ عَلَى الظَّالِمِ أَشَدُّ مِنْ يَوْمِ الْجَوْرِ عَلَى الْمَظْلُومِ

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ظالم پر عدل اور انصاف کا دن، مظلوم پر ظلم و ستم کے دن سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔

روز مظلوم اگر تیرہ و گر مشئوم است

روز ظالم بہ یقین تیرہ تر از مظلوم است

ترجمہ:

”مظلوم پر اگر ظلم والا دن سخت ہوتا ہے تو ظالم پر عدل کا دن اس سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔“  
انسان جب تک زندہ ہے اسے تلخ اور ناگوار حالات کا سامان کرنا پڑتا ہے لیکن عمر کے ختم ہو جانے اور موت کے واقع ہونے سے عمل کا دورانیہ ختم ہو جاتا ہے اور حساب و کتاب کا وقت شروع ہوتا ہے قرآن مجید میں لوگوں کو قیامت کے عظیم خطرے اور ان کے اعمال کی جزاء سے ہوشیار کیا گیا ہے۔

## وَ اتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

”اس دن سے ڈرو جب تم سب پلٹا کر اللہ کی بارگاہ میں لے جائے جاؤ گے۔ اس کے بعد ہر نفس کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔“<sup>[۲]</sup>

## قیامت میں حقوق العباد کی معافی

قیامت کے حساس اور خطرناک لمحات میں ایک چیز مومنوں کے لئے امید کی کرن بن کر ابھرے گی اور اس سے انہیں سکون اور آرام ملے گا وہ چیز بعض روایات کے مطابق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف اپنے حقوق بندوں کو معاف کر دے گا بلکہ لوگوں کے حقوق کے بارے میں بھی فضل و کرم فرمائے گا۔ عذاب میں مبتلا لوگوں کو نجات دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ صاحبان حق سے اپنے حقوق معاف کرنے اور ان سے درگزر کرنے کا کہے گا اور انہیں یہ بشارت دے گا کہ جو بھی کسی پر اپنے حق کو یا اپنے مقروض کو معاف کرے گا اسے میری طرف سے انعام دیا جائے گا۔ محشر میں موجود لوگوں کے لئے بشارت کو امام

[۱] کافی، جلد ۲، ص ۳۳۲

[۲] سورہ بقرہ، آیت ۲۸۱

سجاد اور امام علی علیہما السلام نے اپنی ایک حدیث کے ضمن میں بیان فرمایا ہے:

فَيُشِيرُ فِ الْجَبَّارِ عَزَّ وَجَلَّ فَيَقُولُ: أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا الْحَكْمُ الْعَدْلُ الَّذِي لَا يَجُورُ الْيَوْمَ  
أَحْكُمُ بَيْنَكُمْ بِعَدْلِي وَقَسْطِي لَا يُظْلَمُ الْيَوْمَ عِنْدِي أَحَدٌ الْيَوْمَ أَخَذَ لِلضَّعِيفِ مِنَ الْقَوِيِّ بِحَقِّهِ وَ  
لِصَاحِبِ الْمَظْلَمَةِ بِالْمَظْلَمَةِ بِالْقِصَاصِ مِنَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ وَأُثِيبُ عَلَى الْهَيَبَاتِ.

”اللہ تعالیٰ اہل محشر کو شرفیاب کرے گا اور فرمائے گا: میں خدا ہوں میرے سوا کوئی بھی حاکم عدل نہیں ہے آج میں اپنے عدل و انصاف سے تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا میری عدالت میں کسی پر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ آج میں قوی سے ضعیف کا حق لوں گا اور مظلوم کے لئے نیکوں اور برائیوں کے ذریعے قصاص کروں گا اور جو لوگ اپنا حق بخش دیں گے اور اپنے مقروض سے درگزر کریں گے انہیں ان کی اس بزرگواری اور درگزر پر انعام دوں گا۔“<sup>[۱]</sup>

اس دن بہت سے لوگ اپنے مقروضوں سے اپنے حق کا مطالبہ کریں گے اسی طرح بڑا عرصہ گزر جائے گا اور سب محشر کے عذاب سے ناراحت ہو جائیں گے اور یہ تمنا کریں گے کہ جس طرح بھی ممکن ہو انہیں اس مصیبت سے چھٹکارا دیا جائے۔

فَيَمْنَادِي مُنَادٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يُسْمِعُ آخِرُهُمْ كَمَا يُسْمِعُ أَوَّلَهُمْ يَا مَعْشَرَ  
الْمُخَلَّاقِ أَنْصِتُوا لِدَاعِيِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَاسْمَعُوا إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ لَكُمْ أَنَا الْوَهَّابُ  
إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ تَوَاهَبُوا فَتَوَاهَبُوا وَإِنْ لَمْ تَوَاهَبُوا أَحَدْتُ لَكُمْ بِمَظَالِمِكُمْ قَالَ فَيَفْرَحُونَ بِذَلِكَ  
لِشِدَّةِ جَهْدِهِمْ وَضِيقِ مَسَلِكِهِمْ وَتَزَاحُمِهِمْ قَالَ فَيَهَبُ بَعْضُهُمْ مَظَالِمَهُمْ رَجَاءً أَنْ يَتَخَلَّصُوا مِنْهَا  
هُمْ فِيهِ وَيَبْقَى بَعْضُهُمْ فَيَقُولُ يَا رَبِّ مَظَالِمَنَا أَعْظَمَ مِنْ أَنْ تَهَبَهَا.

اتنے میں خداوند عالم کی طرف سے ایک منادی آواز دے گا جسے تمام اہل محشر سنیں گے منادی کہے گا: اے اہل محشر! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بخشنے والا ہوں، اگر تم عفو و درگزر چاہتے ہو تو ایک دوسرے کو معاف کر دو۔ اگر تم معاف نہیں کرو گے تو تم پر ہونے والے مظالم کو میں ظالموں سے لوں گا۔ یہ آواز سن کر لوگ خوش ہو جائیں گے بعض اپنے حقوق اس امید سے معاف کر دیں گے کہ انہیں قیامت کی سختیوں اور تکالیف سے نجات مل جائے گی۔ لیکن بعض لوگ اپنے حقوق معاف نہیں کریں گے اور کہیں گے کہ ہمارے حقوق انہیں معاف کرنے اور درگزر کرنے سے زیادہ بڑے ہیں۔<sup>[۲]</sup>

[۱] کافی جلد ۸، ص ۱۰۰

[۲] کافی جلد ۸، ص ۱۰۶

اس کے بعد منادی پروردگار، فرشتہ رضوان جو کہ جنت کا دار و ندہ ہے کو پکارے گا، اور اسے حکم خدا ہوگا کہ اہل محشر کو بہشت کا ایک قصر دکھایا جائے۔ رضوان امر خدا پر عمل کرے گا اور بہشت کا ایک قصر اہل محشر کو دکھائے گا سب اسے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور دل میں اس کی تمنا کریں گے۔

فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ تَعَالَى يَا مَعْشَرَ الْخَلَائِقِ هَذَا لِكُلِّ مَنْ عَفَا عَنْهُ مِنْ مُؤْمِنٍ قَالَ  
فَيَعْفُونَ كُلَّهُمْ إِلَّا الْقَلِيلَ

اتنے میں منادی پروردگار ندادے گا کہ اے لوگو! اُس طرح کا محل اُس کے اختیار میں دیا جائے گا جو اپنے مقروض مومن کو معاف کرے گا اور اس کے جو حقوق اس پر ہیں ان سے درگزر کرے گا۔ یہ سن کر تمام لوگ اپنے حقوق سے درگزر کریں گے سوائے قلیل تعداد کے جو درگزر نہیں کریں گے۔ [۱]

مذکورہ مطالب سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان گناہ گاروں کو معاف کرنا جو مشرک نہیں ہیں خدا کی خاص عنایت کی وجہ سے ہے ایک طرف اللہ تعالیٰ ان گناہوں کو معاف کرتا ہے جنہیں معاف کرنا صرف اس کے اختیار میں ہے اور دوسری طرف وہ گناہ ہیں جو مخلوق کے ساتھ وابستہ ہیں، لوگ ان کی معافی میں حصہ دار ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان گناہوں کو معاف کرنے پر بھی خاص توجہ فرماتا ہے اور صاحبان حق کو ان کی معافی کے لئے تشویق دیتا ہے اور انہیں انعام دینے کا وعدہ کرتا ہے تاکہ وہ اپنے حقوق سے درگزر کرتے ہوئے گناہ گاروں کو معاف کر دیں اور انہیں قیامت کی تکالیف سے آزادی دلائیں۔

## مشیت الہی کے بغیر کسی کو معاف نہیں کیا جائے گا

اللہ تعالیٰ نے مطلقاً گناہوں کی معافی کا وعدہ اس لئے نہیں کیا تاکہ باایمان لوگ عفو و بخشش کی امید پر غرور میں مبتلا نہ ہو جائیں، ایسا نہ ہو کہ یہ چیز انہیں منحرف کر دے اور وہ گناہ انجام دینے لگیں۔

اس وجہ سے اس نے بغیر قید و بند کے لوگوں کو عفو کا امیدار نہیں بنایا بلکہ پروردگار عالم نے قرآن مجید میں واضح طور پر گناہوں کی معافی کو اپنے ساتھ وابستہ قرار دیا ہے اس کی مغفرت صرف اسے نصیب ہوگی جس کے بارے میں وہ چاہے گا لہذا اگر کسی گناہ گار کو اللہ تعالیٰ معاف نہ کرنا چاہے تو اس کی رحمت کی وسعت کے باوجود وہ اس گناہ گار کے شامل حال نہیں ہوگی اور اسے معاف نہیں کیا جائے گا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَى

إِثْمًا عَظِيمًا



اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کر سکتا کہ اس کا شریک قرار دیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش سکتا

ہے۔ [۱]

یعنی اگر اللہ تعالیٰ ارادہ نہ کرے تو انہیں ہرگز معافی نہیں ملے گی خواہ ان کے گناہ حقوق اللہ کے ساتھ مربوط ہوں یا حقوق العباد کے ساتھ۔ قیامت کے دن وہ قلیل لوگ جو اپنے حقوق سے درگزر نہیں کریں گے اور جس پر ان کا حق ہوگا اسے معاف نہیں کریں گے ان کے مصادیق شاید وہ لوگ ہوں جن کی معافی کا اللہ نے ارادہ نہیں کیا ہے۔

ہم نہیں جانتے کہ گناہوں کی معافی کے سلسلے میں مشیت پروردگار کس گروہ کے ساتھ ہے اور کس گروہ کے ساتھ نہیں۔ البتہ بعض آیات اور روایات میں بعض لوگوں کے لئے ایسی صفات بیان ہوئی ہیں جس سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ لوگ عفو الہی کے لئے مناسب نہیں اور مشیت الہی ان صفات کے حامل لوگوں کے شامل حال نہیں ہوگی۔ ان آیات میں سے ایک یہ آیت بھی ہے:

الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۗ فَالْيَوْمَ نَنسِفُهُمْ كَمَا نَسُوۡا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۗ وَمَا كَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا يَجِدُوۡنَ

جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا تھا اور انہیں زندگانی دنیا نے دھوکہ دیا تھا تو آج ہم انہیں اس طرح بھلا دیں گے جس طرح انہوں نے آج کے دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور ہماری آیات کا دیدہ و دانستہ انکار کر رہے تھے۔ [۲]

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ سَأَلْتُ الرِّضَاعِيَّ بْنَ مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَا يَنْسِي وَلَا يَسْهُو وَإِنَّمَا يَنْسِي وَيَسْهُو الْمَخْلُوقُ بِأَنْ يَنْسِيَهُمْ أَنْفُسَهُمْ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ وَقَالَ تَعَالَى فَالْيَوْمَ نَنسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا أَمْي نَنْتَرِكُهُمْ كَمَا تَرَكُوا

الاستعداد للقاء يومهم هذا

عبد العزیز ابن مسلم نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا جس میں ارشاد رب

العزت ہے:

[۱] سورہ نساء، آیت ۴۸

[۲] سورہ اعراف، آیت ۵۱

## نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ

انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں بھی نظر انداز کر دیا۔<sup>[۱]</sup>

امام علیؑ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نہ تو بھول جاتا ہے اور نہ ہی اس کے پاس سہو ہے کیونکہ سہو اور نسیان مخلوقات کی صفات میں سے ہیں کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے خود سے فراموشی کے بارے میں نفی کی ہے۔  
ارشاد خداوندی ہے:

## وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا

اور آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے۔<sup>[۲]</sup>

## خدا کو فراموش کرنے کی سزا

جو لوگ اپنے خدا کو بھول جاتے ہیں ان کے لئے خدا کا عذاب یہ ہے کہ وہ خود فراموشی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے ایسے اسباب فراہم کرتا ہے کہ وہ خود کو بھی بھلا بیٹھے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں فرماتا ہے:

## وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

اور خبردار ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے خود ان کے نفس کو بھی بھلا دیا اور وہ سب واقعی فاسق اور بدکار ہیں۔<sup>[۳]</sup>

امام علیؑ نے وضاحت بیان کی کہ ان بدعمل گراہوں کو فراموش کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد انہیں ان کے حال پر چھوڑنا ہے اور وہ ان پر اپنی رحمت اور مغفرت نازل نہیں کر لے گا۔ جیسا کہ انہوں نے بھی دنیا میں قیامت کو بھلا دیا تھا اور روز جزاء کو دیکھنے کے لئے اپنی آمادگی اور تیاری کو ترک کر دیا تھا۔<sup>[۴]</sup>

جو بھی چاہتا ہے کہ قیامت میں اس کی رسائی اللہ تعالیٰ کے فیض تک ہو اور وہ اس کی رحمت سے فراموش شدہ افراد کے گروہ میں شامل نہ ہو تو اسے چاہیے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کرے کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے اور اس کی رضا اور خشنودی کی رعایت کرتے ہوئے اس کام کو انجام دے۔

[۱] سورہ توبہ، آیت ۶۷

[۲] مریم، آیت ۶۴

[۳] حشر، آیت ۱۹

[۴] تفسیر برہان، جلد ۲، ص ۲۳

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ

اب تم ہم کو یاد کرو تا کہ ہم تمہیں یاد رکھیں اور ہمارا شکر یہ ادا کرو اور کفرانِ نعمت نہ کرو۔<sup>[۱]</sup>

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: ذِكْرُ اللَّهِ لِأَهْلِ الطَّاعَةِ أَكْبَرُ مِنْ ذِكْرِ هَمِّ رِيَاءَةٍ

اللہ تعالیٰ کا اپنے مطیع اور فرمانبردار بندوں کو یاد کرنا، ان بندوں کا اسے یاد کرنے سے زیادہ عظیم ہے۔<sup>[۲]</sup>

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا بَنِي آدَمَ اذْكُرْنِي فِي مَلَأِي أَذْكُرْكَ فِي

مَلَأِي خَيْرٌ مِنْ مَلَأِيكَ

امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے فرزند آدم علیہ السلام! تم مجھے لوگوں کے گروہ

میں یاد کرو میں تجھے تیرے گروہ سے زیادہ بہتر گروہ میں یاد کروں گا۔<sup>[۳]</sup>

[۱] سورہ بقرہ، آیت ۱۵۲

[۲] تفسیر صافی ص ۵۲

[۳] تفسیر صافی ص ۵۲

## چھٹی فصل

## پل صراط

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ. وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيلَ فَتَفْزَقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ. ذَلِكَمُ  
وَصُوكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

اور یہ ہمارا سیدھا راستہ ہے اس کا اتباع کرو اور دوسرے راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ راہ خدا سے الگ ہو جاؤ گے  
اسی کے پروردگار نے ہدایت کی ہے کہ اس طرح شاید تم قیامت میں پل صراط پر پہنچو اور نہ گمراہ ہو جاؤ۔<sup>[۱]</sup>

قیامت میں ”صراط“ میزان اور حساب کی طرح دین اسلام کے پیروکاروں کے عقائد میں سے ہے جس کے  
بارے میں بہت سی عامہ اور خاصہ کی روایات بیان ہوئی ہیں آئمہ معصومین علیہم السلام نے غیبی خبروں کے ضمن میں اس کا اعلان کیا،  
اور اس کی بعض خصوصیات کو بھی بیان فرمایا ہے قیامت میں صراط کے مسئلہ کو قارئین کرام کے لئے واضح کرنے کے لئے تا کہ وہ  
اس سلسلے میں آیات اور روایات سے مزید آگاہی حاصل کر سکیں ہم اس بحث کو اسی موضوع صراط کے ساتھ مخصوص کر رہے  
ہیں۔

عام مسلمان جنہوں نے صراط سے متعلق علماء کرام سے سنایا خود کتابوں میں پڑھا ہے وہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں:  
قیامت میں ”صراط“ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ایک راستہ ہے اور یہ ایسی پل ہے جسے جہنم کے اوپر رکھا  
جائے گا اور اس کی انتہاء جنت پر ہوگی جو بھی سلامتی کے ساتھ اس پل کو طے کرے گا وہ سعادت ابدی تک پہنچ کر ہمیشہ کے لئے  
بہشت میں رہے گا اور جو اس باریک راستہ سے نہیں گزر پائے گا وہ جہنم کی آگ میں گر کر ہمیشہ کے لئے عذاب الہی میں مبتلا ہو  
گا۔

## صراط سے کیا مراد ہے اور اس سے کس طرح گزریں گے؟

ہر انسان یہ بات جاننا چاہتا ہے کہ یہ راستہ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے  
زیادہ تیز ہوگا کیا اس کے متعلق اسلام اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی روایات میں بھی بیان ہوا ہے یا نہیں۔ اگر یہ بات روایات

[۱] سورہ انعام، آیت ۱۵۳

میں بیان ہوئی ہے تو اس سے کیا مراد ہے؟ اور کس طرح اس راستے سے گزرنا ممکن ہوگا؟  
 پہلے سوال کا جواب مثبت ہے عامہ اور خاصہ کی روایات میں پل صراط کے بال سے باریک ہونے اور تلوار سے  
 زیادہ تیز ہونے کے بارے میں بیان ہوا ہے اسی مناسبت سے اس فصل میں بعض احادیث کو ذکر کیا جا رہا ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ مَسْلَمَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنِ الصِّرَاطِ فَقَالَ هُوَ  
 أَدْقُ مِنَ الشَّعْرِ وَأَحَدٌ مِنَ السَّيْفِ

سعد بن مسلم کہتے ہیں: میں نے امام صادق علیہ السلام سے صراط کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: وہ بال سے  
 زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگی۔<sup>[۱]</sup>

دوسرے سوال کا جواب بھی روایات کی روشنی میں پل صراط کی اصلیت اور اس سے عبور کی کیفیت کے بارے میں  
 دیں گے لیکن تقریباً اذہان اور مطلب کی وضاحت کے لئے پہلے مقدمہ بیان کیا جا رہا ہے۔  
 ہم نے پہلے بھی اس نکتہ کی طرف اشارہ کیا تھا کہ ہر انسان کی آخرت سے مراد اس کی دنیا کا پلٹنا ہے وہ آخرت کے  
 موافق میں جو چیز بھی دیکھے گا اور اسے جو بھی انعام یا سزا ملے گی سب اس کی دنیا کے عقائد، افکار، اخلاق اور رفتار و کردار کا  
 عکس العمل ہوگا۔ آخرت کے صراط سے گزرنا بھی اس کی دنیا سے وابستہ ہے کہ اس نے دنیا میں کونسا راستہ اختیار کیا تھا۔ اس  
 نے اپنی زندگی کے دن کس راستے پر چل کر بسر کئے۔ جو شخص اس کائنات میں انسانیت کی صراط مستقیم پر چلتا رہا ہو وہ آسانی  
 سے پل صراط سے گزر کر ابدی سعادت پر فائز ہوگا لیکن جو شخص اس دنیا میں انسانی راستہ ترک کر دے اور منحرف ہو جائے اور  
 اس میں حیوانی صفات پائی جاتی ہوں وہ پل صراط سے نہیں گزر پائے گا بالآخر وہ پل سے گرے گا۔

## صرراط اور سبیل میں فرق

صرراط اور سبیل دونوں کی معنی ہدف اور مقصد تک پہنچنے والا راستہ ہے دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ صراط خیر اور  
 سعادت بخش راستے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کے لئے صراط مستقیم استعمال کیا جاتا ہے لیکن سبیل کی اس سے زیادہ وسیع  
 معنی ہے۔

وَيَسْتَعْمِلُ السَّبِيلَ لِكُلِّ مَا يَتَوَسَّلُ بِهِ إِلَى شَيْءٍ خَيْرٍ أَوْ شَرٍّ

راغب کہتے ہیں لفظ سبیل ہر اس چیز کے لئے استعمال ہوتا ہے جو دوسری چیز تک پہنچنے کا وسیلہ بنے۔ خواہ وہ مورد نظر

[۱] تفسیر قمی، جلد اول، ۲۹

خیر ہو یا شر ہو۔<sup>[۱]</sup>

اس کائنات کی تمام زندہ موجودات اپنی اپنی جگہ زندگی گزارنے کے لئے ایک راستہ طے کرتی ہیں جو ان کے لئے صراطِ مستقیم ہے اس راستہ کو حکیم پروردگار معین فرماتا ہے وہ اس راستے کو طے کرنے سے اس فعالیت کو انجام دیتا ہے جو اس کی زندگی کے لئے ضروری ہے وہ اپنی زندگی کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے مناسب کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ چونکہ تمام حیوانات اور حشرات کے پاس اپنے عمل کا اختیار نہیں ہوتا اس لئے وہ اپنے صراطِ مستقیم کو جبر تکوینی کے ذریعے طے کرتے ہیں اور اس راستے پر چلتے ہیں جو حکیم پروردگار نے ان کے لئے مقرر فرمایا بغیر اس کے انتخاب میں کسی طرح کی مداخلت کرنے کے۔

مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِعَاصِيَتِهَا ۗ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

اور کوئی زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کی پیشانی اس کے قبضہ میں نہ ہو۔ میرے پروردگار کا راستہ بالکل سیدھا

ہے۔<sup>[۲]</sup>

## انسانی زندگی کے دو مختلف پہلو

انسان کے پاس صراطِ مستقیم کے لئے دو طرح کے پہلو ہیں ایک حیوانی پہلو اور دوسرا انسانی پہلو۔ انسان حیوانی پہلو میں دیگر تمام حیوانات کی طرح مجبور ہے اور وہ اپنی مرضی کے بغیر اس راستہ کو طے کرتا ہے جسے حکیم پروردگار نے اس کے لئے معین کیا ہے، انسان بغیر کسی اعتراض کے اپنے اس پہلو پر چلتا ہے اور وہ اس کی مخالفت کی ہرگز طاقت نہیں رکھتا۔ مثلاً وہ راستہ جس پر انسان کا دل، رگیں، آنتیں، معدہ اور اس طرح کے دیگر اعضاء و جوارح انسان کے زندہ رہنے کے لئے طے کرتے ہیں یہ سب خدا کی طرف سے معین کردہ صراطِ مستقیم ہے یہ سعادت اور نیک بختی کے لئے راہِ راست ہے جو انسان کی حکیمانہ خلقت کے نظام میں مقرر کیا گیا ہے اس راہ کے انتخاب کے لئے انسان کا ارادہ اور اختیار نہیں چل سکتا۔ انسانی پہلو میں تمام انسان آزاد ہیں اور جس راستہ کا انتخاب کرنا چاہیں کر سکتے ہیں چاہے وہ راستہ راہِ مستقیم اور سعادت بخش ہو یا منحرف اور نقصان دہ راستہ ہو، البتہ انسانوں پر تمام حجت کے لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت تشریحی کی ذمہ داری بھی اپنے ذمہ لی، اور پروردگار عالم نے مختلف زمانوں میں انبیاء کرام کے ذریعے انسانوں کے کمال تک پہنچنے کے تمام پروگرام بھی بھیجے البتہ اس ہدایت کو قبول کرنے یا رد کرنے پر انہیں آزاد چھوڑ دیا گیا۔

[۱] مفردات سبل

[۲] ہود۔ ۵۶

### إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا

یقیناً ہم نے اسے راستہ کی ہدایت دے دی ہے چاہے وہ شکر گزار ہو جائے یا کفرانِ نعمت کرنے والا ہو جائے۔<sup>[۱]</sup>  
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے گناہانِ کبیرہ جیسے خدا کے ساتھ شرک، اپنی اولاد کو قتل کرنا، پاکدامنی کے منافی اعمال انجام دینا، قتلِ نفس، یتیموں کے اموال پر ناجائز تصرف اور اس طرح کے دیگر گناہوں کا نام لے کر لوگوں کو ان گناہوں سے آلودہ ہونے سے منع فرمایا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ، وَلَا تَتَّبِعُوا السَّبِيلَ فَتَقَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۗ ذَلِكُمْ وَصَّيْنَاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ.

اور یہ ہمارا سیدھا راستہ ہے اس کا اتباع کرو اور دوسرے راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ راہِ خدا سے الگ ہو جاؤ گے اسی کی پروردگار نے ہدایت دی ہے کہ اس طرح شاید متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔<sup>[۲]</sup>

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَحَطَّ حَطًّا فَكَذَا أَمَامَهُ فَقَالَ هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ وَحَطَّيْنِ عَنْ يَمِينِهِ وَحَطَّيْنِ عَنْ شِمَالِهِ وَقَالَ هَذَا سَبِيلُ الشَّيْطَانِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ فِي الْحُطِّ الْأَوْسَطِ وَتَلَا "وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ".

حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں ایک دن ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھے تھے۔ آپ نے اپنے سامنے ایک خط کھینچا اور فرمایا: یہ خدا کا راستہ ہے اس کے بعد آپ نے دو خط اپنے داہنے طرف اور دو خط اپنے بائیں طرف کھینچے اور فرمایا: یہ شیطان کا راستہ ہے اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ درمیان خط پر رکھا اور موردِ بحث آیت کریمہ کی تلاوت فرمائیں؛

وَأَنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

اور بیشک آپ لوگوں کو سیدھے راستہ کی ہدایت کر رہے ہیں اس خدا کا راستہ جس کے اختیار میں زمین و آسمان کی

تمام چیزیں ہیں۔<sup>[۳]</sup>

[۱] سورہ دہر، آیت ۳

[۲] سورہ انعام آیت ۱۵۳

[۳] سورہ شوریٰ، آیت ۵۲-۵۳

## انسان کا حیوانی پہلو

انسان حیوانی پہلو میں اپنی نفسانی اور طبعی خواہشات کا پیروکار ہوتا ہے انسان کی نفسیاتی خواہشیں اندھی اور بہری ہوتی ہیں وہ اصلاح اور فساد کو نہیں سمجھتیں وہ اپنے لئے مطلقاً آزادی کی طلبگار ہوتی ہیں انہیں کسی قسم کی قید و بند ہرگز پسند نہیں ہوتی۔ لیکن یہ کام انسان کے انسانی اور معنوی پہلو کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا۔ جو بھی انسان ہونا انسان کی طرح جینا اور انسانوں کی طرح مرنا چاہتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کو اپنے عقل کے حوالے کرے، اپنی شہوات پر کنٹرول کرے اور افراط و تفریط میں مبتلا نہ ہو، یہی عادلانہ طریقہ اختیار کرنا صراطِ مستقیم اور انبیاء کرام کی دعوت کا اصل مقصد ہے جو بھی اس راستے پر اچھی طرح چلے گا وہ آخرت میں بھی پل صراط سے سلامتی کے ساتھ گزر جائے گا۔

## صراطِ دنیا اور صراطِ آخرت

دنیا میں صراطِ مستقیم کی انتہاء انسانیت کے عظیم درجہ پر فائز ہونا ہے۔ اور آخرت میں صراطِ مستقیم کی انتہاء بہشت حاصل کرنے پر ہوتی ہے امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے آباء و اجداد سے اور انہوں نے حضرت امام علی علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

وَالصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ هُوَ صِرَاطَانِ صِرَاطٌ فِي الدُّنْيَا وَصِرَاطٌ فِي الْآخِرَةِ  
فَأَمَّا الطَّرِيقُ الْمُسْتَقِيمُ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ مَا قَصَرَ عَنِ الْغُلُوِّ وَازْتَفَعَ عَنِ التَّقْصِيرِ وَاسْتَقَامَ  
فَلَمْ يَعْجَلْ إِلَى شَيْءٍ مِنَ الْبَاطِلِ وَالطَّرِيقُ الْآخِرُ طَرِيقُ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى الْجَنَّةِ  
صراطِ مستقیم دو راستے ہیں: ایک صراطِ دنیا اور دوسرا صراطِ آخرت۔

صراطِ دنیا وہ راستہ ہے جو غلو اور زیادہ روی سے نیچے اور کوتاہی سے بلند ہو، یہ وہ راستہ ہے جو ہرگز تعادل اور میانہ روی سے خارج نہیں ہوتا۔ اور یہ باطل کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ لیکن صراطِ آخرت وہ راستہ ہے جس کو طے کرنے کے بعد مومن بہشت میں پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی ابدی نعمتوں سے استفادہ کرتے ہیں۔<sup>[۱]</sup>

اس روایت میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ دنیا میں صراطِ مستقیم تعادل اور میانہ روی کو کہا گیا ہے جس راستے میں افراط و تفریق نہ ہو اور جس کے پروگرام ہرگز باطل سے آلودہ نہ ہوں اور نہ ہی وہ انحراف کی طرف مائل ہوں اور صراطِ آخرت اس راستے کو کہا گیا ہے جو مومنوں کو جنت کی طرف لے جاتا ہے۔

[۱] معانی الاخبار ص ۳۳



یہ بات واضح ہے کہ انسان کو دنیا میں حق اور عدل کی راہ کی پہچان اور راہ سعادت کو معین کرنے کے لئے حقیقت سے آشنا ایک معلم کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کی پیروی اور اس کے گفتار و کردار پر عمل کر کے وہ راستے کو انحراف سے اور ہدایت کو گمراہی سے جدا کر سکے۔ یہ اطمینان بخش معلم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق جانشینوں کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے ایک اور روایت میں صراط مستقیم امام معصوم کو کہا گیا ہے۔

عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الصِّرَاطِ فَقَالَ هُوَ الطَّرِيقُ إِلَى مَعْرِفَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُمَا صِرَاطَانِ صِرَاطٌ فِي الدُّنْيَا وَصِرَاطٌ فِي الْآخِرَةِ فَأَمَّا الصِّرَاطُ الَّذِي فِي الدُّنْيَا فَهُوَ الْإِمَامُ الْمَفْرُوضُ الطَّاعَةَ مَنْ عَرَفَهُ فِي الدُّنْيَا وَاقْتَدَى بِهِدَاةً مَرَّ عَلَى الصِّرَاطِ الَّذِي هُوَ جِسْرُ جَهَنَّمَ فِي الْآخِرَةِ وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْهُ فِي الدُّنْيَا زَلَّتْ قَدَمُهُ عَنِ الصِّرَاطِ فِي الْآخِرَةِ فَتَرَدَّى فِي تَارِ جَهَنَّمَ

مفضل ابن عمر کہتے ہیں: میں نے امام صادق علیہ السلام سے صراط کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: صراط اللہ کی شناخت کا راستہ ہے اور وہ دو راستے ہیں۔ ایک صراط دنیا میں ہے اور دوسرا آخرت میں۔

صرراط دنیا وہ امام ہے جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر واجب ہے جو بھی اسے پہچانے اس کی پیروی کرے، اور عملی طور پر اس کی ہدایت کی اقتدا کرے وہ صراط قیامت سے آسانی سے گزرے گا جو کہ جہنم پر واقع ایک پل ہے اور جو شخص دنیا میں امام کی معرفت نہ رکھتا ہو۔ آخرت کی صراط پر اس کے قدموں میں لغزش آجائے گی اور وہ جہنم میں گر جائے گا۔<sup>[۱]</sup>

صرراط راست کہ داند در آن جہان رفتن  
کس کہ خود کند اینجا بہ راست رفتاری

ترجمہ:

اس عالم (آخرت) میں جانے کے بعد اس کے لئے صراط سیدھا راستہ ہوگا۔ جو اس دنیا میں خود سیدھا چلتا رہا ہو۔

**صرراط دنیا اور صراط آخرت کے درمیان مقاسمہ سے پیدا ہونے والے**

**سوالات اور ان کے جواب**

ہم نے بطور مقدمہ صراط دنیا، صراط آخرت اور ان دونوں کے درمیان ارتباط کے بارے میں بیان کیا۔ اب ہم

اختصار کے ساتھ صراط قیامت کو صراط دنیا کے ساتھ مقاسمہ کرنے سے پیدا ہونے والے سوالات کے اہم نکات کی وضاحت کریں گے۔

اول: مذکورہ حدیث جو کہ مفضل نے امام صادقؑ سے نقل کی ہے آپؑ اس حدیث میں فرماتے ہیں: صراط آخرت وہ پل ہے جو جہنم کے اوپر واقع ہوگی۔ دنیا میں جو بھی امام کی معرفت رکھتا ہو اور اس کے حکم کی اطاعت کرے، وہ صراط قیامت سے آسانی کے ساتھ گزر جائے گی لیکن جس کے پاس امام کی معرفت اور اطاعت نہ ہو وہ لغزش میں مبتلا ہو کر جہنم میں گر پڑے گا۔

نفسانی خواہشات اور حیوانی پہلو جسے اللہ تعالیٰ کے حکیمانہ فیصلے سے انسان کے اندر رکھا گیا ہے جہنم کی طرح جلا دینے والے ہیں اور ان کے شعلے ہمیشہ بلند ہو کر انسان کی سعادت کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں اس آگ پر کنٹرول کرنا چاہے اور خواہشات نفسانی کو صرف جائز طریقوں سے استعمال کرنا چاہیے کیونکہ اگر بغیر قید و بند کے خواہشات نفسانی کی پیروی کی گئی تو انسان کی سعادت تک رسائی کے تمام راستے بند ہو جائیں گے۔

حضرت علیؑ غصے کے بارے میں فرماتے ہیں:

الْغَضَبُ نَارٌ مُوقَدَةٌ مَنْ كَتَبَهُ أَطْفَأَهَا وَمَنْ أَطْلَقَهُ كَانَ أَوَّلَ مُحْتَرِقٍ بِهَا

غصہ، شعلہ و آگ ہے جو شخص غصہ پر کنٹرول کرتا ہے وہ اس کے شعلوں کو بجھا دیتا ہے اور جو اسے آزاد چھوڑ دیتا ہے سب سے پہلے وہی اس کے شعلوں میں جلے گا۔<sup>[۱]</sup>

## میانہ روی

دین خدا یعنی صراط مستقیم خواہشات نفسانی میں میانہ روی اور تعادل سکھاتا ہے یہ دین بھی خواہشات نفسانی کے جہنم پر ایک پل کی طرح ہے متدین اور احکام دین پر عمل کرنے والے لوگ اسی اعتدال کے راستے پر چلتے ہیں۔ وہ خواہشات نفسانی کے متعلق افراط و تفریط کا شکار نہیں ہوتے اس وجہ سے وہ اس صراط مستقیم سے منہ موڑ کر غضب اور شہوت کے جہنم میں نہیں گھرتے۔ لیکن جو لوگ دین خدا اور انبیاء کرامؑ کی دعوت کی پرواہ نہیں کرتے الہی تعلیمات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور خدا کی اطاعت کی بجائے اپنی خواہشات نفسانی کی اطاعت کرتے ہیں ایسے لوگ ہمیشہ خواہشات نفسانی اور شہوت کے پیچھے رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں جلتے رہیں گے۔

[۱] مستدرک الوسائل، جلد ۲، ص ۳۲۶

خشم تو تخم سعیر دوزخ است  
 هین بکش این دوزخت را کاین فح است  
 کشتن این نار نبود جزبہ نور  
 نور دین اطفأ کند خشم و غرور  
 تانہ بینی نور دین ایمن مباحش  
 کاتش پنہان شودیک روز فاش  
 گر تو بی نور آوری حلمی بہ دست  
 آتشت زندہ است در خاکستر است

ترجمہ:

تمہارا غصہ جہنم کی وادی کا بیج ہے تم اپنی اس جہنم کو نکال دو یہی قابل نخر بات ہے۔  
 اس آگ کو نور کے سوا ختم نہیں کیا جاسکتا نور الہی غصہ اور غرور کو بجھا دیتا ہے۔ تم جب تک نور ایمان کو نہ دیکھو آرام  
 سے نہ بیٹھو۔ کیونکہ یہ پوشیدہ آگ ایک دن ظاہر ہوگی۔  
 اگر نور کے بغیر حلم و بردباری تک رسائی حاصل کر لو۔ تو یہ خاکستر میں پوشیدہ جلتی ہوئی انگاری ہوگی۔ (حلم و بردباری  
 نہیں ہوگا)

لوگوں کا قیامت کے پل صراط سے عبور کرنا جو پل آخرت میں جہنم کے اوپر واقع ہوگی۔ دنیا میں ان کے دین خدا کی  
 صراط مستقیم سے گزرنے کے ساتھ وابستہ ہے۔ جو بھی امام معصوم کی رہنمائی سے دین کے راستے پر اچھی طرح چلا ہوگا۔ نفسانی  
 خواہشات کی پیروی نہ کی ہوگی اور خواہشات نفسانی کی جہنم میں نہ گرا ہوگا وہ صراط قیامت کو آسانی سے عبور کر لے گا اور جہنم کی  
 آگ کا شکار نہیں ہوگا۔

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ مَلَكَ نَفْسَهُ إِذَا رَغِبَ وَإِذَا رَهَبَ وَإِذَا اشْتَهَى وَإِذَا

عَضِبَ وَإِذَا رَحِي وَإِذَا سَخِطَ حَرَّمَ اللَّهُ جَسَدَهُ عَلَى النَّارِ

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جو اپنے نفس کا مالک ہو جائے اور رغبت اور خوف کے وقت، آرزو اور غصہ کے وقت،  
 خوشنودی اور ناخوشنودی کے وقت حق کی راہ سے خارج نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے جسم کو جہنم کی آگ پر حرام قرار دیا

ہے۔ [۱]

لیکن جس خواہشات نفسانی کے پیروکار نے دنیا میں دین کی راہ سے منہ پھیر لیا ہو، صرف اپنی نفسانی خواہشات کی اطاعت کرتا ہو، ناجائز تمناؤں کے پیچھے جائے تو وہ بالآخر خواہشات کے جہنم میں گر پڑے گا۔ قیامت کے دن اس کا مقدر اسی کے مشابہ ہوگا اور وہ صراط آخرت سے جہنم کی آگ میں گر جائے گا۔

## کیا دنیا میں بھی صراط مستقیم بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے

مذکورہ روایت میں یہ بات واضح طور پر بیان ہوئی ہے کہ: صراط قیامت بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگی ہم نے یہ بھی بیان کیا کہ صراط قیامت، صراط دنیا کے پلٹنے کا نام ہے کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا صراط مستقیم یعنی دین خدا بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے؟ اس سوال کا جواب مثبت ہے کیونکہ جو چاہتا ہے کہ حقیقی مسلمان اور قرآن کا حقیقی پیروکار ہو وہ اعتقادات اور اسلامی اعمال میں بہت سے دقیق مسائل میں مبتلا ہوتا ہے جو کہ واقعاً بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہیں۔

مثال:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ: الشَّرْكُ أَخْفَى مِنْ دَبِيبِ الذَّيْبِ عَلَى الصَّفَا فِي اللَّيْلَةِ  
الظُّلْمَاءِ وَأَدْنَاهُ أَنْ يُحِبَّ عَلَى شَيْءٍ مِنَ الْجُورِ وَيُبْغِضَ عَلَى شَيْءٍ مِنَ الْعَدْلِ وَهَلِ الدِّينُ إِلَّا الْحُبُّ  
وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحِبُّكُمْ اللَّهُ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے ضمیر میں شرک کا نفوذ تاریک رات میں سخت پتھر پر چھوٹی چیونٹی کے چلنے سے بھی زیادہ مخفی ہوتا ہے شرک کا سب سے کم مرتبہ یہ ہے کہ انسان ظلم و ستم کو پسند کرے یا عدل و انصاف کو دشمن سمجھے۔ پھر آپ نے فرمایا: کیا دین خدا کی راہ میں حب اور بغض کے علاوہ کوئی اور چیز ہے؟

اس کے بعد آپ نے مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی؛

اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، خدا بھی تم سے محبت کرے گا۔ [۲]

ضعیف و ناتوان چیونٹی کا شب کی تاریکی میں پتھر پر چلنا ہمارے لئے اتنا مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے کہ ہم جتنا بھی اس کے قریب ہوں اس کے عبور کرنے کو ہرگز درک نہیں کر پاتے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں اپنے پیروکاروں کو ایک بہت

[۱] مشکوٰۃ الانوار، ص ۷۷۲

[۲] سورہ آل عمران، آیت ۳۱

بڑے خطرے کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ انہیں سمجھانا چاہتے ہیں کہ خدا کے ساتھ شرک ممکن ہے چیونٹی کے چلنے سے زیادہ مخفیانہ طور پر تمہارے دل میں اپنی جگہ بنا لے اور تمہیں اس کا احساس بھی نہ ہو۔

اس حدیث اور اس طرح کی دیگر احادیث پر توجہ کرنے سے اگر یہ کہا جائے کہ دین خدا یعنی صراط مستقیم دنیا میں بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے تو اس بات میں مبالغہ نہیں ہوگا۔

بلکہ اس طرح ایک سنگین اور دقیق حقیقت بیان ہو جائے گی اس کے علاوہ مذکورہ حدیث میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ خدا کے ساتھ کم از کم شرک یہ ہے کہ انسان کسی بھی قسم کے ظلم و ستم کو پسند کرتا ہو یا کسی طرح کی عدالت کا مخالف ہو۔ مثلاً رشوت لینا ظلم ہے لیکن پیسہ کو سب کچھ سمجھنے والے، اور مقام و مرتبہ کے طلبگار بے ایمان لوگ اس ظلم کو پسند کرتے ہیں۔ سیاہ و سفید افراد کے حقوق کا برابر ہونا عدل ہے لیکن متعصب قوم پرست اس عدل کو دشمن سمجھتے ہیں۔ اس فضول اور شرک آلود دوستی اور دشمنی سے اجتناب کرنا چاہیے جو کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوتی ہے جو چاہتا ہے کہ دین خدا کے صراط مستقیم پر چلے اسے چاہئے کہ اس دقیق اور باریک راستے کو شائستگی کے ساتھ طے کرے۔ لیکن متاسفانہ اس طرح کی غیر شرعی اور نقصان دہ دوستیاں اور دشمنیاں خواہشات نفسانی کی پیروی کی وجہ سے بہت زیادہ ہیں۔ اور مختلف صورتوں میں انسانوں کے لئے تباہی اور بربادی کا سامان مہیا کرتی ہیں۔

## اچھی زندگی کے دو اصول

اگر دنیا میں انسان دین کے باریک راستہ کو طے کرنا چاہتا ہے اور صراط مستقیم سے منحرف نہیں ہونا چاہتا تو اسے ہمیشہ دو اصولوں کی طرف توجہ رکھنی چاہیے:

اول: سوچ و فکر کے آلہ سے استفادہ کرے، دین کی اسی طرح معرفت حاصل کرے جس طرح معرفت حاصل کرنے کا حق ہے اور اس کے احکامات اور دقیق باتوں کو اچھی طرح سے دیکھ لے۔

دوم: انسان کو چاہیے کہ بغیر قید و بند کے فرمان الہی کا مطیع و فرمانبردار رہے اور دین کے تمام احکامات پر عمل پیرا ہونے کا مضبوط ارادہ کر لے، اگر کسی وقت اس کے نفس میں کوئی غیر شرعی تمنا پیدا ہو تو اس سے منہ پھیر لے اور ناجائز کاموں کی مخالفت کرے۔

## قوہ نظریہ اور قوہ عملیہ

عالیقدر حکیم صدر المتاھمیں شیرازی نے اپنی کتاب اسفار کے قیامت سے مربوط مباحث میں، انسان کے ساتھ مخصوص صراط یعنی دین خدا جو خدا کی طرف سے معین کردہ صراط مستقیم ہے اور اس صراط کی تبلیغ پر مامور انبیاء کرام کے بارے

میں مفصل بحث کی ہے انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان سے منہ موڑنا جہنم میں گرنے کا باعث بنتا ہے انہوں نے ان دو بنیادی اصولوں کو ”قوة نظرية اور قوة عملية“ کا نام دیا ہے وہ اس مطلب کی وضاحت بیان کرنے کے لئے کہ صراطِ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگی۔ کہتے ہیں:

لان کمال الانسان منوط باستعمال قوئته القوة النظرية فلا صابة الحق ونور اليقين في سلوك الانظار الدقيقة التي هي في الدقة واللطافة ادق من الشعر اذا تمثلت بكثير واما القوة العملية فتعديل القوى الثلاث التي هي الشهوية والغضبية والفكرية في اعمالها التحصيل للنفس حالته اعتدالية متوسطة. بين الاطراف غاية التوسط الان الاطراف كلها مذمومة يوجب السقوط في الجحيم و منزل البعداء والا شقياء المردود دين و قد علمت ان التوسط الحقيقي بين الاطراف المتضادة بمنزلة الخلو عنها والخلو عن هذه الاطراف المسمى بالعدالة منشأ الخلاص عن الجحيم وهي احد من السيف فاذن الصراط له وجهان احد هما ادق من الشعر والاخر احد من السيف

انسان کا کمال دو قوتوں قوت نظری اور قوت عملی سے استفادہ کرنے کے ساتھ وابستہ ہے۔  
قوت نظری سے حق کی معرفت کے لئے استفادہ کیا جاتا ہے حقیقت تک رسائی اور علم و یقین کے نور سے منور ہونا بہت زیادہ دقیق ہوتا ہے اگر اس کا تصور کرنا چاہیں تو وہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔  
قوت عملی سے استفادہ تین قوتوں یعنی شہوت، غضب اور فکر میں میانہ روی اور تعادل کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ ان تینوں قوتوں کے درمیان توازن برقرار رکھنے سے انسان کے نفس میں میانہ روی کی حالت پیدا ہو جاتی ہے جو افراط اور تفریط کے لئے حد وسط (در میانہ حد) ہے۔ انسان اسی تعادل اور میانہ روی کے ذریعہ کمال تک پہنچ سکتا ہے کیونکہ اس اعتدال کے دونوں اطراف شدت اور کمزوری ہیں اور دونوں کی مذمت کی گئی ہے کیونکہ یہ دونوں جہنم میں جانے کا باعث ہیں جو کہ اشقیاء اور بد بخت افراد کے رہنے کی جگہ ہے۔

اور یہ حقیقی حد وسط (میانہ روی) جسے اعتدال کہا جاتا ہے جو عذابِ خدا سے نجات کا باعث ہے یہ اعتدال تلوار سے زیادہ کاٹنے والا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ خداوند عالم کے صراطِ مستقیم کے دو اطراف ہیں۔ ایک طرف بال سے باریک اور دوسرا طرف تلوار سے زیادہ تیز ہے۔<sup>[۱]</sup>

[۱] اسفار۔ جلد ۴، ص ۱۷۳

بال سے زیادہ باریک طرف دین میں تفقہ اور عقائد اور احکام کا دقیق علم حاصل کرنا ہے اور تلوار سے تیز طرف، احکامات دین کو عملی جامہ پہنانا اور عادلانہ زندگی بسر کرنا ہے جس کے لئے شہوات اور غیر شرعی خواہشات سے منہ موڑنا ضروری ہے۔

## قوة نظرية اور عملیہ کارہنما

کیا انسان قوتہ نظری جو بال سے زیادہ باریک ہے کا علم حقیقت سے باخبر اور آگاہ معلم کے بغیر حاصل کر کے اس کے عمق تک پہنچ سکتا ہے؟  
کیا انسان کا قوتہ عملی، اس قوتہ کے تعادل کو جو قوتہ تلوار سے زیادہ تیز ہوتا ہے مربی اور رہبر کے بغیر اپنے اندر جگہ دے سکتا ہے؟  
کیا انسان رہنما کے بغیر اس راستے کو سلامتی کے ساتھ طے کر سکے گا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔

یقیناً ان تمام سوالات کا جواب منفی ہے اور ایسا ہونا ناممکن ہے اسی وجہ سے ایک روایت میں صراط کے بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی تاریکی کے بارے میں بھی بیان ہوا ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ: الصِّرَاطُ أَدْقُ مِنَ الشَّعْرِ وَأَحَدٌ مِنَ السَّيْفِ وَأَظْلَمُ مِنَ

اللَّيْلِ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صراط، بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز اور رات سے زیادہ تاریک ہوگا۔ [۱]

انبیاء کرام اور ان کے اوصیاء علیہم السلام کا نور ہدایت اس باریک صراط کے لئے رہنما اور اس تاریک راستے کو روشن کرنے والا ہے یا یہ کہیں کہ خود انبیاء کرام اور اوصیاء کا گفتار اور ان کا دقیق کردار صراط مستقیم ہے، وہ روایات جن میں امام کو صراط مستقیم کہا گیا ہے وہ اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے:

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيُّ عَلَيْهِ

السَّلَامُ

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: صراط المستقیم امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔<sup>[۱]</sup> دنیا میں خدا کی طرف سے معین کردہ صراط مستقیم اتنا باریک اور دقیق ہے کہ اس راستے کی معرفت کے لئے نہ صرف عام انسانوں کو امام کی رہنمائی کی ضرورت ہے بلکہ عالم اور دین شناس لوگ بھی خواہ وہ کسی بھی مقام و منزلت پر فائز ہوں امام کی رہنمائی کے محتاج ہیں اگر آئمہ علیہم السلام ضرورت کے وقت ان کی رہنمائی نہ فرماتے تو وہ حق سے منحرف ہو جاتے صفوان بن مہران اسدی المعروف صفوان جمال جو اہلبیت علیہم السلام کے محبتوں اور امام صادق اور امام کاظم علیہم السلام جیسے معصوم اماموں کے اصحاب میں سے تھے۔

انہیں جمال اس وجہ سے کہا جاتا تھا کہ ان کے پاس کچھ اونٹ تھے جنہیں وہ وزن اٹھانے یا مسافرت کے لئے کرایہ پر دیتے تھے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی سے وہ اپنا گزر بسر کیا کرتے تھے اس کے چند خدا بھی تھے جو اونٹوں پر سامان رکھتے اور اتارتے تھے۔

وہ خود حالانکہ روایات احادیث اور علماء دین میں سے تھے اور انہوں نے بہت سے مطالب امام صادق علیہ السلام کے دروس سے حاصل کئے تھے پھر بھی انہیں صراط مستقیم طے کرنے کے لئے امام معصوم جو کہ دقیق رہنما ہیں کی ضرورت تھی اور اگر ضرورت کے وقت ان کی رہنمائی نہ کی جاتی تو وہ دین کی باریک اور دقیق راہ سے منحرف ہو جاتے۔

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مَهْرَانَ الْجَمَّالِ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي الْحَسَنِ الْأَوَّلِ عليه السلام فَقَالَ لِي يَا صَفْوَانُ كُلُّ شَيْءٍ مِنْكَ حَسَنٌ بِجَمِيلٍ مَا خَلَا شَيْئاً وَاحِداً قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ أَيُّ شَيْءٍ قَالَ إِكْرَاؤُكَ جَمَالَكَ مِنْ هَذَا الرَّجُلِ يَعْنِي هَارُونَ قُلْتُ وَاللَّهِ مَا أَكْرَيْتُهُ أَشْرَأُ وَلَا بَطْرَأُ وَلَا لِلصَّيِّدِ وَلَا لِللَّهْوِ وَلَا لِكَيْبِي أَكْرَيْتُهُ لِهَذَا الطَّرِيقِ يَعْنِي طَرِيقَ مَكَّةَ وَلَا أَتَوَّلَاهُ بِنَفْسِي وَلَا كَيْبِي أَبْعَثُ مَعَهُ غُلَمَانِي فَقَالَ لِي يَا صَفْوَانُ أَيَقَعُ كِرَاؤُكَ عَلَيْهِمْ قُلْتُ نَعَمْ جُعِلْتُ فِدَاكَ فَقَالَ لِي أُنْجِبُ بَقَاءَهُمْ حَتَّى يَخْرُجَ كِرَاؤُكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَنْ أَحَبَّ بَقَاءَهُمْ فَهُوَ مِنْهُمْ وَمَنْ كَانَتْ مِنْهُمْ كَانَتْ وَرَدَ النَّارَ قَالَ صَفْوَانُ فَذَهَبْتُ فَبِعْتُ جَمَالِي عَنْ آخِرِهَا فَبَلَغَ ذَلِكَ إِلَى هَارُونَ

فَدَعَانِي فَقَالَ لِي يَا صَفْوَانُ بَلَّغْنِي أَنَّكَ بَعْتَ جَمَالَكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَلِمَ قُلْتُ أَنَا شَيْخٌ كَبِيرٌ وَإِنَّ الْغُلَمَانَ لَا يَفُونَ بِالْأَعْمَالِ فَقَالَ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ إِنِّي لَا أَعْلَمُ مَنْ أَشَارَ عَلَيْكَ بِهَذَا أَشَارَ عَلَيْكَ بِهَذَا مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ قُلْتُ مَا لِي وَلِمُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ فَقَالَ دَعَا هَذَا عَنْكَ فَوَاللَّهِ لَوْ لَا حُسْنُ



## صُحْبَتِكَ لَقَاتِلَتِكَ

صفوان بن مهران کہتے ہیں ایک دن میں حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھ سے فرمایا: صفوان ایک کام کے علاوہ تیرے سب کام اچھے ہیں میں نے عرض کیا وہ کونسا کام ہے؟ آپ نے فرمایا: تم نے اپنے اونٹ اس شخص یعنی ہارون کے حوالے کئے ہیں صفوان نے عرض کیا خدا کی قسم میں نے اپنے اونٹ اسے تفریح، عیاشی اور شکار کے لئے نہیں دیئے۔

اس کے علاوہ میں خود اس کے ساتھ نہیں گیا بلکہ میں نے اپنے غلام اس کے ساتھ بھیجے ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا اس کے ذمہ تمہارا کرایہ رہتا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں امام نے فرمایا کیا تم یہ بات پسند کرتے ہو کہ وہ باقی رہے اور تمہارا کرایہ ادا کرے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں امام نے فرمایا جو بھی ان کے باقی رہنے کو پسند کرتا ہو ان کے ساتھ ہوگا اور جو بھی ان میں سے ہو وہ جہنمی ہے صفوان کہتے ہیں میں نے جا کر اپنے تمام اونٹ فروخت کر دیئے جب یہ خبر ہارون کو معلوم ہوئی تو اس نے مجھے طلب کر کے کہا: صفوان مجھے پتہ چلا ہے کہ تم نے اپنے تمام اونٹ بیچ دیئے ہیں میں نے جواب دیا جی ہاں پھر اس نے پوچھا تم نے اپنے اونٹ کیوں فروخت کئے ہیں؟ میں نے کہا میں اب بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور جن لوگوں کو میں نے سفر اور حضر میں اس کام پر رکھا تھا وہ کام میں کوتاہی کر رہے تھے اس نے کہا تمہارا یہ جواب غلط ہے مجھے معلوم ہے تم نے یہ کام کیوں کیا ہے کیوں کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اس کام کے کرنے پر تمہیں اشارہ کیا تھا۔

صفوان نے کہا: مجھے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ساتھ کیا کام؟ ہارون کہنے لگا اس بات کو چھوڑو خدا کی قسم اگر میری تیرے ساتھ اچھی دوستی نہ ہوتی تو میں تجھے قتل کر دیتا۔<sup>[۱]</sup>

خدا کی طرف سے معین کردہ صراطِ مستقیم اتنا باریک اور دقیق ہے کہ صفوان جیسا دینی مسائل کا جاننے والا بھی انحراف میں مبتلا ہو رہا ہے اور ہر وقت کے امام، حضرت امام موسیٰ بن جعفر انہیں ان کی خطا کی طرف متوجہ فرما رہے ہیں اور وہ بھی فوراً اس خطرہ سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں اس طرح وہ خطرہ کے عامل کو ختم کر کے خود کو غلط راستے سے دور کر دیتے ہیں۔

## تم اپنی نماز پوری پڑھو

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُرَّاسِيِّ قَالَ دَخَلَ رَجُلَانِ عَلَى أَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ يُحَرِّسَانِ فَسَأَلَا عَنْ التَّقْصِيرِ فَقَالَ لِأَحَدِهِمَا وَجَبَ عَلَيْكَ التَّقْصِيرُ لِأَنَّكَ قَصَدْتَنِي وَقَالَ لِلْآخَرِ وَجَبَ عَلَيْكَ التَّهَامُ

[۱] وسائل الشیخ جلد ۱۲ ص ۱۳۱

## لَا تَنَالُكَ فَصَدَّتِ السُّلْطَانُ

ابوسعید خراسانی کہتے ہیں خراسان میں دو آدمی امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی قصر نماز کے بارے میں پوچھنے لگے امام نے ان میں سے ایک شخص سے فرمایا تم پر قصر نماز پڑھنا واجب ہے کیونکہ تم میری زیارت کے لئے آئے ہو اور دوسرے شخص نے فرمایا: تمہیں مکمل نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ تم نے بادشاہ کی زیارت کے ارادے سے سفر کیا ہے۔

شاید پوری نماز پڑھنے والے شخص کو یہ تصور بھی نہیں ہوگا کہ دنیا میں صراط مستقیم اتنا باریک اور تیز ہے کہ اگر کوئی سفر پر جائے اور اس کے دل میں غاصب خلیفہ سے ملاقات کا ارادہ ہو تو اس کا یہ سفر گناہ ہے اور اسے اپنی نماز پوری پڑھنی ہوگی۔

## مومنوں کے تکامل اور معنویات میں فرق کی وجہ

نہ صرف صراط قیامت جو کہ جہنم پر واقع ایک پل ہے بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگی بلکہ دنیا میں دین خدا بھی جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معین کردہ صراط مستقیم ہے اور اسے خواہشات نفسانی کی جہنم کے اوپر رکھا جاتا ہے یہ دین بھی بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور اگر امام معصوم رہنمائی کے لئے نہ ہو اس دقیق راستے سے سلامتی کے ساتھ گزرنا ناممکن ہوتا، انسان فساد اور تباہی کا شکار ہو جاتا اور بالآخر غصہ، شہوت اور اس طرح کی دوسری خواہشات نفسانی کے جہنم میں گر جاتا۔

یہ بات بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ جب ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے تمام پیروکار دین کی معرفت اور شناخت کے اعتبار سے برابر نہیں تو یقیناً اسلام کے دقیق صراط کی معرفت بھی ان سب میں مساوی نہیں ہوگی اسی معرفت کے فرق کی وجہ سے ان کے ایمان کے تکامل اور معنویات میں فرق پایا جاتا ہے

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ يَا بَنِيَّ اعْرِفْ مَنَازِلَ الشَّيْطَانِ عَلَى قَدْرِ رَوَايَتِهِمْ وَمَعْرِفَتِهِمْ فَإِنَّ الْمَعْرِفَةَ هِيَ الدِّرَايَةُ لِلدِّرَايَةِ وَبِالدِّرَايَاتِ لِلرَّوَايَاتِ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ إِلَى أَقْصَى دَرَجَاتِ الْإِيمَانِ

امام صادق علیہ السلام نے اپنے والد گرامی سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اے میرے عزیز فرزند! شیعوں کے درجات اور منازل کو ان کی روایت اور معرفت کی مقدار سے پہچانو بے شک معرفت، روایت کو سمجھنا ہے اور مومن روایت کو سمجھنے کے ذریعے ایمان کے عالی ترین مدارج پر فائز ہو سکتا ہے۔<sup>[۱]</sup>

## پل صراط سے کس طرح گزریں گے؟

دنیا میں جب لوگوں نے اپنی عمر کفر و الجاد میں بسر کی اور خدا کے صراط مستقیم سے غافل رہے وہ آخرت میں صراط قیامت سے نہیں گزر پائیں گے اس راہ میں ان کے قدموں میں لغزش واقع ہوگی جس کے نتیجے میں وہ جہنم میں گریں گے۔ لیکن با ایمان لوگ جو صراط مستقیم پر چلا کرتے تھے اور دنیا میں اپنے وظیفہ شرعیہ پر عمل پیرا ہوتے تھے وہ بالآخر بہشت برین میں جائیں گے۔

چونکہ کائنات کے پروردگار پر ان کے ایمان کے درجات مختلف تھے اور فرائض کی انجام دہی اور محرمات سے اجتناب میں ان کی قدرت مختلف تھی اسی وجہ سے ان کا صراط سے گزرنے کا بھی مختلف ہوگا۔ بعض افراد وہ راستہ سرعت سے طے کریں گے اور بعض آہستہ آہستہ اس راستے سے گزریں گے۔ یہ بات خاصہ اور عامہ کی روایات میں بھی بیان ہوئی ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ النَّاسُ يَمْرُونَ عَلَى الصِّرَاطِ طَبَقَاتٍ وَالصِّرَاطُ أَذَقُّ مِنَ الشَّعْرِ وَمَنْ حَدَّ السَّيْفِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْرُ مِثْلَ الْبَرْقِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْرُ مِثْلَ عَدْوِ الْفَرَسِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْرُ حَبْوًا وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْرُ مَشِيًا وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْرُ مُتَعَلِّقًا قَدْ تَأَخَذَ النَّارُ مِنْهُ شَيْئًا وَتَثْرُكُ شَيْئًا

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگ صراط سے عبور میں مختلف طبقات کے ہیں وہ صراط جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگی بعض لوگ بجلی کی طرح گزریں گے بعض گھوڑے کی طرح دوڑتے جائیں گے بعض ہاتھ اور زانوں کے بل جائیں گے بعض یہ راستہ دو پاؤں کے ذریعے طے کریں گے اور بعض صراط پر لٹکے ہوئے ہوں گے اور بعض اوقات ان کے جسم کے حصوں کو آگ پکڑ لے گی۔ [۱]

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: يَرِدُ النَّاسُ عَلَى الصِّرَاطِ بِجَمِيعِ أَوْرُودِهِمْ قِيَامُهُمْ حَوْلَ النَّارِ ثُمَّ يَصْدُرُونَ عَنِ الصِّرَاطِ بِأَحْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْرُ مِثْلَ الْبَرْقِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْرُ مِثْلَ الطَّيْرِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْرُ كَأَجْوَدِ الْحَيْلِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْرُ كَأَجْوَدِ الْإِبِلِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْرُ كَعَدْوِ الرَّجُلِ حَتَّى آخِرُهُمْ مَرَارَ رَجُلٍ نُورًا عَلَى مَوْضِعِ إِبْهَامِهِ قَدَمَيْهِ يَمْرُ مَتَكْفِيًا بِهِ الصِّرَاطُ

ابن مسعود کی روایت کے مطابق سب لوگ صراط پر سے گزریں گے البتہ صراط سے گزرتے وقت انہیں جہنم کے

[۱] امالی صدوق مجلس ۳۳ ص ۱۰۸

اطراف میں قیام کرنا پڑے گا۔

تمام لوگ اپنے اعمال کے مطابق گزریں جو اعمال وہ دنیا میں انجام دیتے تھے بعض افراد بجلی کی طرح گزریں گے بعض کا گزر ہوا کی طرح ہوگا بعض پرندہ کی طرح بعض بہترین دوڑنے والے گھوڑے کی طرح بعض انسان کے دوڑنے کی طرح بالآخر ان میں سے آخری جن کے پاؤں کی انگلیوں میں نور ہوگا سستی اور اضطراب سے صراط سے گزریں گے۔<sup>[۱]</sup>

ابن المسعود کی روایت کے مطابق لوگوں کا صراط آخرت سے گزرنا اور ان کا اس خطرناک اور دقیق جگہ سے خارج ہونا دنیا میں ان کے اعمال کے مطابق ہوگا چونکہ واجبات کی ادائیگی اور محرکات سے دوری کے اعتبار سے لوگوں کے اعمال مختلف ہوتے ہیں ان کا صراط قیامت سے عبور کرنا بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوگا۔

### مثال:

ایک خیانت کار اور بدکردار شخص ایک لاکھ تومان (تومان ایرانی کرنسی کو کہا جاتا ہے) لے کر مسلمانوں کے پاس آتا ہے تاکہ وہ یہ رقم کسی ایسے شخص کے حوالے کرے جو جھوٹی گواہی دینے کے لئے تیار ہو سب سے پہلے وہ ایک متقی اور باایمان شخص سے ملتا ہے اس کے سامنے ایک لاکھ تومان رکھ کر اپنا غلط ارادہ اس کے سامنے پیش کرتا ہے لیکن متقی انسان اس کی غلط فکر کے بارے میں سن کر اس پر غصہ ہوتا ہے اور کہتا ہے اے خیانت کار مجھ سے دور ہو جاؤ اس کے بعد وہ دوسرے شخص کے پاس جاتا ہے اور پانسہ اور اپنے غلط ارادہ کے بارے میں اسے آگاہ کرتا ہے وہ کچھ دیر تک رقم کو دیکھتا ہے لیکن چونکہ نیک اور پرہیزگار انسان ہے اس وجہ سے وہ بھی پہلے شخص کی طرح اس خیانت کار سے دور ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ تیسرے چوتھے اور پانچویں شخص کے پاس جاتا ہے وہ بھی باایمان اور نیک لوگ ہیں اور مال حرام سے دوری کرتے ہیں لیکن پہلے اور دوسرے شخص کی طرح فوراً فیصلہ کر کے رقم دینے والے سے دور نہیں جاسکتے لہذا وہ ذرا ٹھہر کر کبھی رقم کو دیکھتے ہیں اور کبھی رقم دینے والے کو دیکھتے ہیں اس کے بعد گواہی کے متعلق اس سے دریافت کرتے ہیں اس کی باتیں سن کر وہ اس کے غلط کام سے اپنا منہ پھیر کر اس سے دور چلے جاتے ہیں۔

اس کے بعد خیانت کار چھٹے آدمی کے پاس جاتا ہے وہ بھی اگرچہ باایمان ہے لیکن اس کا ایمان ضعیف ہے جب رقم دینے والا اپنا مقصد اس کے سامنے بیان کرتا ہے تو اس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ حیرت میں پڑ جاتا ہے کبھی وہ غور سے رقم کو دیکھتا ہے اور کبھی مطلب کے متعلق باتیں کرتا اور گواہی کے بارے میں پوچھتا ہے آخر کار کہتا ہے کہ میں فوراً کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا مجھے سوچنے کیلئے ایک رات کی مہلت دیں اور کبھی وہ سوچنے کے لئے چند راتوں کی مہلت چاہتا ہے، مہلت کا وقت ختم

[۱] تفسیر دارالمنثور جلد ۴ ص ۲۸۱

ہونے کے بعد وہ اسی کے ارادہ کو رد کر کے جھوٹی گواہی دینے سے انکار کر دیتا ہے البتہ یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ اس نے کتنی تکلیف اور پریشانی کے بعد تم لینے سے انکار کیا ہے کس طرح اس نے مادی فائدے سے چشم پوشی کر کے خود کو گناہ سے بچا لیا ہے۔

اگرچہ دنیا میں یہ چند لوگ دین خدا کے پیروکار اور صراطِ مستقیم پر چلنے والے ہیں، ان لوگوں نے دین خدا اور محرماتِ الہی سے بچنے کے لئے اپنے آپ کو حرام مال سے آلودہ نہ کیا اور جھوٹی گواہی دینے سے خود کو بچا کر سلامتی کے ساتھ شریعت کے راستے پر گامزن رہے لیکن ان تینوں میں فرق ہے کیونکہ پہلا شخص فوراً فیصلہ کر کے خیانت کار سے دور ہو گیا دوسرے نے تھوڑا توقف کرنے کے بعد فیصلہ سنایا اور تیسرے چوتھے اور پانچویں شخص نے تھوڑے فاصلے کے بعد خود کو اس سے بچا لیا لیکن چھٹے شخص نے ایک دو راتیں غور و فکر کے بعد خود کو ہلاکت سے بچا یا درحقیقت اس نے بڑی تکالیف اور پریشانی کے بعد صراطِ مستقیم کو طے کیا۔

جس طرح دنیا میں سب مومن اپنے ایمانی درجات اور اعمال کے اختلاف سے صراطِ الہی یعنی دین خدا کو فرق کے ساتھ طے کرتے ہیں آخرت میں بھی یہ فرق نظر آئے گا اور صراطِ قیامت سے ان کا گزرنا برابر نہیں ہوگا ابن مسعود کی حدیث کے مطابق یہ فرق دنیا میں ان کے اعمال کی وجہ سے ہوگا۔

مذکورہ شرح کے مطابق آئمہ معصومین علیہم السلام نے صراطِ دنیا اور صراطِ آخرت کو ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے اس طرح انہوں نے ان دونوں کے ایک دوسرے کے ساتھ روابط کی نشاندہی کی ہے بعض احادیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معین کردہ صراطِ مستقیم کو دنیا میں متعادل اور افراط و تفریر سے پاک راستہ کہا گیا ہے بعض روایات میں دنیا میں صراطِ مستقیم امام معصوم اور ان کے گفتار و کردار کی اطاعت کو کہا گیا ہے دراصل اس طرح کی تمام روایت کا مقصد امام معصوم کی زبانی خدا اور دین خدا کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

## انسانی صورت

ایک روایت میں انسانی صورت کو تمام اچھائیوں تک رسائی اور تک پہنچنے کے لئے صراطِ مستقیم کہا گیا ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ الصُّورَةَ الْإِنْسَانِيَّةَ هِيَ الطَّرِيقُ الْمُسْتَقِيمُ إِلَى كُلِّ

خَيْرٍ وَالْجَسَدُ الْمَمْدُودُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: انسانی صورت تمام خوبیوں اور اچھائیوں تک رسائی کے لئے مستقیم راہ اور بہشت اور

جہنم کے اوپر واقع پل ہے۔<sup>[۱]</sup>

البتہ انسانی صورت جو ہرنیکی اور اچھائی تک پہنچنے کے لئے راستہ ہے اور امام علیؑ نے اسے سیدھا راستہ کہا ہے اس سے انسان کی یہ ظاہری شکل و صورت مراد نہیں ہے کیونکہ ہرنیک اور بد ہر پاک اور ناپاک کی یہی صورت ہے۔ لہذا اسے صراطِ سعادت اور کمال تک رسائی کا سبب نہیں کہا جاسکتا۔

گربہ صورت آدمی انسان بُدی

احمد و ابوجہل ہم یکسان بودی

ترجمہ:

اگر آدمی کی شکل و صورت کا نام انسان ہوتا تو احمد اور ابوجہل برابر ہوتے۔

نومولود بچہ جب شکمِ مادر سے دنیا میں قدم رکھتا ہے اس کی صورت اگرچہ انسان والی ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ حیوان بالفعل اور انسان بالقوہ ہوتا ہے۔ البتہ ابتداء میں جس چیز کا اس میں مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ کھانا، سونا، توبہ جاذبہ اور دفعہ کا ہونا، حرکت و فریاد اور اس طرح کی دیگر حیوانی صفات کا اس میں ہونا ہے لیکن انسانیت جو معیار کمال ہے تمام متولد ہونے والے بچوں میں قوت اور استعداد کے طور پر پوشیدہ ہوتی ہے اگر کسی بچے کی اس کی زندگی کے شروع ہی سے مراقبت کی جائے اور وہ صحیح تربیت اور اچھے مربیوں کے تحت تربیت رہے اسی طرح بڑا ہونے کے بعد یہ بچہ خود سازی کیلئے کوشش جاری رکھے اپنے اندر پوشیدہ استعداد کو عملی جامہ پہنائے ان انسانی ذخائر سے استفادہ کرے جو اس کے اندر پوشیدہ ہیں اور اپنے آپ کو انسانی صفات سے مزین کرے تو وہ حقیقی انسان بن کر انسانی صورت اختیار کرے گا جو صورتِ امام جعفر صادقؑ کے فرمان کے مطابق ہرنیکی اور اچھائی تک رسائی کا باعث ہے۔

لیکن اگر یہی انسان اپنی عقل سے استفادہ نہ کرے، اپنے اخلاقی وجدان کو ختم کر دے یا انسان کو فضیلت اور کمال تک پہنچانے والی چیزوں پر توجہ نہ دے، بلکہ اپنی خواہشات نفسانی کا پیروکار ہو، اور اپنی پوری زندگی شہوات اور حیوانی عادات میں بسر کرے تو یہ انسانی صورت میں حیوان ہوگا۔

حضرت علیؑ اس منحرف گروہ جو کہ ظاہراً تو انسان نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت انسان نہیں ہیں کے بارے میں

فرماتے ہیں:

فَالصُّورَةُ صُورَةُ إِنْسَانٍ وَالْقَلْبُ قَلْبُ حَيَّوَانٍ لَا يَعْرِفُ بَابَ الْهُدَىٰ فَيَتَّبِعُهُ وَلَا بَابَ

[۱] تفسیر صافی، ص ۲۰

## الْعَمَىٰ فَيَصْدَأُ عَنْهُ وَذَلِكَ مَيِّتٌ الْأَحْيَاءِ

اس کی ظاہری صورت تو انسان والی ہے لیکن اس کا دل حیوان کا ہے نہ ہدایت کے راستے کو پہچانتا ہے تاکہ اس کی پیروی کرے اور نہ ہی ضلالت اور گمراہی کی معرفت رکھتا ہے تاکہ اس سے منہ پھیر لے اس طرح کے گمراہ لوگ انسانی صورت میں زندہ نظر آنے والے مدودہ ہیں۔<sup>[۱]</sup>

در گذر از نام و بنگر در صفات  
تا صفاتت رہ نما ید سوی ذات  
صورت ظاہر چہ جوی ای جوان  
رو معانی را طلب ای پهلوان  
صورت ہیئت بود چون قشر و پوست  
معنی اندروی چو مغزی اندر اوست

ترجمہ:

نام سے پرہیز کرو اور صرف صفات پر توجہ دو تاکہ تمہارے صفات تمہاری ذات کے لئے رہنما ہوں۔  
اے جوان تم ظاہری صورت میں کیا تلاش کرتے ہو، اے پہلوان معنویات کے طلبگار بنو۔ کسی بھی چیز کی ظاہری شکل و صورت چھلکے کی طرح ہوتی ہے اصل چیز تو اس کے اندر مغز کی طرح موجود ہوتی ہے۔

## قیامت میں انسانوں کا حقیقی چہرہ

قیامت پوشیدہ اور مخفی چیزوں کا ظاہر ہونا ہے اس دن تمام پوشیدہ چیزیں ظاہر ہو جائیں گی۔ جو لوگ دنیا میں ظاہر آتو انسان تھے لیکن ان کا باطن حیوان تھا۔ اس دن ان کی حالت اور طرح کی ہوگی اور ہر گروہ اپنی خلقیات اور ملکہ کی مناسبت سے حیوان کی صورت میں محسوس ہوں گے، بعض انسان درندوں کی شکل میں ہوں گے، بعض حشرات الارض کی صورت میں اور بعض کی صورت ڈھسنے والوں کی طرح ہوگی۔ اس کے علاوہ حقیقی انسان، انسان ہی کی صورت میں محسوس ہوں گے، قیامت میں ہر فرد کی انسانی صورت خود روشن دلیل ہوگی کہ وہ دنیا میں انسان تھے انسانوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے اور انہوں نے اپنی پوری زندگی پاکیزگی اور نیکی کے ساتھ گزاری تھی۔

[۱] منہج البلاغہ، خطبہ ۸۷

امام صادق کی حدیث کے مطابق قیامت میں یہی انسانی صورت اس کے لئے صراطِ آخرت ہے اور صراطِ انسانیت کی انتہائی بہشت برین ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ وہ دنیا میں لوگوں کو انسان بنا کر انسان ہونے کا راستہ انہیں بتائیں اور جو قومیں ان کے اندر پوشیدہ ہیں انہیں عملی جامہ پہنائیں تاکہ ان کے ذریعہ وہ کمال تک پہنچ سکیں۔ بعبارت دیگر انبیاء اس لئے مبعوث ہوئے کہ ظاہری انسانوں کو حقیقی انسان بنائیں۔ انہیں اخلاق اور انسانی صفات سے مزین کریں۔ اور ایسے اعمال انجام دیں جن کے ذریعے ان کے دل حقیقی انسان کی صورت اختیار کر لیں۔ پس درحقیقت انسانی صورت جس کے متعلق امام علیؑ نے حدیث میں بیان فرمایا ہے لوگوں کی روحانی صورت ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے وہ صدیوں دین خدا کی پیروی کرتے رہے اور اپنے زمانہ کے انبیاء کرام کی انسان ساز تعلیمات کو عملی جامہ پہناتے رہے عظیم فلسفی مرحوم صدر المتاھین شیرازی (رحمۃ اللہ علیہ) گویا اس سلسلے میں امام صادق کی اس موضوع پر حدیث سے الہام حاصل کر کے اس طرح کہتے ہیں:

اعلم ان الصراط المستقیم كما قبل الذی اوصلک الی الجنہ هو صورة الہدی الذی انشأته لنفسک ما دمت فی عالم الطبعیہ من الاعمال القلبیة والا حوال و التحقیق انه عند کشف العطاء ورفع الحجاب یتظہر لک ان النفس الانسانیة السعیة صورة صراط اللہ المستقیم وله حدود و مراتب ادا سلکہ سالک متدرجاً علی حدودہ و مقاماتہ اوصلہ الی جوار ربہ داخلًا فی الجنہ فهو فی ہذا الدار کسائر الامور الاخریة غائبة عن الابصار مستورة علی الحواس فاذا انکشف الغطاء بالموت ورفع الحجاب عن عین قلبک یشاہدہ و یمرک یوم القیامة لجسر محسوس علی متن جہنم اولہ فی المواقف و آخرہ علی باب من ابواب الجنۃ.

جیسا کہ کہا گیا ہے صراطِ مستقیم وہ چیز ہے جو تجھے بہشت تک پہنچاتی ہے اور وہ صورت تیرے ان اعمالِ قلبی کی صورت ہے جو اعمال تم نے اپنے جسم کے ذریعے عالمِ طبیعت میں انجام دیئے تھے اس مطلب کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ جس وقت موانع برطرف ہو جائیں گے اور حجاب ہٹ جائیں گے تو یہ حقیقت تیرے سامنے آجائے گی کہ سعادت مند انسان کا نفس صراطِ مستقیم کی صورت ہے لیکن اس کے لئے حدود اور مراتب بھی ہیں جب کمال تک جانے والا شخص تدریجاً ان مقامات اور مراتب کو ان کے حدود کی رعایت کے ساتھ طے کرتا ہے تو وہ (صراطِ مستقیم) اسے خدا کے جوار میں پہنچا کر اسے بہشت میں لے جاتا ہے۔



اس سے معلوم ہوا کہ اس کائنات میں بھی دیگر تمام اخروی امور کی طرح صراط مستقیم بھی انسان کی نظروں اور حواس سے پوشیدہ ہے۔ اور جب موت واقع ہوگی اور تمام پردے برطرف ہو جائیں گے تو تم اپنی دل کی آنکھوں کے سامنے اس صراط کو دیکھو گے یہ وہی صراط ہے جو محسوس ہونے والی پل کی طرح جہنم پر واقع ہوگی اس پل کی ابتداء موقف قیامت سے ہوگی اور اس کا اختتام بہشت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ میں داخل ہونے پر ہوگا۔<sup>[۱]</sup>

### نتیجہ:

مذکورہ بحث اور دنیا میں صراط مستقیم کے آخرت کے صراط مستقیم کے ساتھ مقاسمہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صراط دنیا اور صراط آخرت دونوں ایک جیسے ہیں اور ان میں بعض مشترکات پائی جاتی ہیں صراط قیامت جہنم کے اوپر واقع ہوگی اور دنیا میں صراط مستقیم شہوات اور نفسانی خواہشات کے جہنم کے اوپر واقع ہے۔ قیامت میں مومن اور نیک لوگ صراط کو سلامتی کے ساتھ طے کر کے بہشت میں پہنچ جائیں گے۔ اور بے ایمان اور بدکردار افراد جہنم میں گریں گے۔

دنیا میں بھی حقیقی مومن اور نیک لوگ صراط مستقیم یعنی دین خدا کے راستے کو اچھے طریقے سے گزار کر سعادت پر فائز ہو جاتے ہیں لیکن خواہشات نفسانی کے پیروکار شہوت اور نجاسات کے جہنم میں گر کر تباہ ہوتے ہیں۔ صراط قیامت بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگی۔ شرع مقدس کی صراط بھی مذکورہ تفصیلات کے مطابق بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے قیامت میں بعض لوگ صراط سے بجلی کی طرح گزریں گے اور بعض ہوا کی طرح، بعض دوڑنے والے گھوڑے کی طرح، بعض پیادہ افراد کی طرح اور بعض گرتے ہوئے صراط سے گزریں گے۔ دنیا میں بھی نیک لوگ شریعت مقدس کے صراط کو اسی فرق کے ساتھ طے کرتے ہیں، بعض جلدی سے گزرتے ہیں اور بعض آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔

## صراط دنیا اور صراط آخرت کے درمیان مؤثر رابطہ

سب سے زیادہ مؤثر رابطہ جو صراط دنیا اور صراط آخرت کے درمیان پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آسمانی ادیان کے پیرو کار قیامت اور صراط قیامت پر یقین کے ساتھ خود کو بارگاہ الہی میں مسئول ٹھہراتے ہیں اور احساس مسؤلیت کی وجہ سے وہ دین الہی پر عمل کرتے ہیں اور الہی صراط مستقیم سے خارج نہیں ہوتے۔ یہی دقت کے ساتھ مراقبت باعث بنتی ہے کہ صراط الہی پر چلنے والے آہستہ آہستہ کمال کے معراج کو طے کر کے بالآخر خود کو انسانی کمال تک پہنچادیں۔

لیکن جو لوگ قیامت اور قیامت کی مسؤلیت پر ایمان نہیں رکھتے وہ اپنے دینی وظائف کی انجام دہی میں کوشش

[۱] اسفار۔ جلد ۴، ص ۱۷۴

نہیں کرتے۔ اور ہمیشہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اس طرح وہ حق کے راستے کو ترک کر کے گناہوں سے آلودہ ہو جاتے ہیں۔

وَأَنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ وَإِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنُكِبُونَ

اور آپ تو انہیں سیدھے راستے کی دعوت دینے والے ہیں اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہیں وہ سیدھے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔<sup>[۱]</sup>

## وضو کے وقت حضرت علی علیہ السلام کی دعا

صراط مستقیم جو اس کائنات میں دین خدا کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس کا صراط قیامت اور محشر کے اوضاع اور حالات کے ساتھ اتنا اتصال ہے کہ حضرت علی علیہ السلام وضو اور دیگر فرائض کی انجام دہی کے وقت، جب بھی کسی عضو کو دھوتے تو بارگاہ الہی میں دعا کرتے اور قیامت کے دن اس عضو کی سعادت طلب کرتے تھے۔

ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ فَقَالَ: اللَّهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِي يَوْمَ تَسْوَدُ فِيهِ الْوُجُوهُ وَلَا تَسْوَدْ وَجْهِي يَوْمَ تَبْيِضُ فِيهِ الْوُجُوهُ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى فَقَالَ اللَّهُمَّ أَعْطِنِي كِتَابِي بِيَمِينِي وَالْخَلْعَ فِي الْجَنَّةِ بِيَسَارِي وَحَاسِبِي حِسَابًا يَسِيرًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى فَقَالَ اللَّهُمَّ لَا تُعْطِنِي كِتَابِي بِشِمَالِي وَلَا تَجْعَلْهَا مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِي وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ مُقَطَّعَاتِ النَّيِّرَانِ قَالَ: مَسَحَ رَأْسَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ غَشِّئِي بِرَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ وَعَفْوِكَ ثُمَّ مَسَحَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِي عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَرُلُّ فِيهِ الْأَقْدَمُ

اس کے بعد آپ نے اپنا چہرہ دھویا اور فرمایا: میرے چہرے کو اس دن سفید رکھنا جب چہرے سیاہ ہو جائیں گے اور میرے چہرے کو سفید رکھنا جس دن چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا دایاں ہاتھ دھویا اور فرمایا: اے میرے پروردگار! میرے نامہ اعمال کو میرے داہنے ہاتھ میں دینا اور بہشت کی سند میرے بائیں ہاتھ میں دینا اور مجھ سے حساب آسانی سے لینا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے بائیں ہاتھ کو دھویا اور فرمایا: اے میرے خدا! میرا نامہ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دینا اور نہ ہی اسے میری گردن میں لٹکانا اور میں تجھ سے آگ سے پناہ چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے

[۱] سورہ مومنون، آیت ۷۳-۷۴

اپنے سر کا مسح کیا اور فرمایا: خداوند! مجھے رحمت، برکت اور اپنے معفو کے دریا میں ڈبا دے۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنے پاؤں کا مسح کیا اور فرمایا: بارلہا! میرے قدموں کو اس دن صراط پر قائم رکھنا جس دن پاؤں میں لغزش آجائے گی۔<sup>[۱]</sup>

## عظیم اعمال اور گناہان کبیرہ

وہ صاحبان ایمان جو دنیا میں صراط مستقیم پر اچھی طرح سے ثابت قدم رہے اور زندگی کے تمام مراحل میں دینی قوانین کا خیال رکھتے رہے ہوں وہ سلامتی سے صراط قیامت سے گزر جائیں گے لیکن بعض روایات کے مطابق شریعت مقدس میں بعض اعمال اس قدر مہم اور اہمیت کے حامل قرار دیئے گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس عمل کے عامل کی صراط سے گزرنے میں مدد فرمائے گا اور اسے سختیوں اور مشکلات سے نجات دلائے گا۔ اس طرح بعض گناہ اتنے خطرناک ہیں کہ اگر کسی نے وہ گناہ انجام دیئے ہوں تو اس کا صراط سے گزرنا ناممکن ہوگا۔ یہاں پر صرف دو موارد کو بیان کیا جا رہا ہے۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ: وَمَنْ نَفَسَ عَنْ أُخِيهِ كُرْبَةً نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَ الْقِيَامَةِ بِالْعَا مَا بَلَغَتْ وَمَنْ أَعَانَهُ عَلَى ظَالِمٍ لَهُ أَعَانَهُ اللَّهُ عَلَى إِجَارَةِ الصِّرَاطِ عِنْدَ دَحْضِ الْأَقْدَامِ

جو بھی اپنے بھائی سے غم کی گردہ کھولے اور اسے پریشانی سے نجات دلائے اللہ تعالیٰ قیامت کی پریشانی کو چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اس سے ختم کر دے گا اور جو بھی اپنے کسی بھائی کی ظالم کے ظلم سے بچنے کے لئے مدد کرے اللہ تعالیٰ صراط سے عبور اور پاؤں میں لغزش کے وقت اس کی مدد فرمائے گا۔<sup>[۲]</sup>

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ رَبَّكَ لِبِالْمِرْصَادِ قَالَ قَنْطَرَةٌ عَلَى الصِّرَاطِ لَا يَجُوزُهَا عَبْدٌ مَظْلَمٌ

بیشک تمہارا پروردگار ظالموں کی تاک میں ہے۔<sup>[۳]</sup>

امام صادق علیہ السلام نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا: ’مرصاد‘ صراط میں ایک بڑی پل ہے جس سے کوئی بھی ایسا بندہ نہیں گزر سکتے گا جس کے ذمہ کسی کا ظلم ہو۔<sup>[۴]</sup>

[۱] مالی صدوق۔ جلس ۸۲، ص ۳۳۱

[۲] ثواب الاعمال، ۱۷۵

[۳] سورہ فجر، آیت ۱۴

[۴] کافی، ج ۲، ص ۳۳۱

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى آلَى عَلَى نَفْسِهِ أَنْ لَا يُسَكِّنَ جَنَّتَهُ أَصْنَفًا ثَلَاثَةً رَاذًا عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَوْ رَاذًا عَلَى إِمَامٍ هُدَى أَوْ مَنْ حَبَسَ حَقَّ أَمْرٍ مُسْلِمٍ

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ وہ تین گروہوں کو اپنی بہشت میں جگہ نہیں دے گا۔

اول: جو خدا کا انکار کریں اور بارگاہ خداوندی میں حق اور ادب کا خیال نہ رکھیں۔  
دوم: وہ لوگ جو امام اور خدا کی طرف سے معین کردہ رہنماؤں کا انکار کریں۔  
سوم: جو کسی مسلمان کا حق غصب کریں اور حق کو صاحب حق تک پہنچنے نہ دیں۔<sup>[۱]</sup>

فریقین کی روایات میں صراطِ جہنم پر واقع پل کو کہا گیا ہے اور ہر انسان کو اس پر سے گزرنا ہوگا۔ اگر سلامتی کے ساتھ اس سے عبور کریں گے تو بہشت میں پہنچ جائیں گے ورنہ جہنم میں گریں گے۔ لیکن ہم جہنم پر واقع پل کی حالت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔

## اہل بہشت کا جہنم میں جانا

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَنَّ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا ثُمَّ نُنْزِلُ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَادَرُ الظَّالِمِينَ

فِيهَا جَنَّتًا

”اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جسے جہنم کے کنارے حاضر نہ ہونا ہو کہ یہ تمہارے رب کا حتمی فیصلہ ہے اس کے بعد ہم متقی افراد کو نجات دے دیں گے اور ظالمین کو جہنم میں چھوڑ دیں گے اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی ہوئی آیتیں پیش کی جاتی ہیں تو ان میں کافر صاحبانِ ایمان سے کہتے ہیں کہ ہم دونوں میں کس کی جگہ بہتر اور کس کی منزل زیادہ حسین ہے۔“<sup>[۲]</sup>

اس آیت کریمہ میں جو لفظ ”وَارِدُهَا“ آیا ہے اس لفظ کی لغت میں دو معانی بیان ہوئی ہیں ایک معنی جہنم کے کنارے حاضر ہونا ہے اور دوسری معنی جہنم میں داخل ہونا ہے اور یہ دونوں احتمالات مفسرین کے کلمات میں بیان ہوئے ہیں۔

ان دونوں معانی میں سے ہر ایک کی بعض روایات میں تائید بیان ہوئی ہے۔ اور مفسرین کرام نے دونوں

[۱] بحار، جلد ۱، ص ۱۲۹

[۲] مریم، آیت ۷۱-۷۳

احتمالات کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

عَنْ أَبِي سُمَيَّةَ قَالَ اخْتَلَفْنَا فِي الْوُرُودِ فَقَالَ قَوْمٌ لَا يَدْخُلُهَا مُؤْمِنٌ وَ قَالَ آخَرُونَ يَدْخُلُونَهَا جَمِيعاً ثُمَّ يُدَبِّجِي الَّذِينَ اتَّقَوْا فَلَقِيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ فَسَأَلْتُهُ فَأَوْمَأَ بِإصْبَعِهِ إِلَى أُذُنِيهِ فَقَالَ صَمْتًا إِنَّ لَمْ أَكُنْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ الْوُرُودُ الدُّخُولُ لَا يَبْقَى بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ إِلَّا يَدْخُلُهَا تَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ بَرْدًا وَسَلَامًا كَمَا كَانَتْ عَلَى إِبْرَاهِيمَ حَتَّى إِنَّ لِلنَّارِ أَوْ قَالَ لِحَبَّتِهِمْ صَحِيحًا مِنْ بَرْدِهَا ثُمَّ يُدَبِّجِي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًا

ابی سمیہ کہتے ہیں جہنم میں داخل ہونا جس کے بارے میں اس آیت میں بیان ہوا ہے اس کے بارے میں ہمارے درمیان اختلاف تھا۔ بعض کہتے تھے کہ مومن کبھی بھی آگ میں نہیں جائے گا اور بعض کہتے کہ سب آگ میں جائیں گے اس کے بعد خداوند عالم متقین کو نجات عطا فرمائے گا۔ ایک دن میں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور انہیں اختلاف کے بارے میں بتایا تو انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کانوں کے پاس لے جا کر کہا: اگر میں نے یہ بات رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہوتو میرے یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ آنحضرت نے فرمایا: اچھے اور برے انسانوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا مگر یہ کہ وہ جہنم میں داخل ہوگا لیکن مومن کے لئے ابراہیم کی طرح آگ ٹھنڈی اور سلامت ہو جائے گی حتیٰ کہ ان کی ٹھنڈک کی وجہ سے آگ فریاد کرے گی اس کے بعد خداوند عالم متقین کو جہنم سے نجات دے گا اور ظالموں کو آگ میں چھوڑ دے گا۔ [۱]

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ فِي قَوْلِهِ: وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَرِدُ النَّاسَ النَّارَ ثُمَّ يَصْدُرُونَ بِأَحْمَالِهِمْ فَأَوْلُهُمْ كَلِمَةُ الْبَرِّ ثُمَّ كَمِزُّ الرِّيحِ ثُمَّ كَحْضِرِ الْفَرَسِ ثُمَّ كَالرَّابِ كَبِ ثُمَّ كَشَدِّ الرَّجْلِ ثُمَّ كَمَشِيهِ

مورد بحث آیت کریمہ کی تفسیر میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: سب لوگ آگ میں وارد ہوں گے اور جو باہر آئیں گے ان کے چلنے کی رفتار ان کے اعمال میں اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوگی۔ ان میں سے کچھ بجلی کے شعلوں کی طرح آئیں گے کچھ ہوا کی طرح، کچھ دوڑنے والے گھوڑوں کی طرح، کچھ کاروان میں سواری کی حرکت کی طرح، کچھ انسان کے دوڑتے ہوئے اور کچھ گھومتے انسان کی طرح آئیں گے۔ [۲]

[۱] مجمع البیان، جلد ۵، ۶، تفسیر در المنثور، جلد ۴، ص ۲۸۰

[۲] تفسیر در المنثور، ج ۴، ص ۲۸۱، مجمع البیان، ج ۵، ص ۵۲۵

ثُمَّ يُنَادِي الْمُنَادِي أَنْ خُذِي أَصْحَابِكَ وَذُرِّي أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَهَيَّ أُعْرَفُ  
بِأَصْحَابِهَا مِنْ أَوْلَادِي يَوْمَئِذٍ

جہنم میں لوگوں کے وارد ہونے کے بعد منادی آگ سے کہے گا اپنے لوگوں کو پکڑ لو اور میرے لوگوں کو چھوڑ دو۔  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کی قبضہ قدرت میں میری جان ہے اپنے افراد کے بارے میں آگ کی  
شناخت ماں کی اپنی اولاد کی شناخت سے زیادہ ہے۔<sup>[۱]</sup>

### اہل جہنم کی آگ کے ساتھ جنسیت

جہنمی گناہگار آگ کے ساتھ مناسبت اور جنسیت رکھتے ہیں اسی وجہ سے جب وہ آگ کے قریب جائیں گے تو اس  
کے شعلے زیادہ ہو جائیں گے اور اس کے شعلوں میں شدت آجائے گی۔ باایمان لوگوں کا آگ کے پاس جانا اس کے برعکس ہوگا  
کیونکہ مومنوں کے آگ کے نزدیک ہونے سے اس کے شعلے بھجنے لگیں گے۔ یہ بات بعض روایات میں بھی بیان ہوئی ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ تَقُولُ النَّارُ لِلْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جُزْيًا مُؤْمِنٌ فَقَدْ أَظْفَأَ  
نُورَكَ لَهَيَّي

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن آگ مومن سے کہے گی جتنا جلدی ہو سکے میرے پاس سے گزر جا  
کیونکہ تیرے نور نے میرے شعلوں کو بجھا دیا ہے۔<sup>[۲]</sup>

زانکہ دوزخ گوید ای مومن تو زود  
برگزر کہ نورت آتش را ربود  
بگذرای مومن کہ نورت می کشد  
آتش را چونکہ دامن می کشد  
دوزخ از مومن گریزد آنچنان  
کہ گریزد مومن از دوزخ بہ جان  
زانکہ جنس نار نبود نور او

[۱] مجمع البیان، ج ۵، ص ۵۲۶

[۲] تفسیر صافی ص ۳۲۰

ضد نار آمد حقیقت نور جو  
 در حدیث آمد کہ مومن دردعا  
 چون امان خواهد ز دوزخ از خدا  
 دوزخ از وی ہم امان جوید بہ جان  
 کہ خدایا دور دارم از فلان  
 جاذبہ جنسیت است اکنون ببین  
 کہ تو جنس کیستی از کفر و دین  
 گر بہ ہامان ما یلی ہامانی  
 و رہ موسیٰ ما یلی سبحانی

ترجمہ:

جہنم مومن سے کہے گی اے مومن تم میرے پاس سے جلدی گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ کو بجھا دیا ہے۔  
 مومن تیرا نور میری آگ کو مار رہا ہے اس لئے جلدی سے گزر جا۔  
 جہنم مومن سے اس طرح بھاگے گی جس طرح مومن جہنم سے بھاگتا ہے چونکہ اس کا نور آگ کی جنس نہیں ہے اس  
 وجہ سے حقیقت نور آگ کی ضد ہے

حدیث میں ہے کہ مومن جب اللہ تعالیٰ سے جہنم سے محفوظ رہنے کی دعا کرتا ہے تو جہنم بھی خدا سے تقاضا کرتی ہے  
 کہ مجھے مومن سے دور رکھ۔ اب دیکھو جنسیت کا جاذبہ ہے کہ تم کفر اور دین میں کس کی جنس میں سے ہو اگر تم ہامان کی طرف  
 مائل ہو تو تم ہامان ہو لیکن اگر تم موسیٰ کی طرف مائل ہو تو تم خدا والے ہو۔

عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سُئِلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ  
 فَقَالَ: إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَلَيْسَ قَدْ وَعَدْنَا رَبَّنَا أَنْ نَرِدَ النَّارَ؟ فَيُقَالُ لَهُمْ  
 قَدْ وَرَدَتْ مُؤَمَّوَهَا وَهِيَ جَامِدَةٌ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو  
 آپ نے فرمایا: جب اہل بہشت، بہشت میں جائیں گے تو ان میں سے بعض، بعض سے کہیں گے کیا ہمارے پروردگار نے

ہمارے لئے آگ میں داخل ہونے کا وعدہ نہ فرمایا تھا۔ تو اس کا کیا ہوا؟

ان سے کہا جائے گا: تم لوگ آگ میں گئے تھے لیکن تمہارے جانے سے آگ کے شعلے ختم ہو گئے۔<sup>[۱]</sup>

مومنان در حشر گویند ای ملک  
نی کہ دوزخ بو دراہ مشترک  
مومن و کافر برآن باید گزر  
ماند یدیم اندر این رہ دودونار  
نک بہشت و بارگاہ ایمنی  
پس کجا بود آن گزر گاہ دنی  
پس ملک گوید کہ آن روضہ خضر  
کان فلان جادیدہ ایداندر گزر  
دوزخ آن بود و سیاست کاہ سخت  
بر شما شد باغ و بستان و درخت  
چون شما این نفس دوزخ خوی را  
آتشی کور فتنہ جوی را  
جهدہا کردید تا شد پر صفا  
نار را کشتید از بہر خدا  
دوزخ مانیز در حق شما  
سبزہ گشت و گلشن و برگ و نوا

ترجمہ:

حشر میں مومن کہیں گے اے فرشتہ جہنم تو ہمارا مشترک راستہ تھا جہاں سے مومن و کافروں کو گزرنا تھا لیکن ہمیں تو اس راستے میں کہیں بھی آگ اور دھواں نظر نہیں آیا یہ تو بہشت اور امن کی جگہ ہے پس وہ خطرناک گزرگاہ کہاں واقع ہے؟

[۱] تفسیر کشاف - ج ۲ - ص ۵۲۰



تب فرشتہ کہے گا فلاں جگہ جو تم نے سرسبز و شاداب مقام دیکھا تھا وہی جہنم اور سخت مقام تھا لیکن تمہارے لئے وہ باغ اور درخت بن گیا چونکہ تم نے اپنے جہنم صفت نفس کو مار دیا جو فتنہ برپا کرنے والی آگ تھا تم نے بہت کوششیں کیں یہاں تک کہ تم مخلص مومن بن گئے تم نے آگ کو خدا کی خاطر مار ڈالا اس وجہ سے ہماری جہنم بھی تمہارے لئے باغ و گلشن بن گئی۔

## ساتویں فصل

## شافع اور شفاعت

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ۝ [۱]

اس دن کسی کی سفارش کام نہ آئے گی سوائے ان کے جنہیں خدا نے اجازت دے دی ہو اور وہ ان کی بات سے

راضی ہو۔

قرآن مجید کی متعدد آیات اور عامہ اور خاصہ کی متعدد روایات جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے بیان فرمائی ہیں ان میں انبیاء کرام، ائمہ طاہرین اور اولیاء الہی جنہیں اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا حق عطا فرمایا ہے، وہ ان با ایمان اور موحد لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے جن کا نامہ اعمال سیاہ اور دامن گناہوں سے آلودہ ہوگا ایسے لوگ اپنے گناہوں کی وجہ سے سزا کے حقدار تھے لیکن خداوند عالم کے حکم سے ان عظیم ہستیوں کی شفاعت میں شامل ہو جائیں گے جنہیں اس نے شفاعت کا حق عطا فرمایا ہوگا۔

اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت میں شامل ہو جائیں گے غفور اور رحیم پروردگار انہیں معاف کر کے عذاب سے نجات دلائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہ بہشت میں رہیں گے۔

مسئلہ شفاعت دینی اور اعتقادی مسائل میں سے مہم مسئلہ ہے۔ قرآن مجید میں اس موضوع پر بہت سی آیات موجود

ہیں۔

## مسئلہ شفاعت پر ہونے والے اعتراضات

یہ موضوع علماء خاصہ و عامہ کے درمیان مورد بحث رہا ہے، اور اس موضوع پر بہت سے شبہات بھی بیان کیئے گئے

ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ شفاعت کو قبول کرنے سے شفع (شفاعت کرنے والا) کی ذات باری تعالیٰ کے کاموں میں مداخلت لازم آتی ہے کیونکہ اس طرح مشفوع لہ (جس کی شفاعت کی گئی ہو) کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا علم یا ارادہ تبدیل

[۱] سورہ طہ، آیت ۱۰۹

ہو جائے گا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا ناممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں تبدیلی اور تغیر واقع نہیں ہو سکتا اس لیے آیات و روایات میں موجود لفظ شفاعت کے معنی کو تبدیل کر کے اس کی مناسب تاویل اور تفسیر بیان کی جائے۔ اس مطلب کی شرح کتاب آیۃ الکرسی پیام آسمانی میں آیت۔

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۝  
کے ذیل میں بیان ہوئی ہے۔

### ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب کے اعتراضات

ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نے قرآن مجید کی دو آیات کی غلط معنی اور اپنی طرف سے غلط تفسیر کر کے شفاعت کو خدا کے ساتھ شرک کا نام دیا ہے ان کی اس فکری غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے ہیں اور انہوں نے اس غلط معنی اور تفسیر کے ذریعے مسلمانوں کو بت پرستوں کے ساتھ قرار دیا ہے۔ وہ دو آیات یہ ہیں۔

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۗ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا  
إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ. [۱]

آگاہ ہو جاؤ کہ خالص بندگی صرف اللہ کے لئے ہے اور جن لوگوں نے اس کے علاوہ سرپرست بنائے ہیں یہ کہہ کر کہ ہم ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں گے۔ اللہ ان کے درمیان تمام اختلافی مسائل میں فیصلہ کر دے گا۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هُوَ آتِنَا مِنْ فَضْلِكَ  
اللَّهُ ۚ [۲]

اور یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر ان کی پرستش کرتے ہیں جو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ فائدہ اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے یہاں ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔

قال ابن تیمیہ فی رسالۃ الواسطۃ فی جواب عن رجلین تناظرا فقال احدهما لا  
بدلنا من واسطۃ بیننا وبين الله تعالى (الی ان قال) وان ارادانه لا بد من واسطۃ فی جلب

[۱] سورہ زمر آیت 3

[۲] سورہ یونس آیت 18

المنافع و رفع المضار مثل ان يكون واسطة في رزق العباد و نصرهم و هداهم يستلونه ذلك فهذا من اعظم الشرك الذي كفر الله به المشركين حيث اتخذوا من دون الله اولياء و شفعاء يجتلبون بهم المنافع و يجتنبون المضار.

”دو شخص ایک دوسرے سے خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ کے بارے میں بحث کر رہے تھے ان میں سے ایک کا کہنا تھا کہ خالق اور مخلوق کے درمیان کسی واسطے کا ہونا ضروری ہے۔

انہوں نے اس مسئلہ کے بارے میں ابن تیمیہ سے دریافت کیا تو انہوں نے ان کے جواب میں ”رسالہ واسطہ“ نامی ایک جزوہ تحریر کیا جس میں لکھا کہ ”اگر کہنے والے کا مقصد یہ ہو کہ منفعت کے حصول یا نقصان سے بچاؤ کے لئے خالق اور مخلوق کے درمیان کسی واسطہ کا ہونا ضروری ہے اور لوگ اپنے ان امور کو اس واسطہ سے طلب کریں تو اس صورت میں یہ امر سب سے بڑا شرک ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ان کے اس عقیدہ کی وجہ سے کافر کہا ہے۔

کیونکہ انہوں نے خداوند عالم کے لئے کسی غیر کو اولیاء اور شفیع بنا لیا ہے تاکہ ان کے وسیلہ سے وہ منافع حاصل کریں یا نقصان کو دفع کر سکیں۔ [۱]

محمد بن عبدالوہاب نے بھی شیخ الکرکب المغربی نامی اپنی تحریر میں مذکورہ دو آیات کو سرانامہ کلام قرار دے کر آخر میں یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ:

فاخبر انه من جعل بينه وبين الله وسائط يسألهم الشفاعة فقد عبدهم و اشرك بهم و ذلك ان الشفاعة كلها لله.

”اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ جو بھی اپنے اور خدا کے درمیان کسی اور کو واسطہ قرار دے اور وہ اس واسطہ سے شفاعت کی درخواست کرے تو اپنے اس عمل سے وہ اس واسطہ کی عبادت کرتا ہے اس طرح وہ خدا کے ساتھ شرک میں مبتلا ہوتا ہے کیونکہ تمام شفاعتیں صرف اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہیں۔“ [۲]

## مشروع اور غیر مشروع شفاعت

قرآن و سنت میں دو شفاعتوں کے بارے میں بیان ہوا ہے ایک مشروع شفاعت جو اللہ تعالیٰ کی مرضی توحید اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوتی ہے۔ اور دوسری غلط اور غیر شرعی شفاعت جس شفاعت کی توقع مشرکین اپنے بتوں سے

[۱] کشف الارتباب صفحہ 215

[۲] کشف الارتباب صفحہ 254

رکھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ان بتوں کی عبادت کرنی چاہیے جنہیں انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے تاکہ وہ بت بارگاہ خداوندی میں ان کی شفاعت کریں۔ اس فصل میں جسے شفاعت کے ساتھ مخصوص قرار دیا گیا ہے آیات اور روایات کی روشنی میں دونوں اقسام کے بارے میں بحث کی جائے گی۔ اس کی ضمن میں ابن تیمیہ اور محمد بن عبد الوہاب کی باتوں کا غلط اور نادرست ہونا بھی ثابت ہو جائے گا۔ البتہ لازمی ہے کہ سب سے پہلے بطور مقدمہ ایسے چند مطالب کو بیان کیا جائے جن سے صحیح اور غلط شفاعت واضح ہو جائے۔

1۔ شافع کسے کہتے ہیں اور شفاعت کیا ہے؟

## شافع

1۔ الشافع الطالب لغيره يتشفع به الى المطلوب.

”شافع وہ ہے جو اپنے غیر کے لئے کوئی چیز طلب کرے اور وہ غیر اپنے مطلوب تک پہنچنے کیلئے اس سے شفاعت کی درخواست کرے۔“ (لسان عرب، شفع)

2۔ الشافع هو الجاعل الوتر شفعا.

”شافع وہ ہے جو کسی مقصد کے لئے اپنے علاوہ کسی اور کے ساتھ ملتا ہے اور جو طاق ہوتا ہے اسے جفت بنا لیتا ہے۔“

## شفاعت

1۔ الشفاعة الانضمام الى آخر ناصر له وسائلاً عنه.

شفاعت یعنی کسی کا دوسرے کے ساتھ اس کی مدد کرنے، اور اس کی طرف سے اس کی آرزو کی درخواست کرنے کی خاطر ملنا۔

2۔ الشفاعة اعانة الطالب هتي تصوير معه شفعا بعد ان كان وترأ.

شفاعت یعنی کسی ایسے شخص کی مدد کرنا جو کسی چیز کا طلبگار ہو، اس طرح مدد کرنے والا طالب کے ساتھ ہو جائے گا جبکہ پہلے وہ تنہا تھا۔

مثال:

اگر کسی مقروض کے قرض کی ادائیگی کا وقت پہنچ جائے اور وہ اس وقت صرف قرض خواہ کو ادھی رقم دینے کی طاقت رکھتا ہو اپنی کمزوری اور ناتوانائی کی وجہ سے اسے مستقبل میں مزید آمدنی کی امید بھی نہ ہو۔ تو وہ قرض خواہ سے باقی رقم لوٹانے

کی مہلت نہیں چاہے گا۔ ایسی صورت میں اس کی نظر میں ایک ہی راستہ ہوگا اور وہ یہ کہ جو رقم اس وقت اس کے پاس موجود ہے اسے قرض خواہ کے حوالے کرے اور اس سے تقاضہ کرے کہ دوسری رقم جو اس کے ذمہ ہے اسے وہ معاف کر دے۔ لیکن وہ جانتا ہے کہ اگر وہ اکیلا قرض خواہ کے پاس گیا تو وہ اس کی بات سن کر ناراض ہوگا اسے یہ بھی یقین ہے کہ اگر وہ اکیلا قرض خواہ کے پاس جا کر دوسری رقم کی بخشش کا کہے گا تو وہ اس کی اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا بلکہ اسے کہے گا کہ جس وقت تم تندرست تھے اور کام کاج کر سکتے تھے اس وقت تم اگر اپنی آمدنی کو فضول کاموں پر خرچ نہ کرتے تو آج تم مال کی کمی میں مبتلا نہ ہوتے اور اپنا قرض ادا کرنے سے عاجز نہ ہوتے۔ اسی وجہ سے مقروض ایک ایسے محترم اور قابل عزت شخص کے پاس جائے گا جس کا قرض خواہ احترام کرتا ہو، مقروض اس محترم شخص سے مدد طلب کرے گا اور کہے گا کہ آپ قرض خواہ سے کہیں کہ وہ اپنی باقی رقم جو میرے ذمہ ہے مجھے بخش دے۔

ایسے مقامات پر، طلبگار کو مشفوع عندہ، مقروض کو مشفوع لہ اور محترم شخص کو شفیع یا شافع کا نام دیا جاتا ہے۔ نیز مقروض کی شفیع سے درخواست کو تشفع یا استشفاع (یعنی شفاعت خواہی) اور شفیع کی مشفوع عندہ (قرض خواہ) سے درخواست کو "شفاعت" کہا جاتا ہے۔

### عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: الشَّفِيعُ جَنَاحُ الطَّالِبِ.

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "جو کسی حاجت کا طلبگار ہو اس کے لئے شفیع (پرندے کے) پروں کی طرح ہے، جن کے ذریعہ وہ پرواز کر کے اپنے مقصد تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔" [۱]

## شفاعت کی اقسام

ہم یہاں اس شفاعت کے بارے میں بحث و گفتگو کریں گے جس کے متعلق مسلمانوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے اور جس کے بارے میں شرک اور توحید کی باتیں بیان ہوتی ہیں۔ یہاں شفاعت یعنی جس کے ایک طرف خدا ہو اور دوسری طرف مخلوق اور شفیع خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ بن رہا ہو اس فصل میں ہم مذکورہ شفاعت کے بارے میں گفتگو کریں گے لیکن اگر دونوں اطراف مخلوق پر مشتمل ہوں اور شفیع دونوں طرف میں موجود مخلوقات کے درمیان واسطہ بن رہا ہو، اس کے بارے میں بحث نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ شرک اور توحید کے ساتھ اس کا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ بلکہ اس طرح کی شفاعت صرف ایک فرعی فقہی مسئلہ ہے۔

اگر شفیع کسی کار خیر میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خشنودی کے لئے وسیلہ بنے تو اس کا مقام اور منزلت یہ آیت کریمہ بیان کر

رہی ہے:

مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا ۝ [۱]

جو شخص اچھی سفارش کرے گا اسے اس کا حصہ ملے گا۔

اس طرح کا شفع ایک نیک اور مشروع کام میں مدد کرتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں حکم فرمایا

ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۝ [۲]

”نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو، اور اگر شفع کسی خراب کام یا گناہ کی انجام دہی میں وسیلہ بنے تو وہ اس

آیت میں شامل ہو جائے گا:

وَمَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِّنْهَا ۝ [۳]

”اور جو بری سفارش کرے گا اسے اس میں سے حصہ ملے گا۔“

اس طرح کا شفع ایک غیر شرعی اور غلط کام میں معاون ہوا ہے اور خداوند عالم کی واضح نہی کی مخالفت کی ہے قرآن

مجید میں ارشاد رب العزت ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۝ [۴]

”اور گناہوں اور تعدی پر آپس میں تعاون نہ کرنا“

## شفاعت تکوینی اور شفاعت تشریحی

پروردگار عالم پوری کائنات کا مالک اور حاکم مطلق ہے، اور رب العزت کی عطا پر انسان کی ضرورت صرف تشریحی امور کے ساتھ وابستہ نہیں ہے، بلکہ انسان تمام تکوینی اور تشریحی امور میں اللہ تعالیٰ کے فیض کا محتاج ہے۔ بعبارت دیگر جس طرح انسان تشریحی پہلو کیلئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت، انبیاء کرام ارسال کرنے، کتب نازل کرنے اور سعادت بخش اور مغفرت الہی پر مشتمل قوانین کا محتاج ہے، اسی طرح وہ تکوینی پہلو میں بھی اللہ تعالیٰ کے فیوضات جیسے رزق، حفاظت، مدد، بیماریوں کی

[۱] سورہ نساء، آیت 85

[۲] سورہ مائدہ آیت 2

[۳] سورہ نساء آیت 85

[۴] سورہ مائدہ آیت 2

شفا عمت اور س طرح کی دیگر عنایات کا محتاج ہے۔

فیوضات تکوینی اور تشریحی کے وسعتاً و اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ شفیع اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیض پہنچانے کے لئے خالق اور مخلوق کے درمیان وسیلہ ہوتا ہے ہمیں شفا عمت کو وسیع معنی میں دیکھنا ہوگا اور شفا عمت تکوینی و تشریحی کی ایک ہی جگہ پر بحث و بررسی کرنی ہوگی۔

## شفا عمت تکوینی اور تشریحی آیات کی نظر میں

جالب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض آیات میں آسمانوں اور زمین کی خلقت کے بارے میں بات کرنے کے بعد خود کو کائنات کے امور کے مدیر کے طور پر معرفی کیا ہے۔ اور شفا عمت کے مسئلہ کی جانب اشارہ کیا ہے جس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان آیات میں شفا عمت دونوں شفا عمتوں شفا عمت تکوینی اور شفا عمت تشریحی پر مشتمل ہے۔

إِنَّ رَبَّكُمْ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ  
يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۗ مَا مِنْ شَيْءٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۗ ﴿۱۱﴾

۔ بیشک تمہارا پروردگار وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا ہے پھر اس کے بعد عرش پر اپنا اقتدار قائم کیا ہے وہ تمام امور کی تدبیر کرنے والا ہے کوئی اس کی اجازت کے بغیر شفا عمت کرنے والا نہیں ہے۔

لَهُۥ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۗ مَنْ ذَا الَّذِى يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۗ ﴿۱۲﴾  
”آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی کا ہے کون ہے جو اس کی بارگاہ میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے“

## نظام خلقت میں وسیلہ کا کردار

خالق کائنات نے اس نظام ہستی کو علت اور معلول کی بنیاد پر بنایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اس میں ہے کہ وہ تکوینی اور تشریحی عنایات اور عطا کو مختلف وسائل و اسباب کے ذریعہ لوگوں تک پہنچائے۔

عَنْ اَبِی عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالَ: اَبِی اللّٰهُ اَنْ یُّجْرِیَ الْاَشْیَاءَ اِلَّا بِاَسْبَابٍ فَجَعَلَ  
لِكُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا.

[۱] سورہ یونس آیت 3

[۲] سورہ بقرہ آیت 255



امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کائنات کے امور کو وسائل اور اسباب کے بغیر جاری کرے، اس وجہ سے اس نے ہر چیز کے لئے ایک سبب عطا فرمایا ہے۔<sup>[۱]</sup>

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ: مَرَّ مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ بِرَجُلٍ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَاهُ إِلَى السَّمَاءِ يَدْعُو اللَّهَ فَانْطَلَقَ مُوسَى فِي حَاجَتِهِ فَغَابَ سَبْعَةَ أَيَّامٍ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَاهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ يَا رَبِّ هَذَا عَبْدُكَ رَافِعٌ إِلَيْكَ يَدَيْهِ إِلَيْكَ يَسْأَلُكَ حَاجَتَهُ وَ يَسْأَلُكَ الْمَغْفِرَةَ مُنْذُ سَبْعَةِ أَيَّامٍ لَا تَسْتَجِيبُ لَهُ قَالَ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ يَا مُوسَى لَوْ دَعَانِي حَتَّى تَسْقُطَ يَدَاهُ وَ يَنْقَطِعَ لِسَانُهُ وَمَا اسْتَجَبْتُ لَهُ حَتَّى يَأْتِيَنِي مِنَ الْبَابِ الَّذِي أَمَرْتُهُ.

امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: ایک دن حضرت موسیٰ ابن عمران کا گزر ایک راستے سے ہوا آپ نے وہاں ایک شخص کو دیکھا جو اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی جانب بلند کیئے اللہ تعالیٰ کو پکار رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے کام کے لئے چلے گئے اور جب سات دنوں بعد واپس لوٹے تو دیکھا کہ وہ شخص اسی طرح اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے دعا کر رہا تھا۔ (یہ صورتحال دیکھ کر) حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کرنے لگے بارالہا! تیرا یہ بندہ سات دنوں سے دعا کر رہا ہے کہ اس کی حاجت روائی فرما اور اسے بخش دے لیکن تو اس کی بات قبول نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی اگر یہ مجھے اتنا پکارے کہ اس کے ہاتھ گر جائیں اور زبان کٹ جائے تب بھی میں اس کی دعا مستجاب نہیں کروں گا سوائے اس راستے کے جس کا میں نے اسے حکم دیا ہے اسی راستے سے میرے پاس آئے (تب اس کی دعا مستجاب ہوگی)۔<sup>[۲]</sup>

## وسائل و اسباب

وہ وسائل و اسباب جو تکوینی اور تشریحی نظام میں فیض الہی تک رسائی کے لئے راستہ ہیں اور انہیں معین کیا گیا ہے۔ یہی رحمت خداوندی تک رسائی کا وسیلہ ہیں، درحقیقت یہ فیض کے طالب کے لئے شفیق ہیں، کیونکہ طالب انہیں کے وسیلہ سے اپنے مطلوب تک پہنچتا ہے۔ اور رحمت پروردگار تک اس کی رسائی ہوتی ہے۔

## شفاعت کا حقیقی اختیار

قرآن مجید میں واضح طور پر بیان ہوا ہے کہ تمام شفاعتوں کا تعلق عالم ہستی کے مالک حقیقی یعنی ذات باری تعالیٰ

[۱] کافی، جلد اول صفحہ 183

[۲] بحار، جلد اول صفحہ 151

کے ساتھ ہے، اور وہ شفاعت تکوینی اور شفاعت تشریحی میں جسے چاہے فیض تک رسائی کے لئے خالق و مخلوق کے درمیان شفیع مقرر کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور اس کام کے لئے شائستہ اور مناسب نہیں ہے۔

**قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ۗ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ** [۱]

”کہہ دیجیے کہ شفاعت کا تمام تر اختیار اللہ کے ہاتھوں میں ہے اسی کے پاس زمین و آسمان کا سارا اقتدار ہے۔“

## شفاعت کے لئے خدا کا اذن

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اپنی طرف سے معین کردہ شفاعت کرنے والوں کے لئے ”اذن“ کا لفظ استعمال کر کے اس بات کا اعلان فرمایا ہے کہ نظام تکوینی اور تشریحی میں لائق اور شائستہ شفیع وہ لوگ یا اشیاء ہیں جنہیں خداوند عالم کی جانب سے شفاعت کرنے کی اجازت دی گئی ہو اور جن کے پاس شفاعت کی اجازت نہ ہو وہ خالق اور مخلوق کے درمیان فیض کا وسیلہ نہیں بن سکتے۔ شفاعت کی معنی کی وضاحت کے لئے اس فصل کی ابتدا میں شفاعت تکوینی کے چند موارد بیان کئے جائیں گے اور اس کے بعد شفاعت تشریحی کے بارے میں بحث و بررسی ہوگی۔

## حصول رزق کے لیے کھیتی باڑی وسیلہ ہے

### رزاق:

”رزاق“ اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات میں سے ہے رزق سے استفادہ کرنے والی تمام مخلوقات جن میں انسان بھی شامل ہیں اللہ تعالیٰ کے رزق سے استفادہ کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انسانوں تک رزق پہنچانے کے لیے کھیتی باڑی کو وسیلہ بنایا ہے۔ درحقیقت زراعت والی زمین خالق اور مخلوق کے درمیان رزق کی رسائی کے لئے شفیع ہے، البتہ ایسا نہیں ہے کہ ہر زمین کو یہ حق حاصل ہو بلکہ وہ زمین جسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے شفاعت کا اذن حاصل ہو جو خالق اور مخلوق کے درمیان وسیلہ بن سکتی ہو، اچھی طرح سے بیج کی پرورش کر پائے اور اناج پیدا کر کے رزق الہی کو لوگوں کے اختیار میں دے سکے۔ لیکن جس زمین کو اجازت نہ دی گئی ہو وہ فیض تکوینی کے لئے شفیع نہیں ہو سکتی اور وہ خالق اور مخلوق کے درمیان رزق پہنچانے کا وسیلہ نہیں بن سکتی۔

**وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِاِذْنِ رَبِّهِ ۗ وَالَّذِي خَبثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۗ** [۲]

[۱] سورہ زمر آیت 44

[۲] سورہ اعراف آیت 58

اور پاکیزہ زمین کا سبزہ بھی اس کے پروردگار کے حکم سے خوب نکلتا ہے اور جو زمین خبیث ہوتی ہے اس کا سبزہ بھی خراب نکلتا ہے۔

زمینی شورہ سنبل برنیارد  
درآن تخم عمل ضالع مسگردان

ترجمہ:

تھوروالی زمین کبھی پھول نہیں دیتی اس میں بیج کو ضائع مت کرو۔

## ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب کے اعتراض کا جواب

سب سے پہلا مورد جسے ابن تیمیہ نے اپنے کلام میں مثال کے طور پر بیان کیا ہے اور اسے شرک کا سبب سمجھتے ہیں رزق میں کسی کو واسطہ قرار دینا ہے۔ ان کا کہنا ہے: جو بھی کسی واسطے کو رزق میں فائدے یا نقصان کا باعث سمجھے وہ بہت بڑے شرک میں مبتلا ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی اس وجہ سے مذمت کی ہے کہ وہ غیر خدا کو شفاعت اور ولایت کا حقدار سمجھتے ہیں۔ تاکہ وہ ان کے ذریعے سے نفع حاصل کریں یا نقصان کو دور کر سکیں ابن تیمیہ نے یہ مطلب مذکورہ دو آیات سے لیا ہے جو مشرکوں کے ساتھ مربوط ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب نے بھی اپنی شیخ المرکب المغربی نامی تحریر میں ان دو آیات کو دلیل کے طور پر پیش کر کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو بھی اپنے اور خدا کے درمیان کسی غیر کو وسیلہ قرار دے اور وسایط سے شفاعت طلب کرے وہ اپنے اس عمل سے ان وسیلوں کی عبادت کرتا ہے اس طرح وہ خدا کے ساتھ شرک میں مبتلا ہوتا ہے۔ کیونکہ تمام شفاعتیں ذات باری تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ باایمان اور حقیقی اسلام کے پیروکار صرف اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کا خالق سمجھتے ہیں اس لئے وہ اپنا رزق صرف اسی ذات سے طلب کرتے ہیں۔ لیکن نظام خلقت کی ضرورت، منفعت رزق کے حصول اور بھوک کے نقصان سے بچنے کے لئے وہ زرعی زمین کو اپنے اور خدا کے درمیان وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ اور کھیتی باڑی کے ذریعے اس اذن یافتہ شفع سے اپنا رزق حاصل کرتے ہیں۔

کیا کسانوں کا زرعی زمین سے شفاعت طلب کرنا، مشرکوں کے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں سے شفاعت طلب کرنے کی طرح ہے؟

کیا یہ دونوں گروہ عمل کی اہمیت اور اسے اہمیت نہ دینے کے اعتبار سے برابر ہیں؟

متأسفانہ ابن تیمیہ کی رسالہ واسطہ میں اور محمد بن عبدالوہاب کی شیخ الکرکب المغربی میں عبارات اس طرح بیان ہوئی ہیں کہ وہ دونوں گروہوں کو شامل ہیں اور دونوں کو وہ مشرک سمجھتے ہیں۔

البتہ زرعی زمین اور مشرکوں کے بت دونوں جمادات میں سے ہیں اس وجہ سے ان میں سے کسی میں بھی ادراک اور شعور نہیں پایا جاتا لیکن زرعی زمین سے رزق کے حصول کے لئے شفاعت طلب کرنا حکیمانہ اور خلقت کے طریقے کے مطابق عاقلانہ عمل ہے۔ لیکن بتوں سے شفاعت طلب کرنا احمقانہ اور نظام خلق کے برخلاف ہے۔ نہ صرف خداوند عالم نے زمین کو رزق کے لئے وسیلہ قرار دیا ہے اور اسے گھاس کی پرورش کی اجازت دے کر اس کو شفاعت کی اجازت دی ہے بلکہ خالق کائنات نے لوگوں سے بھی کہا ہے کہ وہ زمین کو آباد کریں اور زراعت اور درختوں کے اُگنے کے سامان اس کے لئے آمادہ کریں۔ درحقیقت وہ اپنے اس عمل سے زرعی زمین سے شفاعت طلب کرتے ہیں، اور اس سے خدا کا عطا کردہ رزق حاصل کر کے اپنے معاشی حالات بہتر بناتے ہیں۔

**هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا. [۱]**

”اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اس میں آباد کیا ہے“

**عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى «هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا» فَأَعْلَمَنَا سُبْحَانَهُ إِنَّهُ قَدْ أَمَرَهُمْ بِالْعَمَارَةِ لِيَكُونَ ذَلِكَ سَبَباً لِمَعَايِشِهِمْ بِمَا يُخْرُجُ مِنَ الْأَرْضِ مِنَ الْحَبِّ وَالشَّمْرَاتِ وَمَا شَاكَلَ ذَلِكَ هِمًّا جَعَلَهُ اللَّهُ تَعَالَى مَعَايِشَ لِلخَلْقِ.**

حضرت علیؑ نے آیت کریمہ ”هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا“ کی تفسیر میں فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبردار کیا ہے کہ لوگ خداوند عالم کی طرف سے زمین کو آباد کرنے پر مامور ہیں تاکہ یہ ان کے معاش کا سبب بنے، اور اناج، میوہ جات اور اس طرح کی دوسری اشیاء جنہیں خداوند عالم نے مخلوقات کے لئے معاش قرار دیا ہے اسے زمین سے باہر نکالیں، اور اس سے اپنا رزق حاصل کریں“۔ [۲]

## غیر خدا سے کھانا طلب کرنا

قرآن مجید نے توحید پرستی کے عظیم داعی حضرت ابراہیمؑ کی زبانی اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے چند اوصاف توحید افعالی کے مقام پر ذکر کئے ہیں البتہ رزاق کی جگہ لفظ اطعام اور اسقواء بیان ہوئے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

[۱] سورہ ہود آیت 61

[۲] مستدرک الوسائل جلد 2 صفحہ 426

وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ۝ [۱]

”وہی کھانا دیتا ہے اور وہی پانی پلاتا ہے“۔

قرآن مجید کی سورہ کہف میں وہ واقعہ بیان ہوا ہے جو حضرت موسیٰ اور خدا پرست عالم کے ساتھ پیش آیا اس قصے میں یہ الفاظ بھی بیان ہوئے ہیں:

فَانطَلَقْنَا حَتَّىٰ إِذَا آتَيْنَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطَعْنَا أَهْلَهَا. [۲]

پھر دونوں آگے چلتے رہے یہاں تک کہ ایک قریہ والوں تک پہنچے اور ان سے کھانا طلب کیا۔

کیا ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب کے نظریہ کے مطابق اس جملہ هُوَ يُطْعِمُنِي (وہی کھانا دیتا ہے) اور اس جملہ اسْتَطَعْنَا أَهْلَهَا (ان سے کھانا طلب کیا) کے درمیان تضاد پایا جاتا ہے؟  
کیا طعام جو کہ رزق خدا ہے اسے غیر خدا سے طلب کرنا شرک ہے؟  
ان دونوں خدا سے محبت رکھنے والے بزرگوں نے جو اپنی کمزوری کے نقصان کو دور کرنے اور بھوک سے بچنے کے لئے شہر والوں سے غذا کی درخواست کر رہے تھے، کیا وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے توحید کے راستے سے منحرف ہو گئے؟  
ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب کے پیروکاروں کو سوچنا چاہیے اور اس سوال کا جواب جو کم از کم انہیں کی تسلی کے لئے ہو بیان کریں۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ مشرکوں کے کفر اور شرک کا جو حکم قرآن مجید میں بیان ہوا ہے اس وجہ سے نہیں ہے کہ انہوں نے غیر خدا کو ولایت اور شفاعت کے لئے مقرر کیا تھا بلکہ ان کے کفر و شرک کا حکم اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے بتوں کو عبادت میں اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تھا۔ اور عبادت جو فقط ذات باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے انہوں نے عبادت کو جمادات کے لئے جائز قرار دیا تھا اور اسے اپنا معبود بنایا تھا۔ لہذا دونوں آیات میں جنہیں ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نے گواہی کے طور پر پیش کیا ہے عبودیت کے بارے میں بات ہوئی ہے اور ”عبدہم“ اور ”تعبدون“ میں عبادت کا مادہ ذکر ہوا ہے۔

**ابن تیمیہ کی نظر میں کسی کو مدد کے لئے وسیلہ بنانا**

دوسری مثال جسے ابن تیمیہ نے اپنی تحریر میں بیان کر کے اسے شرک کا باعث قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب

[۱] سورہ شعراء آیت 79

[۲] سورہ کہف آیت 77

کرنے کا مسئلہ ہے۔ ان کا کہنا ہے جو اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرنے کے لئے کسی وسیلے کو لازم سمجھتا ہو اور فائدہ کے حصول یا نقصان سے بچنے کے لئے اس وسیلے سے مدد طلب کرے وہ عظیم شرک میں مبتلا ہوتا ہے۔

## ابن تیمیہ کے اعتراض کا جواب

لوگوں کی نصرت اور مدد کرنے کے لئے قوت اور قدرت کی ضرورت ہوتی ہے چونکہ قدرت کا اصل مالک خداوند عالم ہے اور کائنات میں جس کے پاس بھی جو قدرت ہے وہ اسی کی خلق کردہ اور اسی کی قدرت کے ساتھ وابستہ اور پروردگار عالم کی قیومیت کی وجہ سے قائم ہے، اس بنا پر ہر قدرت کا اصل اور ہر قوت کی منشا ذات باری تعالیٰ ہے، لہذا کوئی بھی چیز مستقل بنیادوں پر کسی کی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔

### وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

قرآن مجید جہاں توحید افعالی کو بیان کر رہا ہے اس مطلب کو مختلف عبارات کے ساتھ مسلمانوں کو سکھایا اور بتایا ہے کہ اصل نصرت ذات باری تعالیٰ میں پائی جاتی ہے اس وجہ سے لوگوں تک صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے نصرت و مدد پہنچتی ہے۔

### وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝۱

ورنہ مدد تو ہمیشہ صرف خدائے عزیز و حکیم ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔

### وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝۲

اور اس کے علاوہ تمہارا کوئی سرپرست یا مددگار بھی نہیں ہے

خداوند عالم کا حکمت سے لبریز فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنی مدد کو مخلوقات کے رزق کی طرح مختلف وسیلوں اور اسباب کے ذریعہ لوگوں تک پہنچائے، قرآن مجید میں متعدد آیات کے ضمن میں مدد کے وسیلوں اور ان وسیلوں سے مدد حاصل کرنے کی تائید کی گئی ہے یہاں تک کہ بعض مقامات پر اس کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ ہم یہاں ان آیات میں سے بعض کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:-

### هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ۝۳

۱ سورہ آل عمران آیت 126

۲ سورہ عنکبوت آیت 22

۳ سورہ انفال آیت 62

”اس نے آپ کی تائید، اپنی نصرت اور صاحبان ایمان کے ذریعہ کی ہے“  
اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو مدد کے وسیلے کے طور پر معرفی فرمایا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے مومن بندوں کے ذریعے تیری مدد کی۔  
خداوند عالم نے قرآن مجید کی سورہ حمد کے ضمن میں توحید عبادی اور توحید افعالی کو دو مختصر جملوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ روزانہ اپنی یومیہ نمازوں میں ان دو جملوں کا تکرار کریں۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿١٦١﴾

”پروردگار ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں“

### صبر اور نماز سے مدد طلب کرنا

ایک اور مقام پر ارشاد رب العزت ہے: **وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ﴿١٦٢﴾** صبر اور نماز کے ذریعے مدد مانگو،

اس آیت کریمہ میں موجود لفظ ”صبر“ اگر مالکیت نفس کے معنی میں ہو تو یہ انسان کی ایک روحانی کیفیت کا نام ہوگا۔ اور اگر یہ لفظ روزہ کے معنی میں ہو تو، نیت کے ساتھ خود کو بعض چیزوں سے روکنے کا معنی دے گا۔ نماز بھی نیت، اذکار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ہے جنہیں شریعت مقدس میں مقرر کیا گیا ہے۔ البتہ یہ بات تو واضح ہے کہ صبر اور نماز اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ دیگر اعمال کا نام ہے۔

کیا مذکورہ دونوں آیات میں اختلاف اور تضاد نہیں ہے؟

کیا فقط اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا اور غیر خدا یعنی صبر اور نماز سے مدد حاصل کرنے کے درمیان تضاد نہیں پایا جاتا ہے؟

ان سوالات کا جواب یہ ہے کہ مدد کا اصلی اور مستقل مالک صرف پروردگار عالم کی ذات بابرکات ہے اور صبر اور نماز فیض خدا تک رسائی کے لئے ایک وسیلہ ہیں۔

دوسرے الفاظ میں کہیں گے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ یہ ہے کہ تکوینی اور تشریحی فیوضات اور عنایات کسی وسیلے کے ذریعہ لوگوں تک پہنچیں، اس لئے پروردگار عالم نے صبر اور نماز کو مدد اور نصرت کیلئے واسطہ قرار دیا اور لوگوں کو حکم دیا ہے کہ

﴿١٦١﴾ سورہ فاتحہ آیت 4

﴿١٦٢﴾ سورہ بقرہ آیت 45

وہ ان دو وسیلوں سے مدد طلب کریں۔ لیکن جناب ابن تیمیہ کہتے ہیں: جو بھی مدد کے ذریعہ فائدہ اٹھانے کے لئے کسی کو اپنے اور خدا کے درمیان وسیلہ قرار دے اور اس وسیلے سے مدد طلب کرے وہ بہت بڑے شرک میں مبتلا ہوتا ہے۔

دین اسلام نے پاک دل اور با فضیلت مومنوں کو اجازت دی ہے کہ اگر کوئی ان پر ظلم کرے تو وہ ظالموں کو کمزور کرنے کیلئے لوگوں سے مدد طلب کریں اور ان کی مدد سے ظالموں کو ان کے انجام تک پہنچائیں۔

**وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ** [۱]

اور جب ان پر کوئی ظلم ہوتا ہے تو اس کا بدلہ لے لیتے ہیں۔

**وَلَمَنْ آتَتْهُ بَغْيٌ فَلْيَنصِرْ** [۲]

اور جو شخص بھی ظلم کے بعد بدلہ لے اس کے اوپر کوئی الزام نہیں ہے۔

**عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: كُنْ لِلْمَظْلُومِ عَوْنًا وَلِلظَّالِمِ حَصْبًا.**

حضرت علیؑ نے فرمایا: ”ہمیشہ مظلوم کے مددگار اور ظالم کے دشمن رہو۔“ [۳]

مظلوم تنہا اپنا حق حاصل نہیں کر سکتا اور نہ وہ تنہا ظالم سے اپنا دفاع کر کے اسے سزا دے سکتا ہے، اسلئے وہ مجبوراً لوگوں کو مدد کے لئے بلاتا ہے ان سے تقاضا کرتا ہے کہ اس کے ساتھ ہو جائیں اور اس کے لئے شفیع بنیں، اس کی مدد کریں تاکہ وہ ان سب کی مدد سے ظالم کو شکست دے سکے۔ اسلام ظالم اور ظلم کے خلاف جنگ کے لئے مظلوم کو اجازت دیتا ہے کہ وہ ظلم اور ظالموں کو ختم کرنے کے لئے لوگوں سے مدد طلب کریں اسی طرح اسلام نے لوگوں پر بھی یہ فریضہ عائد کیا ہے کہ وہ مظلوم کی فریاد سنیں اور اس کی مدد کے لئے جائیں۔

**عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ: مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يُنَادِي يَا لِمُسْلِمِينَ فَلَمْ يَجِبْهُ**

**فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ.**

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو بھی کسی مظلوم کی آواز سنے کہ وہ مسلمانوں سے مدد طلب کر رہا ہے اور وہ اسے

جواب نہ دے اس کی مدد کے لئے نہ جائے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔“ [۴]

[۱] سورہ شوریٰ آیت 39

[۲] سورہ شوریٰ آیت 41

[۳] فہرست غرر صفحہ 224

[۴] کافی، جلد 2 صفحہ 164



ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب کی تحریر کے مطابق اگر کوئی مظلوم لوگوں کو اپنے اور خدا کے درمیان وسیلہ قرار دے کر ان سے مدد طلب کرے، ان کی نظر میں ایسا شخص شرک میں مبتلا ہوتا ہے کیونکہ اس نے بت پرستوں کی طرح غیر خدا کو اپنے لئے ولی اور شفیع بنا لیا ہے۔

## مریض کیلئے طبیب کا وسیلہ ہونا

حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے توحید افعالی کے بارے میں بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے لئے چند صفات کو بیان کیا آپ فرماتے ہیں:

وَإِذَا مَرَضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِي ۝ [۱]

”اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفا بھی دیتا ہے“

تمام مومنین قرآن مجید اور اسلامی تعلیمات پر عقیدہ رکھتے ہیں حقیقت میں شفا صرف خداوند عالم ہی عطا فرماتا ہے وہی مریضوں کو شفا عطا کر کے انہیں صحت و سلامتی کا جامہ پہناتا ہے لیکن چونکہ خداوند عالم نے اس کائنات کا نظام علت و معلول کی بنیادوں پر بنایا ہے، اور ہر انسان فیض الہی کا طلبگار ہے، اس لئے ضروری ہے کہ شفا وسیلوں کے ذریعے سے حاصل کی جائے یعنی ان راستوں اور طریقوں کے ذریعے شفاء طلب کی جائے جنہیں پروردگار عالم نے مقرر فرمایا ہے مریضوں کو چاہیے کہ اپنے مرض کے علاج کے لئے طبیب کی طرف رجوع کریں اور علاج کے ذریعہ شفا کا فیض اپنے لئے حاصل کریں یہ بات اولیائے اسلام کی روایات میں مختلف تعبیروں کے ساتھ بیان ہوئی ہے:

عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: لِكُلِّ حَيٍّ دَاءٌ وَلِكُلِّ عِلَّةٍ دَوَاءٌ.

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ”ہر زندہ موجود کے لئے مرض ہے اور ہر مرض کے لئے ایک دوا ہے“۔ [۲]

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مَرَضَ فَقَالَ لَا أَتَدَاوِي حَتَّى يَكُونَ الَّذِي أَمْرَضَنِي هُوَ الَّذِي يَشْفِينِي فَأَوْحَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا أَشْفِيكَ حَتَّى تَتَدَاوَى فَإِنَّ الشِّفَاءَ مِنِّي وَالذَّوَاءَ مِنِّي فَجَعَلَ يَتَدَاوَى فَأَتَى الشِّفَاءَ.

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ”ایک پیغمبر مریض ہوئے تو کہنے لگے میں اس وقت تک اپنا علاج نہیں کراؤں گا جب تک جس خدا نے مجھے بیمار کیا ہے وہی (خدا) شفا نہ دے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان پر وحی نازل ہوئی کہ میں تجھے

[۱] سورہ شعراء آیت 80

[۲] فہرست غرر صفحہ 118

علاج کے بغیر شفا نہیں دوں گا۔ کیونکہ شفا بھی میری طرف سے ہے اور دوا بھی میری طرف سے ہے، شفا حاصل کرنے کیلئے دوا کی طرف جانا ضروری ہے۔ اس نے بروقت اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کیا اور اپنا علاج معالجہ کیا جس کی وجہ سے وہ جلد ہی شفا یاب ہو گیا۔<sup>[۱]</sup>

مادی اور الہی انسان کی نگاہ میں طبیب ایک مناسب واسطہ اور لائق شفیع ہوتا ہے البتہ اس فرق کے ساتھ کہ مادی انسان طبیب کو اپنے اور طبیعت کے درمیان واسطہ سمجھتا ہے اور الہی انسان طبیب کو اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ سمجھتا ہے۔ خدا پرست اور مومن مریض اپنے مرض سے نجات پانے کے لئے ماہر طبیب کی طرف رجوع کرتا ہے جس کے پاس خداوند عالم کے تکوینی نظام کے قوانین کے بارے میں معلومات ہوتی ہے، وہ اس شفیع کو جسے اذن شفاعت حاصل ہے اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ قرار دیتا ہے تاکہ اس کے حکم پر عمل کر کے اپنا علاج کر کے شفا الہی حاصل کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے نادان مشرکوں کو اس وجہ سے رد کیا کہ وہ اپنی طرف سے بنائے ہوئے بتوں کی عبادت کرتے تھے، وہ جمادات کو اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ سمجھتے تھے اور ان معبودوں سے شفاعت طلب کرتے تھے جو نہ انہیں فائدہ پہنچا سکتے اور نہ ہو کوئی نقصان دے سکتے۔ مومن اور مؤحد لوگ کبھی بھی بت پرستوں کی طرح احمقانہ کام انجام نہیں دیتے وہ فال گیر، جادوگر، رمال اور اس طرح کے دوسرے لوگوں کو اپنی شفا کے لئے شفیع نہیں مانتے بلکہ پڑھے، لکھے اور ماہر طبیب سے اپنے مرض کا علاج طلب کر کے اسے اپنے اور خدا کے درمیان وسیلہ سمجھتے ہیں۔

کیا شفا حاصل کرنے کے لئے ماہر طبیب سے شفاعت طلب کرنا مشرکین کی بتوں سے شفا طلب کرنے کی طرح ہے؟

جس مریض نے اپنے علاج کے لئے طبیب کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسیلہ مقرر کیا ہے کیا وہ اپنے اس عمل سے مشرک بن جاتا ہے؟

کیا کائنات کی تمام ہسپتالیں شرک اور بت پرستی کے مراکز ہیں؟

اور کیا تمام مؤحد اور مومن مریض جو اپنی بیماری کے علاج کیلئے ان ہسپتالوں میں داخل ہیں، سب بت خانوں میں

ہیں۔

متأسفانہ ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب کی تحریروں کی خلاف شریعت اور خلاف علم مطلب پر مشتمل ہے ان دونوں کی تحریروں نے اسلامی ممالک میں آج تک بہت فساد پھیلا یا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے درمیان دشمنیاں ہو گئی ہیں اور یہ

دونوں مسلمانوں کے درمیان اختلاف کا باعث بنے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے تکوینی نظام میں واسطے اور شفیع کے بارے میں مذکورہ مطالب پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ اب ہم دنیا میں ہدایت تشریحی کے لئے شفاعت اور آخرت میں گناہوں کی مغفرت کے لئے شفاعت کے بارے میں بحث و گفتگو بیان کریں گے۔

## مسئلہ ہدایت

ابن تیمیہ نے جو تیسری مثال اپنے کلام کے ضمن میں بیان کی ہے ہدایت کا مسئلہ ہے۔ راغب مفردات میں کہتے

ہیں:

الْهِدَايَةُ دَلَالَةٌ بِالطُّفِ.

یعنی: ہدایت کا معنی لطف اور مہربانی کے ساتھ رہنمائی ہے۔ ہادی اسمائے الہی میں سے ایک اسم ہے اور ہدایت ذات باری تعالیٰ کے لئے مناسب ہے قرآن مجید میں ارشاد رب العزت ہے:

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۝۱۱۱

”بیشک ہدایت کی ذمہ داری ہمارے اوپر ہے“

## ہدایت تکوینی

حکیم پروردگار تمام موجودات کے لئے ہدایت تکوینی اور انسانوں کی ہدایت تشریحی کا ذمہ دار ہے۔ تمام موجودات کی ہدایت تکوینی حکم پروردگار سے ان کے وجود میں پائی جاتی ہے، اور وہ موجود طبعی طور پر اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے بہرہ مند ہوتا ہے درخت ہدایت تکوینی کے ذریعے زمین اور ہوا سے لازمی مواد حاصل کرتے ہیں اور ان کے ذریعے میوہ جات پیدا ہوتے ہیں جیونٹی اور شہد کی مکھی ہدایت تکوینی کے ذریعے اپنے لئے گھونسلا اور چھتہ بنا کر اپنی منظم زندگی کو جاری رکھتے ہیں۔ معدہ، ہدایت تکوینی کے ذریعے غذا ہضم کرتا ہے، رحم، ہدایت تکوینی کے ذریعے اپنے اندر بچے کی پرورش کرتا ہے اور پستان ہدایت تکوینی کے ذریعے بچے کے لئے دودھ فراہم کرتے ہیں۔

## ہدایت تشریحی

ہدایت تشریحی جو صراطِ مستقیم اور انسان کے کمال تک رسائی کا پروگرام ہے، ہدایت تشریحی تعلیم اور قوانین کے اس

مجموعہ کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف ادوار میں مختلف اقوام اور ملل تک پہنچتے رہے انبیاء کرام اس تعلیمات کے پہنچانے اور اپنی قوم کی ہدایت پر مامور تھے۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿١١﴾

”تم صرف ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی اور رہبر ہے“

در این رہ انبیاء چون سار بانند  
دلیل ور ہنمای کاروانسند  
وز ایشان سید ماگشتہ سالار  
ہم او اول او آحسردراین کار  
جمال جان فزایش شمع جمع است  
مقام دلگشایش جمع جمع است  
شدہ او پیش ودل ہا جملہ در پی  
گرفتہ دست دل ہا دامن دی

ترجمہ:

اس راہ میں انبیاء کرام رہنما ہیں کارواں کے لئے دلیل اور رہبر ہیں۔ ہمارے سید (رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) ان تمام انبیاء کے سپہ سالار ہیں، اس کام میں آپ اول بھی ہیں اور آخر بھی۔ ان کا نور سب کیلئے شمع ہے، ان کی ذات میں تمام کمالات جمع ہیں۔

وہ آگے ہوئے اور تمام دیں  
ان کے پیچھے ہوئیں  
دلوں کے ہاتھوں نے آپ کے  
دامن کو ہٹام لیا

لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام کا وسیلہ ہونا اور لوگوں کا انبیاء کرام کی اطاعت کرنا اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی وجہ

سے تھا، یعنی انبیاء کرام میں سے ہر نبی اپنی قوم کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مامور تھے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ﴿١٦﴾

اور ہم نے کسی رسول کو بھی نہیں بھیجا ہے مگر صرف اس لئے کہ حکم خدا سے اس کی اطاعت کی جائے۔

ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ بھی دیگر انبیاء کرام کی طرح خداوند عالم کی طرف سے لوگوں کو بشارت دینے اور ڈرانے پر مامور تھے، آپ کا فریضہ تھا کہ آپ لوگوں کو خدا کی طرف بلائیں اور پروردگار کے حکم اور اجازت سے آپ پروردگار کی ہدایت تشریحی اور لوگوں کو صراطِ مستقیم دکھانے پر مامور تھے۔

يَأْتِيهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۚ وَذَاعِبًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا

مُنِيرًا ﴿٢١﴾

اے پیغمبر ہم نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا، عذاب الہی سے ڈرانے والا اور خدا کی طرف اس کی اجازت سے دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے

## کیا واقعا انبیاء خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں؟

سب سے پہلے یہ بات ثابت کرنی ہوگی کہ واقعا انبیاء کرام خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے لوگوں کی تشریحی ہدایت کے لئے شفع ہیں وہ اپنی قوم کو اطمینان دلانے کے لئے ان پر آیات کی تلاوت کرتے تھے اور خداوند عالم کی اجازت سے بعض مواقع میں فیض تکوینی کے لئے واسطہ ہوتے تھے۔ قرآن مجید کی بعض آیات میں عمومی طور پر تمام انبیاء کرام کے لئے اذن کا حکم بیان ہوا ہے اور بعض آیات میں ان میں سے مخصوص افراد کے لئے اذن موجود ہے۔ تمام انبیاء کے سلسلے میں ارشاد قدرت ہے:

وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ﴿٢٢﴾

”اور کسی رسول کے امکان میں یہ بات نہیں ہے کہ خدا کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آئے“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ إِنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ

﴿١﴾ سورہ نساء آیت 64

﴿٢﴾ سورہ احزاب آیت 45، 46

﴿٣﴾ غافر آیت 78

فَيَكُونُ ظَيِّرًا بِأَذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُتْرِي الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتَى بِأَذْنِ اللَّهِ ۝ [۱]

”میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی شکل بناؤں گا اور اس میں کچھ دم کروں گا۔ تو وہ حکم خدا سے پرندہ بن جائے گا، اور میں پیدائشی اندھے اور مبروص کا علاج کروں گا اور حکم خدا سے مردوں کو زندہ کروں گا۔“

## عقل

جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام خالق اور مخلوق کے درمیان اذن یافتہ شفیع ہوتے ہیں اور ان کے وسیلے سے ہدایت تشریحی کا فیض لوگوں تک پہنچتا ہے، عقل بھی اسی طرح انبیاء کرام اور لوگوں کے درمیان اذن یافتہ شفیع ہے۔ یعنی خالق اکبر نے اپنی شریف ترین مخلوق عقل کو اس طرح خلق فرمایا ہے کہ اگر اسے اچھے طریقہ سے استعمال کیا جائے تو یہ سیدھے راستے کو بھٹکنے سے اور حق کو باطل سے جدا کر سکے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس شریف مخلوق کو انسان کے اندر رکھا ہے اور اسے انسانوں اور انبیاء کرام کے درمیان ایمان اور ہدایت تشریحی دونوں کے لئے شفیع مقرر فرمایا ہے۔

اگر کوئی انسان عقل سے استفادہ کرے اور اس شفیع سے شفاعت حاصل کرے تو ہدایت الہی حاصل کر لے گا اور اس عقل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات پر ایمان لے آئے گا۔ لیکن اگر وہ عقل سے استفادہ نہ کرے اور اس شفیع سے شفاعت طلب نہ کرے تو وہ غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے ایمان کی سعادت سے ہرگز مشرف نہیں ہوگا جس کے نتیجے میں ہمیشہ کے لئے ضلالت اور گمراہی کا شکار رہے گا یہ بات قرآن مجید میں بھی بیان ہوئی ہے:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُؤْمِنَ إِلَّا بِأَذْنِ اللَّهِ ۖ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ [۲]

اور کسی نفس کے امکان میں نہیں ہے کہ بغیر اجازت و توفیق پروردگار کے ایمان لے آئے اور وہ ان لوگوں پر خباثت کو لازم قرار دے دیتا ہے جو عقل استعمال نہیں کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے غور و فکر نہ کرنے کو جو کہ گمراہی اور ضلالت کا باعث ہے اپنے اذن کے مقابلہ میں قرار دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد مخصوص اور لوگوں کے درمیان تبعیض والا اذن نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اذن تکوینی یعنی حق کو باطل سے جدا کرنا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے عقل میں ڈال دیا ہے لہذا جو لوگوں کو آزادانہ طور پر اپنے ارادہ اور اختیار سے سوچتے ہیں اذن پروردگار سے ان پر حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے اور وہ خالق کائنات پر ایمان لاتے

[۱] سورہ آل عمران آیت 49

[۲] سورہ یونس آیت 100

ہیں۔ لیکن جو لوگ عقل کے ذریعہ غور و فکر نہیں کرتے وہ حقیقت سے کبھی بھی آشنا نہیں ہوتے جس کے نتیجے میں وہ ہمیشہ جہالت اور گمراہی میں رہتے ہیں۔

## اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر دو عظیم حجتیں

ہدایت تشریحی تک رسائی کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں اور عقل انبیاء کرام علیہم السلام اور لوگوں کے درمیان واسطہ ہے۔ بعبارت دیگر اللہ تعالیٰ کی ہدایت تشریحی کا فیض و اذن یافتہ شفیعوں کے ذریعے انسانوں تک پہنچتا ہے۔ ایک شفیع پیغمبر خدا اور دوسرا شفیع عقل ہے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ان دونوں وسیلوں کو اللہ تعالیٰ کی داخلی اور خارجی حجت کا نام دیا ہے ایک حدیث میں آپ نے دونوں حجتوں کو ایک ساتھ بیان فرمایا ہے۔

يَا هَشَامُ إِنَّ لِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حُجَّتَيْنِ حُجَّةً ظَاهِرَةً وَ حُجَّةً بَاطِنَةً فَاِمَّا الظَّاهِرَةُ  
فَالرُّسُلُ وَالْاَنْبِيَاءُ وَالْاِمَمَّةُ وَاِمَّا الْبَاطِنَةُ فَالْعُقُولُ.

”اے ہشام! اللہ تعالیٰ کی لوگوں پر دو طرح کی حجتیں ہیں ایک ظاہری حجت اور دوسری باطنی حجت، ظاہری حجت رسل، انبیاء اور ائمہ (ظاہرین علیہم السلام) ہیں اور باطنی حجت لوگوں کے عقول ہیں“۔ [۱]

مذکورہ مطالب سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حکیم پروردگار نے اس کائنات کا نظام علت اور معلول کی بنیادوں پر مقرر فرمایا ہے اور خداوند عالم کا تمام تکوینی فیض مثلاً: رزق، مخلوقات کی مدد، مریضوں کی شفا اور اس طرح دیگر فیض و سیلوں اور اسباب کے ذریعے لوگوں تک پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت تشریحی بھی اسی طرح ہے اور وہ بھی اس کی تکوینی عنایات کی طرح و سیلوں یعنی انبیاء اور خداوند عالم کی دیگر حجتوں کے ذریعے لوگوں تک پہنچتی ہے۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں انبیاء کو منتخب فرما کر انہیں یہ ماموریت دی کہ وہ لوگوں کے سامنے حق کا راستہ پیش کر کے ان کی ابدی سعادت کی طرف رہنمائی کریں۔ عالم آخرت میں بھی علت و معلول پر مشتمل یہ حکیمانہ نظام قائم ہوگا۔

## کیا قیامت میں شفاعت کے لئے راضاے الہی بھی ضروری ہے؟

پروردگار عالم کی طرف سے اذن یافتہ شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کے ذریعہ خداوند عالم کی مغفرت گناہگاروں کے شامل حال ہوگی، البتہ صرف وہ گناہگار شفاعت سے فائدہ اٹھائیں گے جن میں خاص شرائط موجود ہوں گی،

[۱] صحف العقول صفحہ 386

مثلاً مغفرت تک رسائی اور شفاعت کے حصول کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ تمام شفیع خواہ وہ انبیاء الہی ہوں، اولیاء خدا ہوں یا ملائکہ ہوں سب ان کی شفاعت کریں گے جن کی مغفرت اور گناہوں کی بخشش پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ کیونکہ پروردگار عالم کی رضائیت کے بغیر شفیعوں کا وسیلہ بنا بے اثر ہے، بعبارت دیگر قیامت میں نہ صرف شفیع کے لئے خداوند عالم کی اجازت ضروری ہے بلکہ مشفوع لہ (جس کی شفاعت کی جا رہی ہو) اس کے لئے بھی خداوند عالم کی رضا و خشنودی ضروری ہے تاکہ اس کے لئے شفاعت مفید ثابت ہو سکے، یہ بات مختلف تعبیروں سے قرآن مجید میں بھی بیان ہوئی ہے:

**وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ.** [۱]

”اور فرشتے کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے مگر یہ کہ خدا اسکو پسند کرے“

**عَنِ الرَّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ: لَا يُؤْفِقُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى اللَّهُ دِينَهُ.**

حضرت امام رضا علیہ السلام نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرمایا: ”شفاعت صرف اس کی ہوگی جس کے دین سے اللہ

تعالیٰ راضی ہوگا“۔ [۲]

اگر خدای نباشد زبندہ ای خشنود

شفاعت ہمہ پیغمبران ندارد سود

ترجمہ:

”اگر کسی بندہ سے اللہ تعالیٰ راضی و خشنود نہ ہو تو اس کو تمام پیغمبروں کی شفاعت کوئی فائدہ

نہیں دے گی“

**وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ.** [۳]

”اس کے یہاں کسی کی سفارش بھی کام آنے والی نہیں ہے مگر وہ جس کو وہ خود اجازت دے دے“

**يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا.** [۴]

اس دن کسی کی سفارش کام نہ آئے گی سوائے ان کے جنہیں خدا نے اجازت دے دی ہو اور وہ ان کی بات سے

[۱] سورہ انبیاء آیت 28

[۲] بحار، جلد 3 صفحہ 299

[۳] سورہ سبأ، آیت 23

[۴] سورہ طہ آیت 109



راضی ہو۔

وَكَمْ مِنْ مَّلَكٍ فِي السَّمَوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرِضِي ۝ [۱]

اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کسی کے کام نہیں آسکتی ہے جب تک خدا جس کے بارے میں چاہے اور اسے پسند کرے اجازت نہ دے دے۔

## آخرت میں گناہوں سے مغفرت

انبیاء کرام فیض تشریحی کو پہچاننے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن یافتہ شفیع ہیں، یہ دنیا میں ہدایت کے لئے شفیع ہیں اور لوگوں کے سامنے راہ سعادت پیش کرتے ہیں اور آخرت میں مغفرت کے شفیع ہیں اور گناہ گاروں کو مغفرت الہی سے مستفید کرتے ہیں۔ یہاں ایک نکتہ کی طرف توجہ کرنا بہت ضروری ہے اور وہ یہ کہ آخرت میں مغفرت کی شفاعت اسے حاصل ہوگی جو دنیا میں ہدایت کی شفاعت سے منور ہو چکے ہوں گے۔ جو انبیاء کرام کے آسمانی آئین پر ایمان رکھتے ہوں اور اس کی امت میں شامل ہوں نیز ان کا اپنے نبی کے ساتھ معنوی اور روحانی رابطہ بھی ہو۔

وہ لوگ اس کے برعکس ہیں جو اپنے زمانہ کے نبی کی دعوت کی پرواہ نہ کرتے ہوں اور جنہوں نے ہدایت کی شفاعت سے کوئی بھی فائدہ حاصل نہ کیا ہو یا جو ان سے بغض رکھتے ہوں اور ان کے ساتھ دشمنی سے پیش آتے ہوں۔ کیونکہ ایسے افراد کا انبیاء کرام کے ساتھ کوئی ایسا رابطہ نہیں پایا جاتا جس کی وجہ سے وہ آخرت میں ان کی مغفرت کی شفاعت میں شامل ہو سکیں۔ یہ بات بہت سی روایات کے ضمن میں بیان ہوئی ہے۔

عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: اسْتَجِيبُوا لِانْبِيَاءِ اللَّهِ وَاسْلِمُوا لِأَمْرِهِمْ وَاعْمَلُوا بِطَاعَتِهِمْ تَدْخُلُوا فِي شَفَاعَتِهِمْ.

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

”انبیاء کرام کی دعوت کو قبول کرو، ان کے امر کے سامنے تسلیم ہو جاؤ، ان کے احکام پر عمل کرو تا کہ تم بھی ان کی شفاعت میں شامل ہو سکو“۔ [۲]

عَنْ الْكَاطِمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ آبَائِهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ائْتُوا

[۱] سورہ النجم آیت 26

[۲] فہرست غرر، صفحہ 176

## شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي.

حضرت امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام نے اپنے آباء و اجداد سے اور انہوں نے رسول خدا ﷺ سے بیان کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

”قیامت میں میری شفاعت میری امت کے گناہگاروں کے شامل حال ہوگی“۔<sup>[۱]</sup>

اس حدیث میں رسول خدا ﷺ نے ”امتی“ کا لفظ بیان کر کے یہ اعلان فرمایا ہے کہ قیامت میں میری شفاعت اسے نصیب ہوگی جو دنیا میں اسلام کے ساتھ وابستہ رہا ہوگا، میری امت میں سے ہوگا اور ہدایت کی شفاعت میں شامل رہا ہوگا۔

پیامبر کسی را شفاعت گر است  
کہ بر حبادہ شرع پیغمبر است

ترجمہ:

”پیغمبر اس کی شفاعت فرمائیں گے جو پیغمبر کی شریعت پر قائم رہا ہو“

## علماء کرام کی شفاعت

شفیع اور مشفوع لہ کے درمیان معنوی رابطہ نہ صرف رسول خدا ﷺ اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی شفاعت کے لئے بنیادی شرط ہے بلکہ بعض روایات کے مطابق قیامت میں علمائے اسلام کی شفاعت بھی ان کے علمی معیار اور اخلاقی تربیت کی وجہ سے عالم اور ان کے پیروکاروں کے درمیان برقرار رہے گی۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بَعَثَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ الْعَالِمَ وَالْعَابِدَ فَإِذَا أُوقِفَا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ قِيلَ لِلْعَابِدِ انْطَلِقْ إِلَى الْجَنَّةِ وَقِيلَ لِلْعَالِمِ قِفْ فَشَفَعَ لِلتَّائِسِ مُحْسِنٍ تَأْدِيبِكَ لَهُمْ.

امام صادقؑ نے فرمایا: ”جب قیامت کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ عالم اور عابد کو زندہ کرے گا اور دونوں بارگاہ الہی میں حاضر ہوں گے۔ عابد سے کہا جائے گا تم بہشت میں جاؤ۔ اور عالم سے کہا جائے گا ٹھہر جاؤ، اور جن لوگوں کی تم نے حسن

[۱] تفسیر صافی صفحہ 352

ادب اور حسن اخلاق کے ذریعہ تربیت کی تھی، ان کی شفاعت کرو؛ [۱]

## قرآن مجید ایک عظیم شفیع

اولیاء خدا کی متعدد روایات کے مطابق قیامت میں ایک عظیم شفیع جس کی شفاعت بارگاہ الہی میں مقبول ہوگی قرآن مجید ہے امیر المؤمنین علیؑ نے اپنے ایک خطبہ میں اس عظیم اور بابرکت کتاب کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَأَعْلَمُوا إِنَّهُ شَافِعٌ مُّشْفِعٌ وَقَائِلٌ مُّصَدِّقٌ وَإِنَّهُ مَنْ شَفَعَ لَهُ الْقُرْآنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
شُفِعَ فِيهِ وَمَنْ حَمَلَ الْقُرْآنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَدِّقٌ عَلَيْهِ.

”جان لو کہ قرآن ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت مقبول ہے اور ایسا گفتگو کرنے والا ہے جس کی گفتگو مورد تصدیق ہے قیامت میں قرآن مجید جس کی بھی شفاعت کرے گا اس (قرآن مجید) کی شفاعت قبول کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس مشفع لہ کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور جس کی (قرآن) شکایت کرے گا تو اس کی شکایت کو بھی قبول کیا جائے گا اور وہ موثر ثابت ہوگی“ [۲]

قرآن مجید بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح دنیا میں ہدایت کا شفیع ہے اور آخرت میں شفاعت کے لئے شفیع ہے۔ قیامت کے دن یہ آسمانی کتاب اس گناہ گار مسلمان کی شفاعت کرے گا جس کا دنیا میں قرآن کے ساتھ معنوی رابطہ ہوگا۔ جس نے اس کی ہدایت کی شفاعت سے فائدہ حاصل کیا ہوگا اور عملی طور پر جس نے اس کی پیروی کی ہوگی۔ لیکن جس مسلمان نے قرآن کو ہدایت کے لئے شفیع نہ بنایا ہوگا، بلکہ قرآن کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا ہوگا اور اپنے عمل و کردار کے لئے اس سے فائدہ حاصل نہ کیا ہوگا قرآن مجید ایسے شخص کی نہ صرف شفاعت نہیں کرے گا بلکہ بارگاہ الہی میں اس کی شکایت بھی کرے گا جس کی وجہ سے وہ شخص جہنم کی طرف روانہ ہو جائے گا۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ: إِذَا التَّبَسَّتْ عَلَيْكُمْ الْفِتْنُ كَقَطْعِ اللَّيْلِ  
الْمُظْلَمِ فَعَلَيْكُمْ بِالْقُرْآنِ شَافِعٌ مُّشْفِعٌ وَمَا حِلٌّ مُّصَدِّقٌ وَمَنْ جَعَلَهُ أَمَامَهُ قَادَهُ إِلَى الْجَنَّةِ  
وَمَنْ جَعَلَهُ خَلْفَهُ سَاقَهُ إِلَى النَّارِ.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تمہارا سامنا فتنوں اور رات کی تاریکی کی طرح ناآشنا واقعات کے ساتھ ہو تو تم قرآن کی پناہ میں چلے جاؤ اور اس سے رہنمائی طلب کرو کیونکہ یہ آسمانی کتاب قابل قبول شفیع ہے جو بھی قرآن کو اپنا رہنما بنائے

[۱] بحالی الاخبار صفحہ 186

[۲] منہج البلاغہ خطبہ 176

اور اس کی پیروی کرے وہ اسے بہشت میں لے جائے گا اور جو قرآن کو پس پشت کر دے اور اس سے ہدایت نہ لے تو اس کا یہ عمل اسے جہنم میں لے جائے گا،<sup>[۱]</sup>

## رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہگاروں کی شفاعت کرنا

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار یعنی وہ لوگ جو دنیا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت میں شامل ہوئے وہ دو طرح کے افراد ہیں:

### گروہ اول:

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ، روز قیامت اور دین کے دیگر اصول و فروع پر ایمان رکھتے ہیں، جو اپنے قول سے بھی مسلمان ہوں اور ان کے اعمال بھی تعلیمات اسلام کے مطابق ہوں اور اگر ان سے اتفاقاً کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ بہت زیادہ پیشمان ہو کر بارگاہ الہی میں توبہ کر لیتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں۔

### گروہ دوم:

وہ لوگ جو دین کے تمام اصول و فروع پر ایمان تو رکھتے ہوں لیکن گناہوں میں آلودہ ہوں اپنی نفسانی خواہشات میں مبتلا ہوں، اور کم و بیش گناہان کبیرہ کے بھی مرتکب ہوتے ہوں، قیامت میں اس گروہ کا نامہ اعمال گناہوں سے آلودہ ہوگا۔ عامہ اور خاصہ کی روایات کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کی شفاعت قیامت کے دن اسی گروہ کے شامل حال ہوگی۔

عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ

مِنْ أُمَّتِي.

جابرؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

”قیامت میں میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لئے ہوگی جنہوں نے گناہان کبیرہ انجام دیئے ہوں

گے،“<sup>[۲]</sup>

ما ب امید توایم ای پیشوا

[۱] کافی جلد 2 صفحہ 599

[۲] تفسیر درمنثور جلد 4 صفحہ 317

کہ بہ نگزاری تو مارا درعنا  
چون بسیاریند روز مشرتخت  
خود شفیع ماتوی آن روز سخت  
در چنان روز و شب بی زینہار  
ماب اکرام تو ایم امیدوار  
دست ما و دامن تو است آن زمان  
کہ نمائد ہیچ مجرم را امان

ترجمہ:

اے رہبر و رہنما ہم صرف آپ ہی پر امید رکھتے ہیں ہمیں مشکلات میں تنہا نہ چھوڑنا۔  
جب قیامت کے دن تخت سنوارا جائے گا۔ اس سخت دن میں آپ ہی ہماری شفاعت فرمائیں گے  
ایسے روز و شب جن میں کوئی بھی کسی کے کام نہیں آئے گا ہم آپ کے کرم کے امیدوار ہوں گے جس دن کوئی بھی  
مجرم امان میں نہیں ہوگا اس دن ہمارا ہاتھ آپ کے دامن میں ہوگا۔ اس وقت ہمارا ہاتھ آپ ہی کے دامن پر ہوگا کیونکہ اس دن  
کوئی بھی مجرم امان میں نہیں ہوگا۔

وَعَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ: إِنَّمَا شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي فَأَمَّا  
الْمُحْسِبُونَ فَمَا عَلَيْهِمْ.

اسی طرح آپ نے فرمایا: ”قیامت میں میری شفاعت میری امت کے ان افراد کے شامل حال ہوگی جن کے  
پاس گناہان کبیرہ ہوں گے لیکن پاک اور نیک لوگوں کا نہ مواخذہ ہوگا اور نہ ہی ان کی سرزنش ہوگی“۔<sup>[۱]</sup>  
اس روایت سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ دنیا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت، خود سعادت ابدی کا باعث ہے۔  
اگر کوئی مسلمان جس طرح ہونا چاہے ہدایت سے استفادہ کرے، فرائض الہی انجام دے، محرمات کو ترک کر دے اور اپنی  
اصلاح کرے تو وہ قیامت کے دن پاک اور روشن نامہ اعمال کے ساتھ محشر میں آئے گا، رحمت الہی پر فائز ہوگا اور اسے  
بہشت برین کی نعمتیں عطا کی جائیں گی۔ یہ گناہوں سے آلودہ لوگ ہیں جو دنیا میں گناہان کبیرہ انجام دیتے ہیں اور قیامت

[۱] امامی صدوق صفحہ 5

میں ان کا مواخذہ کیا جائے گا، اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے نتیجے میں مغفرت خداوندی میں شامل ہوں گے اور ان کے گناہوں کو معاف ہوں گے۔

گفت پیغمبرؐ کہ روز رستخیز  
کی گذارم مجرمان را اشک ریز  
من شفیع عاصیان باشم بہ جان  
تارہا نمشان ز اشکنجہ گران  
عاصیان و اہل کسبیر را بہجد  
وارہانم از عتاب و نقض عہد  
صالحان اتمم خودنارغند  
از شفاعت ہای من روزگزند  
بلکہ ایشان را شفاعت ہا بود  
گفتشان چون حکم نافذی رود

ترجمہ:

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں کیسے مجرموں کو آنسو بہاتا چھوڑوں گا میں گناہگاروں کو شنجوں سے آزاد کرانے تک ان کا شفیع رہوں گا میں اپنی امت کے عاصی اور گناہان کبیرہ میں مرتکب افراد کو جنہوں نے عہد شکنی کی تھی نجات دلاؤں گا۔ اس خوفناک دن میں میری امت کے صالح اور نیک افراد فارغ ہوں گے۔ بلکہ یہ خود شفاعت کریں گے، ان کا قول نافذ العمل حکم کی طرح ہوگا۔

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الشَّفَاعَةَ فِي أُمَّتِهِ وَ  
لَنَا الشَّفَاعَةَ فِي شَيْعَتِنَا.

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: ”رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے امت کی شفاعت کرنا ہے اور ہمارے لئے ہمارے شیعوں کی شفاعت کرنا ہے۔“

## قیامت میں اولیاء، شہداء اور صالح مومنین کی شفاعت

روایات کے مطابق مذکورہ شفیعون کے علاوہ اولیاء کرام شہداء، مومن اور نیک لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے قیامت میں گناہگاروں کی شفاعت کریں گے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ: ثَلَاثَةٌ يَشْفَعُونَ إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ فَيُشَفَّعُونَ: الْأَنْبِيَاءُ وَتَمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے حضور تین گروہ شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت بھی قبول کی جائے گی۔

اول: انبیاء کرام دوم: علمائے کرام، سوم: راہ خدا کے شہداء۔ [۱]

وَعَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ: إِنَّ أُمَّتِي مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهِ أَكْثَرُ مِنْ مُضَرٍّ. اسی طرح ایک اور حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک میری امت میں وہ بھی ہے جس کی شفاعت کی وجہ سے ”قبیلہ مضر“ سے زیادہ لوگ بہشت میں جائیں گے“۔ [۲]

## قیامت میں قتل حسین علیہ السلام پر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا گریہ

قیامت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن یافتہ شفیعوں کی شفاعت کا مسئلہ دین کے مہم مسائل میں سے ہے، قرآن و سنت میں اس سلسلے میں بہت سی آیات اور احادیث موجود ہیں، ہم نے اس فصل میں اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے اسی پر اکتفاء کرتے ہیں البتہ روایات میں یہ بات بھی بیان ہوئی ہے کہ قیامت میں جہاں بہت سے عظیم مقام و منزلت کے حامل شفیع موجود ہوں گے وہیں اسلام کی عظیم خاتون حضرت فاطمہ الزہراء علیہا السلام اور ان کے فرزند ارجمند حضرت امام حسین علیہ السلام بھی اپنی مخصوص خصوصیات اور بہت وسیع شفاعت کے ساتھ موجود ہوں گے اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ عظیم سعادت اور انعام ان کی زندگی میں دین اسلام کی سربلندی کے لئے ان پر ہونے والے مصائب و آلام کی وجہ سے عطا فرمایا ہے۔ احادیث اور روایات کے مطابق قیامت میں ان دو بزرگوں کے تشریف لانے سے ہر طرف غم پھیل جائے گا۔ اور وہاں ہر کوئی غم زدہ نظر آئے گا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت عظمیٰ کے بعد حضرت بی بی فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ پیش

[۱] مجلۃ البیضاء، جلد اول صفحہ 253 نقل از مسند احمد

[۲] مجلۃ البیضاء، جلد اول صفحہ 253 نقل از مسند احمد

آنے والے مصائب و آلام اس قدر مہم تھے کہ خداوند عالم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی زندگی میں ہی ان تمام حوادث سے آگاہ فرما دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے ہی اہلبیت اطہارؑ اور بہت سے مسلمانوں کے سامنے ان حوادث کا تذکرہ فرمایا تھا۔ اسی وجہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت میں حضرت فاطمہ الزہراءؑ اور حضرت امام حسینؑ کے تشریف لانے کی کیفیت کو اپنی حیات طیبہ میں ہی بیان کر دیا ہم یہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دو احادیث اور امام صادقؑ کی ایک حدیث کو بیان کر رہے ہیں

**عَنِ الرَّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: تُحْشَرُ ابْنَتِي فَاطِمَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَعَهَا ثِيَابٌ مَصْبُوغَةٌ بِالْدَمِ فَتَعْلَقُ بِقَائِمَةِ الْعَرْشِ فَتَقُولُ يَا عَدْلُ احْكُمْ بَيْنِي وَبَيْنَ قَاتِلِ وَلَدِي. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: فَيَحْكُمُ اللَّهُ تَعَالَى لِابْنَتِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ.**

حضرت امام رضاؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میری بیٹی فاطمہؑ جب قیامت میں محشور ہوگی تو ان کے ہاتھ میں خون آلود لباس ہوگا اور وہ عرش الہی کے ایک ستون کو پکڑ کر کہیں گی: اے عدل والے خدا میرے اور جس نے میرے فرزند کو قتل کیا ہے اس کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم! اللہ تعالیٰ میری بیٹی کے لئے فیصلہ کرے گا۔ [۱]

**عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُمَثَّلُ لِفَاطِمَةَ رَأْسُ الْحُسَيْنِ مُتَشَخِّطاً بِدَمِهِ فَتَصِيحُ وَآ لِدَاهُ وَآ ثَمَرَةٌ فَوَادَاهُ فَتَضَعُ الْبَلَايَكَةَ لِصِيحَةِ فَاطِمَةَ وَيَنَادُونَ أَهْلَ الْقِيَامَةِ قَتَلَ اللَّهُ قَاتِلَ وَلَدِكَ يَا فَاطِمَةُ.**

حضرت علیؑ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: قیامت میں حضرت امام حسینؑ کا خون آلود سر فاطمہ زہراءؑ علیہا السلام کے سامنے تمثیل ہوگا حضرت زہراءؑ علیہا السلام اسے دیکھ کر فریاد کریں گی اور کہیں گی: ہائے افسوس میرے فرزند، ہائے افسوس میرے دل کا میوہ۔ حضرت زہراءؑ کی فریاد سن کر سب حیران و پریشان ہو جائیں گے۔ اور اہل قیامت اتنے متاثر ہوں گے کہ کہنے لگیں گے اے فاطمہؑ تیرے فرزند کو قتل کرنے والے کو خدا موت دے۔ [۲]

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: ”جب قیامت کا دن آئے گا اور اولین و آخرین تمام مخلوقات محشر میں جمع

[۱] لہذا فی الاخبار صفحہ 411

[۲] لہذا فی الاخبار صفحہ 410



ہوگی تو منادی لوگوں کو ندا دے گا کہ اپنی آنکھیں بند کر لو اور اپنے سر جھکا لو تا کہ حضرت فاطمہ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صراط سے عبور کریں۔

فَتَأْتِنِي فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ عَلَى نَجِيْبٍ مِنْ نُجَبِ الْجَنَّةِ يُشِيْعُهَا سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ  
فَتَقِفُ مَوْقِفًا شَرِيْفًا مِنْ مَوَاقِفِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تَنْزِلُ عَنْ نَجِيْبِهَا فَتَأْخُذُ قَمِيْصَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ  
بِيَدِهَا مُضْبِحًا بِدَمِهِ وَتَقُوْلُ يَا رَبِّ هَذَا قَمِيْصُ وَلَدِيْ قَدْ عَلِمْتَ مَا صُنِعَ بِهِ.

اتنے میں حضرت زہراء تشریف لائیں گی، آپ اس وقت بہشتی سواری پر ہوں گی اور ستر ہزار ملائکہ آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے ہوں گے۔ اچانک آپ موقوف قیامت میں سے ایک موقف پر ٹھہر کر اپنی سواری سے اتریں گی، حسین کی خون آلود قمیص اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر فرمائیں گی: خداوندا! یہ میرے فرزند کی قمیص ہے اور تو جانتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا کیا گیا۔ اور بارگاہ الہی میں داد و فریاد کریں گی۔ [۱]

## آٹھویں فصل

## جنت اور جہنم

وَأَزَلَّتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَوِينَ وَقِيلَ لَهُمْ آيِنَ مَا كُنْتُمْ

تَعْبُدُونَ ﴿١١﴾

اور جس دن جنت پر ہیزگاروں سے قریب تر کر دی جائے گی اور جہنم کو گمراہوں کے سامنے کر دیا جائے گا اور جہنمیوں سے کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے۔

معاد کی بحث میں سب سے زیادہ پیچیدہ بحث جنت اور جہنم کا مسئلہ ہے۔ اس موضوع پر بہت سے سوال ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات میں آخرت کے بارے میں بیان ہوا ہے اور متعدد مقامات پر مختلف الفاظ سے نیک اور پاک انسانوں کے ہمیشہ رہنے کی جگہ بہشت اور گنہگار اور بد بخت لوگوں کی جگہ جہنم کے متعلق بھی بہت سی آیات کا نزول ہوا ہے۔ مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جنت اور دوزخ معاد کی اصل اور دین اسلام کی ضروریات میں سے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک مسلمان مسلسل جنت اور جہنم کے بارے میں غور و فکر کرتے آرہے ہیں۔ بہت سے مسلمانوں نے اس سلسلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے سوالات بھی پوچھے اور انہوں نے ان کے جوابات بھی ارشاد فرمائے۔ تفسیر اور حدیث کے علماء نے جنت اور جہنم سے مربوط سوالات کے بارے میں بحث کی ہے اور اس سے متعلق بہت سے احتمالات بھی ذکر کئے ہیں۔

## قیامت پر ہونے والے اعتراضات

اسی طرح اسلام سے وابستہ فلسفیوں اور متکلمین نے مختلف ادوار میں بہشت اور جہنم سے متعلق سوالات بیان کر کے مختلف نظریات کے مطابق ان کے جوابات کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے ہم یہاں صرف دو سوالات کے بارے میں بحث کریں گے جن کا شمار قابل دقت اور غور و فکر سوالات میں ہوتا ہے۔

﴿١١﴾ سورہ شعراء آیت 90، 91، 92۔

اول:

کیا جنت و جہنم کو خلق کیا جا چکا ہے اور وہ اس وقت اس کائنات میں موجود ہیں؟ یا عالم آخرت میں انہیں خلق کیا

جائے گا؟

دوم:

اگر جنت اور جہنم خلق ہو چکے ہیں، تو جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بہشت کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے۔ تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بہشت اپنی اس عظیم وسعت کے ساتھ کائنات میں کس جگہ پر واقع ہے؟

سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۝ [۱]

”تم سب اپنے پروردگار کی مغفرت اور اس جنت کی طرف سبقت کرو جس کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے اور جسے ان لوگوں کے لئے مہیا کیا گیا ہے جو خدا اور رسول پر ایمان لائے ہیں“

ماضی میں اسلام سے وابستہ بعض فلسفی اور متکلمین ان دونوں سوالات کے جواب کے لئے بہت پریشان ہوئے کیونکہ ایک طرف تو ان کی اسلام سے محبت تھی اس لئے وہ چاہتے تھے کہ مطالب کو اس طرح بیان کیا جائے کہ وہ قرآن و سنت کے ساتھ وابستہ ہوں۔ اور دوسری جانب وہ کائنات کی ہیئت اور کیفیت کے بارے میں خود سے پہلے فلسفیوں کے نظریات کے بھی پابند رہنا چاہتے تھے اور ان سے ہرگز چشم پوشی نہیں کر سکتے تھے۔

اس وجہ سے وہ ہمیشہ سوالات کے جواب میں گزشتہ فلسفیوں کے نظریات کی رعایت کرتے تھے اور اس سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھاتے تھے۔ گویا انہیں یقین تھا کہ جس طرح وہ کہتے ہیں اسی طرح اس کائنات کو خلق کیا گیا ہے اور کائنات کا حقیقی نقشہ جسے خداوند عالم نے بنایا ہے بالکل اسی طرح ہے جس طرح انہوں نے اس کے بارے میں سمجھا تھا۔ ان کی ان باتوں کی وجہ سے وہ اپنے اقوال اور افکار میں حقیقت کو نہ پایا اور صحیح راستہ ترک کر کے ان کی غلط اور غیر قابل قبول باتوں کو تسلیم کر لیا اب قارئین کرام کی مزید آگاہی کے لئے مختصر وضاحت بیان کی جا رہی ہے۔

## حشر جسمانی کے بارے میں صدر المتألہین کا نظریہ

مرحوم صدر المتألہین حکیم شیرازی نے کتاب اسفار میں معاد سے مربوط ایک فصل کے ضمن میں حشر جسمانی کے

[۱] سورہ حدید آیت 21

شکوہ اور شبہات کی وضاحت بیان کی ہے اور ان میں سے ہر ایک کا جواب دیا ہے، جنت اور جہنم کے بارے میں ان کا کہنا ہے:

ومنہا ان الجنة والنار اذا كانتا موجودتين فاین مکانہما وفي ای جهة من جهات العالم حصولہما فان كان حصولہما او حصول احد ما فوق محدد الجهات فيلزم ان يكون في اللامكان وفي الالجهة وان كان في داخل طبقات السموات والارض او فيما بين طبقة و طبقة فيلزم اما التداخل واما لانفصال من سماء وسماء والكل مستحيل ومع هذا ينافي قوله تعالى " وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ " هذا تقرير الشبهة و طريق فاعلها مكشوف لمن تدبر في الاصول التي بنيناها.

حشر جسمانی کے منکروں کے شبہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر جنت اور جہنم اس وقت موجود ہیں تو وہ کس جگہ واقع ہیں اور کائنات کے کس حصے میں ہیں؟

اگر دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک اس پوری کائنات سے زیادہ وسیع ہو تو اس کا لازمہ یہ ہوگا کہ لامکان یعنی وہ جگہ جو مکان نہیں ہے وہاں کوئی مکان پایا جائے اور وہ جگہ جہاں جہت کا کوئی وجود نہ ہو وہاں جہت پائی جائے۔ اگر جنت اور جہنم آسمانوں اور زمین کے طبقات میں ہو یا آسمان کے دو طبقات کے درمیان ہو تو اس کا لازمہ یہ ہوگا کہ آسمان اور زمین کے درمیان کوئی جسم حائل ہو یا دو آسمانوں کے درمیان انفصال یا جدائی پائی جائے۔ حالانکہ اس کائنات میں ان میں سے ہر ایک کا ہونا ممکن نہیں اس کے علاوہ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد قدرت ہے کہ ”اس جنت کی طرف سبقت کرو جس کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے“۔<sup>[۱]</sup>

زمین اور آسمان کے درمیان یا دو آسمانوں کے درمیان بہشت کا ہونا قرآن مجید کی مذکورہ آیت کے ساتھ اختلاف رکھتا ہے۔

اس کے بعد حکیم شیرازی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں: جسمانی طور پر محشور ہونے کے منکروں کا شبہ یہ تھا۔ جو لوگ ہمارے بتائے ہوئے اصولوں پر غور و فکر کریں ان کے لئے اس اعتراض کا جواب بالکل واضح ہے۔

آقائے صدر المتالیہین نے جسمانی طور پر محشور ہونے کے منکروں کے جواب میں محدود الجہات، لامکان کے فرضیہ کے بارے میں کوئی بات نہیں کی اور نہ ہی انہوں نے تداخل اور انفصال کے صحیح یا غلط ہونے سے متعلق کوئی بات کی ہے،

[۱] سورہ آل عمران آیت 133

انہوں نے کائنات کی عمارت کی کیفیت کے بارے میں بھی کوئی بات نہیں کی جسے حشر جسمانی کے منکر دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، بلکہ انہوں نے ان کے اعتراض کو ختم کرنے کے لئے ان اصولوں پر غور و فکر کرنے کے بارے میں کہا ہے جنہیں خود انہوں نے بیان کیا ہے۔ ان کے کلام سے استفادہ کے لئے یہاں اختصار کے ساتھ ان کی دو کتابوں کا متن پیش کیا جا رہا ہے۔

کتاب مبدا و معاد میں لکھتے ہیں:

فالجواب عن هذه الشبهة و قلع مادتها هو ان يقال على طريقة الابهات المتالهين  
وانظار السالكين الى الله تعالى باقدام الافكار و مراكب الانظار ان حجتكم هذه مبنية  
على ان للجنة و النار مكانا من جنس امكنة هذه الدنيا لكن اصل اثبات المكان على هذا  
الوجه للجنة و النار باطل و الشبهة منهدمة الاساس۔

”اس اعتراض کے جواب اور اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے اولیاء اللہ اور سالکین الی اللہ کے بحث و گفتگو کے طریقہ سے استفادہ کرتے ہیں جو کمال کے راستے کو فکر کے قدموں اور غور کی سواری کے ذریعے طے کرتے ہیں، حشر جسمانی کے منکروں سے کہا جائے گا کہ تمہاری دلیل کی بنیاد اس اصل پر ہے کہ جنت اور جہنم کے لئے دنیا کے مکان کی جنس سے کوئی مکان ہونا چاہیے حالانکہ جنت اور جہنم کے لئے اس طرح کے مکان کا اثبات باطل ہے لہذا تمہارے اعتراض کی کوئی بنیاد نہیں ہے اور اس کی جڑیں بے بنیاد ہیں“۔ [۱]

کتاب اسفار کی چوتھی جلد میں معاد کی شناخت میں لوگوں کے مراتب میں فرق اور ان کے درجات کے اختلاف کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

واعلم ان لكل نفس من السعداء في علام الآخرة مملكة عظيمة الفسحة و عالماً  
اعظم و اوسع مما في السموات و الارضين و هي ليست خارجة عن ذاته بل جميع مملكته و  
ممالیکه و خدمه و حشبه و بساتینہ و اشجاره و حوره و غلبانه کلها قائمة و هو حافظها و  
منشأها بأذن الله و قوته و وجود الاشياء الاخریه و ان كانت تشبه الصور التي يراها  
الانسان في المنام في بعض المراتب لكن يفارقها بالذات و الحقيقة و اما وجه المشابهة

[۱] مبدا و معاد 327

فهو ان كلا منها بحيث لا يكون في موضوعات الهيولى ولا في الامكنة والجهات لهذه  
المواد.

تم جان لو کہ پاک اور سعادت مند نفوس میں سے ہر نفس کے لئے عالم آخرت میں ایک بہت وسیع مملکت موجود ہے اور اس کے لئے زمین و آسمان سے زیادہ وسیع عالم بھی ہے۔ اور یہ عظیم مملکت اس کی ذات سے خارج نہیں ہے بلکہ اس کی تمام مملکت، ملکیت، اس کے خدمت گزار، باغ اور درخت، اس کے حور و غلمان، سب موجود ہیں اور وہ خود ان سب کا محافظ اور انہیں ایجاد کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے اذن، اور اس کی قوت اور طاقت کے ذریعے اخروی اشیاء کا وجود اگرچہ ان تصویروں کی طرح ہوتا ہے جنہیں انسان خواب یا آئینہ میں دیکھتا ہے۔ البتہ ذات اور حقیقت کے لحاظ سے وہ ان سے فرق رکھتا ہے۔ انہوں نے اخروی موجودات کو خواب یا آئینہ میں نظر آنے والی تصویروں کی طرح اس لئے کہا ہے کہ کیونکہ ان کا کوئی مکان اور مادہ نہیں ہوتا۔

## صدر المتألہین کے نظریہ پر اعتراضات

حکیم شیرازی کے کلمات کے دونوں حصوں سے جو باتیں ہمیں معلوم ہوئی ہیں وہ یہ ہیں کہ وسیع و عریض بہشت اور اس میں موجود تمام حوریں، غلمان، درخت، باغات، اور دیگر سب نعمتیں سعادت مند اور باایمان افراد کے پاک نفوس اور منزہ ضمیر میں موجود ہوتی ہیں۔ اور اس طرح کی بہشت مادی کائنات میں عالم خواب میں دیکھی جانے والی تصاویر کی طرح ہے جنہیں دیکھنے کے لئے دنیاوی مکانات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حشر کے منکروں کی باتوں کے مطابق ضروری نہیں ہے کہ ہم محدود الجہات جو کہ لامکان ہے اس کے لئے مکان کے قائل ہو جائیں۔ یا آسمانوں اور زمین کے درمیان تداخل اور انفصال کو جائز سمجھنے لگیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن مجید میں جس بہشت کی خوشخبری خداوند عالم نے باایمان اور نیک افراد کو دی ہے کیا وہ بہشت اسی طرح ہوگی؟ کیا یہی وہ بہشت ہے جس کے بارے میں فقہاء محدثین و مفسرین نے قرآن و سنت کے مطابق لوگوں کو بتایا ہے؟ مختصر یہ کہ کیا یہی وہ بہشت ہے جس تک رسائی کے لئے مختلف ادوار میں لاتعداد مسلمان ایمان لائے اور دین اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتے رہے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح کے سوال کا جواب منفی ہے اور جس بہشت کا تذکرہ قرآن و سنت میں موجود ہے اور جس کے بارے میں ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے ہمیں خبر دی وہ اس طرح نہیں ہے۔

آقائے صدر المتألہین شیرازی فلسفیوں کی باتوں اور فرضیوں سے اس قدر متاثر تھے کہ ان کو اس کائنات کی عمارت

کی حالت و کیفیت کے بارے میں صحیح سمجھتے تھے وہ نہ صرف خود کو ان کی مخالفت کی اجازت نہ دیتے بلکہ بعض متکلمین جنہوں نے ان کے نظریات کے خلاف باتیں کیں، انہوں نے ان کی بھی سخت الفاظ میں مذمت کی یہاں پر ہم ان کی سخت عبارات کو بیان کرنے سے اجتناب کر رہے ہیں اور اس مقالہ میں سے صرف چند مورد نظر جملوں پر اکتفا کیا جا رہا ہے:

و اما المتكلمون فحيث لم يدخلوا البيوت من ابوابها ليس في وسعهم التفصي  
عن امثال هذا الاشكال فاجابوا عنه تارة فتجوز الخلاء و تارة بعدم كون الجنة والنار  
مخلوقين بعد و تارة بانفتاق السموات على قدر يسع بينها الجنة و غاية تقويتهم للدين ان  
يقولوا..... وان الكواكب جمادات و الافلاك لا حيوة لها و لا نطق.

”متکلمین چونکہ علمی حقائق تک پہنچنے کے لئے دروازہ سے داخل نہیں ہوئے اور انہوں نے صحیح راستہ اختیار نہیں کیا ہے اس لئے وہ اس طرح کے سوالات کے صحیح جواب نہیں دے سکتے تاکہ وہ خود کو اعتراض سے نجات دلا سکیں۔ اس وجہ سے وہ بعض اوقات کائنات میں خالی جگہ کو تجویز کرتے ہیں تاکہ اسے بہشت کی جگہ کے طور پر معرفی کر سکیں کبھی کہتے ہیں کہ جنت اور جہنم اب تک خلق ہی نہیں ہوئے اور کبھی وہ بہشت کی وسعت کے مطابق آسمانوں کے ایک دوسرے سے جدا ہونے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس کے بعد کہتے ہیں: متکلمین تقویت دین کے لئے جو کام انجام دے رہے ہیں وہ چند چیزیں ہیں ان میں سے بعض کے بارے میں وہ کہتے ہیں، ستارے جمادات ہیں۔ اور افلاک (آسمان) میں نہ تو زندگی ہے اور نہ ہی یہ بول سکتے ہیں

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حکیم شیرازی نے اپنے کلام میں متکلمین کی سخت الفاظ سے تنقید کی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ متکلمین نے اپنی سوچ کے مطابق بعض موارد میں فلسفیوں کے نظریات کی مخالفت کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ:

1- کائنات میں خالی جگہ کا ہونا جائز ہے۔

2- آسمانوں میں بہشت کی وسعت کے مطابق فاصلہ اور جدائی کا ہونا ممکن ہے۔

3- ستارے جمادات ہیں۔

4- افلاک میں نہ تو زندگی ہے اور نہ ہی وہ بول سکتے ہیں۔

## جنت اور جہنم کے بارے میں اسلام کا نظریہ

حقیقت یہ ہے کہ معاد اسلام کے مہم ترین مسائل میں سے ایک ہے اور اس کا تعلق دین کی غیبی باتوں کے ساتھ ہے۔ سچے مسلمانوں کو چاہئے کہ ہمیشہ اس سلسلے میں اپنی توجہ قرآن و سنت پر رکھیں اور ہرگز اولیائے دین کے راستے سے

منحرف نہ ہو جائیں اور مختلف نظریات کو کتاب خدا اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے اقوال اور روایات کے سامنے پیش کریں اگر ان کے مطابق ہوں تو انہیں قبول کریں لیکن اگر کوئی بات آسمانی کتاب کی کسی صریح بات یا اسلام کی قطعی تعلیمات کے خلاف ہو تو اس بات پر یقین نہیں کرنا چاہیے اور مطمئن رہنا چاہئے چونکہ اس طرح کی باتیں حقیقت کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتیں اور ان کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے لہذا تھوڑے سے عرصہ میں ان کا باطن ہونا ظاہر ہو جائے گا۔

اب قارئین کی مزید آگاہی کے لئے اسی فصل میں جو بہشت اور جہنم کے ساتھ مخصوص ہے، بعض آیات اور روایات کی روشنی میں انہیں دو سوالات کے بارے میں بحث و گفتگو کی جائے گی جنہیں ہم نے اس فصل کے آغاز میں بیان کیا تھا۔

### پہلا سوال:

کیا جنت اور جہنم کو خلق کیا جا چکا ہے اور وہ اس وقت اس کائنات میں موجود ہیں یا عالم آخرت میں انہیں خلق کیا جائے گا؟ اور اگر وہ خلق ہو چکے ہیں تو وہ تمام خصوصیات اور صفات جو عالم آخرت میں ان میں پائی جائیں گی کیا اس وقت وہ تمام خصوصیات اور صفات ان میں پائی جاتی ہیں یا پھر عالم آخرت میں یہ دوسری چیزوں کی طرح اپنے کمال تک پہنچیں گے؟

### دوسرا سوال:

اگر جنت اور جہنم خلق ہو چکے ہیں تو جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بہشت کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بہشت اپنی اس عظیم وسعت کے ساتھ کائنات میں کس جگہ پر موجود ہے؟

### پہلے سوال کا جواب:

اس سوال کا جواب مثبت ہے اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی بعض روایات کے مطابق جنت و جہنم (دونوں) خلق ہو چکے ہیں۔ اور وہ اس وقت موجود بھی ہیں۔

عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ الْهَرَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ: قُلْتُ لِعَلِيِّ بْنِ مُوسَى الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا بْنَ رَسُولِ اللَّهِ أَخْبِرْنِي عَنِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ هُمَا الْيَوْمَ مَخْلُوقَتَانِ؟ فَقَالَ نَعَمْ وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَرَأَى النَّارَ لَمَّا عَرَجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ أَقْوَامًا يَقُولُونَ إِنَّهُمَا مُقَدَّرَتَانِ غَيْرَ مَخْلُوقَتَيْنِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا أَوْلَيْكَ مِنَّا وَلَا نَحْنُ مِنْهُمْ مَنْ أَنْكَرَ خَلْقَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَقَدْ كَذَّبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَكَذَّبَنَا.



عبدالسلام ابن صالح ہروی کہتے ہیں: میں نے حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے جنت اور جہنم کے بارے میں پوچھا کہ کیا یہ دونوں اس وقت خلق ہو چکے ہیں؟ امام نے جواب میں فرمایا: جی ہاں، معراج میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بہشت میں داخل ہوئے اور آپ نے جہنم کو بھی دیکھا میں نے دوبارہ عرض کیا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جنت اور جہنم تقدیر الہی ہیں اور اب تک خلق نہیں ہوئے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ بات کہنے والے ہم سے نہیں ہیں اور ہم بھی ان سے نہیں ہیں، جو بھی بہشت اور جہنم کی خلقت کا انکار کرے اس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ہمارا انکار کیا۔<sup>[۱]</sup>

جنت اور جہنم جو خلق ہو چکی ہیں اور موجود بھی ہیں کیا ان میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں اور عذاب بھی ہے (بالفاظ دیگر) کیا ان میں قیامت کے دن والی جنت اور جہنم کی صفات اس وقت پائی جاتی ہیں، یا اس میں فرق پایا جاتا ہے اور یہ (قیامت میں) اپنے کمال کو پہنچیں گے۔

درحقیقت جنت کی نعمتیں اور جہنم کا عذاب لوگوں کے اچھے اور برے اعمال کا نتیجہ ہیں، یعنی جنت اور جہنم جائز اور ناجائز ان کاموں کا مجسم ہونا ہے جو کام انسان دنیا میں انجام دیتا ہے اور چونکہ انسان کی دنیاوی عمر ختم نہیں ہوئی اور انسان اچھے اور برے اعمال مسلسل انجام دے رہا ہے لہذا اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ بہشت اور جہنم اس وقت اپنے کمال کو نہیں پہنچے اور روزانہ ان کی کیمت اور کیفیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ نیک لوگ اپنے اچھے اعمال کے ذریعے بہشت کی نعمتوں میں اضافہ کر رہے ہیں اور برے افراد اپنی برائیوں کے ذریعے جہنم کے عذاب کو بڑھا رہے ہیں۔ جنت اور جہنم ان تمام اچھے اور برے کاموں پر مشتمل ہیں جنہیں وہ اپنی دنیاوی زندگی میں انجام دیتا ہے۔

چون سجودی یار کوعی مردگشت  
شد در آن عالم سجود او بہشت  
چونکہ پرید از دہانش حمد حق  
مرغ جنت ساختش رب الفلق  
چون زدستت رست ایثار و زکات  
گشت این رست آن طرف نخل و نبات  
چون زدستت زخم آتش تو بر مظلوم رست

آن درختی گشت از آن زقوم رست  
چون زخشم آتش تو در دل با زدی  
مایہ نار جہنم آمدی  
آتش ایخبا چہ آدم سوز بود  
آنچہ از وی زاد مرد افزود بود۔

ترجمہ:

جب کوئی شخص سجدہ یار کوع بجالاتا ہے تو عالم آخرت میں اس کے سجدہ بہشت بن جاتے ہیں۔ اور جب اس کے لبوں پہ اللہ تعالیٰ کی حمد جاری ہوتی ہے تو رب کائنات اسے جنت کا پرندہ بنا دیتا ہے۔ اور جب تیرے ہاتھ زکات دیتے ہیں یا قربانی کرتے ہیں تو یہ ایثار اس عالم میں نخلستان اور باغات بن جاتا ہے۔ اور جب تیرے ہاتھوں سے کوئی مظلوم زخمی ہوتا ہے اور اسے تلیف پہنچتی ہے تو وہ تھوہڑ کا درخت بن جاتی ہے۔ چونکہ تم نے غصہ کی آگ کو اپنے دل میں بھڑکایا ہے تو وہ اب جہنم کی آگ کا حصہ بن گئی ہے۔ تیرے غصہ کی آگ سے یہاں کتنے لوگ جل گئے اور جو اس سے پیدا ہوا اس نے لوگوں کو خا کستر کر دیا۔

## جنت اعمال کا نتیجہ

الجنة هي دار النعيم في الدار الآخرة من الاجتنان وهو الستر لتكاثف اشجارها و

تظليلها بالتفاف اغصانها.

”جنت جو کہ آخرت میں نعمت خداوندی کا گھر ہے، یہ (لفظ جنت) ”اجتنان“ سے لیا گیا ہے جس کا معنی مخفی اور پوشیدہ ہے۔ یہ نام ایک دوسرے کے ساتھ متصل کثیر درختوں اور اس سایہ کی وجہ سے ہے جو درختوں کی شاخوں کے ایک دوسرے سے ایصال سے پیدا ہوتا ہے۔“ [۱]

ائمہ معصومین علیہم السلام نے مختلف احادیث میں اپنے پیروکاروں کو یہ بات بتادی ہے کہ، جنت دنیا میں لوگوں کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ دنیا میں وہ اپنے اعمال کے ذریعے اپنے لئے جنت بنا سکتے ہیں اور اس میں درخت لگا کر عالم آخرت میں اس کی

[۱] النہایہ جنین

نعمتوں سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ: لَيْلَةَ أُسْرِي بِي مَرَّ بِي إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَرُّ أُمَّتِكَ أَنْ يَكْثُرُوا مِنْ غَرْسِ الْجَنَّةِ فَإِنَّ أَرْضَهَا وَاسِعَةٌ وَتُرْبَتَهَا طَيِّبَةٌ قُلْتُ وَمَا غَرْسُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ.

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب معراج ابراہیم خلیل اللہ میرے پاس سے گزرے اور کہنے لگے: آپ اپنی امت کو حکم دیجئے کہ بہشت میں بہت سارے درخت لگائیں کیونکہ جنت کی زمین وسیع اور اس کی مٹی پاک ہے۔ میں نے پوچھا: جنت میں درخت کس طرح لگائے جاتے ہیں؟ ابراہیم نے جواب دیا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کہنے کے ذریعے سے (جنت میں درخت لگائے جاسکتے ہیں)۔ [۱]

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ غَرَسَ اللَّهُ لَهُ بِهَا شَجْرَةً فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ غَرَسَ اللَّهُ لَهُ بِهَا شَجْرَةً فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ غَرَسَ اللَّهُ لَهُ بِهَا شَجْرَةً فِي الْجَنَّةِ.

امام باقر علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”جو بھی سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتا ہے اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر کلمہ اور ذکر کے بدلے اس کے پڑھنے والے کے لئے جنت میں ایک درخت اُگاتا ہے“۔ [۲]

## بہشت کی وسعت

اللہ تعالیٰ نے جس جنت اور جہنم کو خلق فرمایا ہے، آخرت میں جو کہ عالم کمال ہے اور ہر چیز اس عالم میں اپنے کمال پر فائز ہوگی، اس عالم میں بہشت بھی اپنے کمال تک پہنچ جائے گی اور شاید وہ وسعت جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اور جس کی وسعت کوزمین اور آسمان کی وسعت کے برابر کہا ہے، اس سے قیامت والی بہشت مراد ہو یہ احتمال شیخ طبرسی نے تفسیر مجمع البیان میں لفظ ”قیل“ (کہا گیا ہے) کے ساتھ بیان کیا ہے۔

[۱] سفینۃ، جلد ۲ (غرس) صفحہ 312

[۲] تفسیر مجمع البیان، جلد 1، صفحہ 504

وقیل ان الله یزید فی عرضها یوم القیامة فیکون المراد عرضها السبوات و الارض یوم القیامة لا فی الحال.

”کہا گیا ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ بہشت کی وسعت کو بڑھائے گا لہذا بہشت کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اس سے قیامت کا دن مراد ہے دنیا مراد نہیں“۔<sup>[۱]</sup>

## بہشت کہاں ہے؟

اگر کوئی پوچھے کہ وہ بہشت جو اس وقت موجود ہے اور جس کے وجود کے بارے میں امام رضاؑ نے خبر دی ہے، اور شب معراج رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جس بہشت میں گئے تھے وہ بہشت کہاں ہے؟ اس کے جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے مراد وہی ہے جسے قرآن مجید نے ”جَنَّةُ الْمَأْوٰی“ کہا ہے اور وہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس واقع ہے۔

وَلَقَدْ رَاہَا نَزَّلَہٗ اٰخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی عِنْدَہَا جَنَّةُ الْمَأْوٰی ﴿۲۴﴾

۔ اور اس نے تو اسے ایک بار اور بھی دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک جس کے پاس جنت الماویٰ بھی ہے۔

## سدرۃ المنتہیٰ کہاں ہے؟

اگر پوچھا جائے کہ سدرۃ المنتہیٰ کہاں ہے؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا۔ معلوم نہیں البتہ ابن عباسؓ جس نے قرآن کی تفسیر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی اور آنحضرتؐ سے انہوں نے بہت سی روایات بھی نقل کی ہیں سدرۃ المنتہیٰ کے بارے میں کہتے ہیں:-

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ: اَنَّہٗ سِئِلَ عَنْ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی قَالَ اِلَيْہَا یَنْتَهٰی عِلْمُ کُلِّ عَالِمٍ وَّ مَا وَّرَآءَہَا لَا یَعْلَمُہٗ اِلَّا اللّٰہُ.

ابن عباسؓ سے سدرۃ المنتہیٰ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا: سدرہ وہ جگہ ہے جہاں ہر عالم کا علم ختم ہو جاتا ہے اور اس سے آگے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا۔<sup>[۲]</sup>

[۱] تفسیر مجمع البیان، جلد 1، صفحہ 504

[۲] سورہ النجم، آیت 13، 14، 15

[۳] تفسیر درالمشور جلد 6، صفحہ 125

آج کی دنیا میں علم اور دیگر وسائل کی ترقی کی وجہ سے کائنات کے بارے میں انسان کی معلومات بہت تبدیل ہو چکی ہے انہوں نے کائنات کو ایک اور طریقہ سے معرّفی کیا ہے، ناشاختہ فضا اور کائنات کے عظیم سیاروں کا انبار یکے بعد دیگرے کشف ہوا ہے، یہ جدید انکشافات مسلسل بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ کائنات کے بارے میں علم نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ اہل فن اور متخصص حضرات نے فضا کے فاصلوں کو نور کے سیر کی سرعت جو کہ ہر ثانیہ میں 300/000 کلومیٹر ہے، کے ساتھ اندازہ کیا ہے۔

## فضا

یہاں بحث کی مناسبت سے فضا سے متعلق کچھ باتیں کہنا مناسب ہوگا۔ اس سلسلے میں قدما اور متاخرین کا نظریہ ایک دوسرے سے مختلف ہے انہوں نے مختلف فرضیے بیان کئے ہیں البتہ عصر حاضر کے دانشمندیوں کا نظریہ یہ ہے کہ فضا کی محدود حد اور محدود اندازہ نہیں ہے۔

جرج گاموف کہتے ہیں:

”آج تحقیق کے مطابق ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ فضا لامحدود ہے“۔<sup>[1]</sup>

اس نظریہ کے مطابق اگر ہم جنت کو وہی بہشت کہیں جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، اور روایات کے مطابق مومنوں کے اعمال اور اذکار تناور درخت ہیں، جنہیں جنت کی پاک زمین میں لگایا جاتا ہے، اب اگر یہ سوال ہو کہ یہ بہشت اپنی اس وسعت کے ساتھ اس کائنات میں کس جگہ واقع ہے؟ تو ان کے جواب میں کہا جائے گا کہ یہ بہشت، آسمان اور زمین، تمام کہکشاں، عرش اور کرسی اسی طرح وہ تمام موجودات جنہیں طاقتور خالق نے خلق فرمایا ہے اور ماضی اور حال کے انسان ان کے بارے میں خبر نہیں رکھتے سب کے سب خدا کی خلق کردہ لامحدود اور بے انتہا فضا میں موجود ہیں۔

ہم نہیں جانتے کہ انسان مستقبل قریب یا مستقبل بعید میں اس کائنات کے بارے میں کتنی معلومات حاصل کر لے گا اور اس عظیم کائنات کے نا آشنا ذویوں سے متعلق کتنا خبردار ہوگا البتہ ابن عباسؓ کے بقول سدرۃ المنتهیٰ جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ہوا ہے، وہ آخری نقطہ ہے جہاں تک ممکن ہے انسان کا علم رسائی حاصل کر لے اس کے بعد کے مراحل کا علم صرف ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اگر ہم بہشت کی وسعت جو کہ زمین و آسمان کے برابر ہے، کو عالم آخرت کے ساتھ مربوط سمجھیں تو اس صورت میں انسان کی جہالت اور زیادہ عمیق ہو جائے گی اور وہ اس کائنات میں جتنی بھی علمی ترقی کر لے اس کے بارے میں کچھ نہیں جان

[1] پیدائش و مرگ خورشید صفحہ نمبر 245

پائے گا۔

اگر آج کا انسان اپنے پورے علم اور اطلاعات کے باوجود سدرة المنتہی کے بارے میں نہیں جان سکا کہ وہ کہاں واقع ہے حالانکہ وہ اس وقت اس کائنات میں موجود بھی ہے۔ اور وہ بہشت جو متقین کے رہنے کی جگہ ہے اور سدرة المنتہی کے پاس واقع ہے اس کے بارے میں بھی نہیں جان سکا تو وہ کس طرح اس عالم آخرت کے بارے میں جان پائے گا جس کے اوصاف اور خصوصیات علم الہی میں ہیں اور وہ ابھی واقع بھی نہیں ہوا؟

اسی طرح کیسے ممکن ہے وہ عالم آخرت کی بہشت اور جہنم اور ان کی وسعت کی مقدار کے متعلق معلومات حاصل کر پائے؟

## بہشت اور جہنم کی کیفیت

آیات اور روایات میں قیامت میں جنت اور جہنم کی کیفیت بیان ہوئی ہے۔ اس بات کو روشن کرنے کے لئے سب سے پہلے اس عالم کے نابود ہونے اور نئے جہان کی تخلیق کے بارے میں بحث و گفتگو کرنا بہت ضروری ہے۔ اس کے بعد جنت اور جہنم سے متعلق وضاحت بیان کی جائے گی۔

## دنیا کی تباہی

قرآن مجید کی بہت سی آیات میں یہ بات صراحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے کہ قیامت سے پہلے یہ پوری کائنات تباہ ہو جائے گی۔ کائنات کا نظام بگڑ جائے گا، سورج پر تاریکی چھا جائے گی، ستارے گر جائیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، زمین میں تبدیلیاں ہو جائیں گی، اور آسمانوں میں تغیر واقع ہوگا۔ مختصر یہ کہ موجودہ کائنات کی عمر اور اس کے تمام قوانین اور طور طریقے ختم ہو جائیں گے اور کائنات تخلیق سے پہلے والی صورت اختیار کر لے گی۔ اس کے بعد حکم پروردگار سے ایک اور عالم جدید تو انین اور طور طریقوں سے خلق ہو کر موجودہ کائنات کی جگہ پر واقع ہوگا۔

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجْلِ لِلْكِتَابِ ط كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ط وَعَدَّا عَلَيْنَا ط إِنَّا كُنَّا فَعْلِينَ ۝ [۱]

”اس دن ہم تمام آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح خطوں کا طومار لپیٹا جاتا ہے اور جس طرح ہم نے تخلیق کی ابتدا کی ہے، اسی طرح انہیں واپس بھی لے آئیں گے یہ ہمارے ذمہ ایک وعدہ ہے جس پر ہم بہر حال عمل کرنے

[۱] سورہ انبیاء آیت نمبر 104

والے ہیں۔

أَخْرَجَ ابْنُ جَرِيرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ «كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ» يَقُولُ مُهْلِكٌ كُلَّ شَيْءٍ كَمَا كَانَ أَوَّلَ مَرَّةٍ.

ابن جریر نے ابن عباسؓ سے مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم تمام چیزوں کو ہلاک کر کے انہیں ختم کر دیں گے اور اس، عالم کو آغاز خلقت والی صورت میں بدل دیں گے۔<sup>[۱]</sup>  
علی ابن ابراہیم قمی جن کا تعلق چوتھی اور پانچویں صدی ہجری سے ہے اپنی تفسیر میں مذکورہ آیت کریمہ کے ذیل میں کہتے ہیں:

وَمَعْنَى يَطْوِيهَا أَمْي يُفْنِيهَا فَتَتَحَوَّلُ دُخَانًا وَالْأَرْضُ نَيْرًا.

”اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لپیٹ دے گا، یعنی انہیں فنا کر دے گا جس کے نتیجے میں آسمان دھوئیں کی صورت اختیار کر لے گا اور زمین آگ کی صورت میں تبدیل ہو جائے گی۔“<sup>[۲]</sup>  
آسمان اور زمین کا دھوئیں اور آگ کی صورت میں تبدیل ہو جانا جیسا کہ تفسیر قمی میں بیان ہوا ہے، کائنات کے اول خلقت کی طرف بازگشت کی کیفیت کو واضح کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں آسمان کی تخلیق کے بارے میں فرماتا ہے:

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ.

”اس کے بعد اس نے آسمان کا رخ کیا جو بالکل دھواں تھا۔“

## دنیا کی تخلیق سے پہلے کیا تھا؟

دور حاضر کے دانشمندیوں کا نظریہ ہے کہ کائنات کے تمام چھوٹے، بڑے سیارے ایک نازک اور باریک مادہ سے بنے ہیں، علمی کتابوں میں اس مادہ کا تین (۳) تعبیروں سے نام لیا گیا ہے۔ بادل، بخارے اور دھواں۔  
کہتے ہیں کہ مذکورہ بخارے فضا میں کروڑوں سال گردش کے بعد بعض اسباب جن کی آج تک شناخت نہیں ہو سکی، کی وجہ سے ٹکڑوں کی صورت میں ایک دوسرے سے جدا ہو کر بکھر گئے اور ہر ایک ٹکڑے سے ایک ستارہ ظاہر ہوا ہے۔

[۱] تفسیر درمنثور جلد 4 صفحہ 340

[۲] تفسیر قمی جلد 2 صفحہ 77

[۳] سورہ فصلت آیت 11

موجودہ دور کے دانشوروں نے تحقیق و جستجو کے بعد کائنات کے سیاروں کے اصلی مادہ کے متعلق جو نظریہ پیش کر کے اسے بخارے، دھوئیں اور بادل کے عنوان سے بیان کیا ہے، ظاہری طور پر یہ نظریہ قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے۔ شاید ہم یہ بات کہہ سکیں کہ قرآن مجید بھی اس فرضیہ کی تائید کرتا ہے اور ہمیں مذکورہ آیت نے اس کے بارے میں خبر دی ہے۔ ارشاد قدرت ہے:

”اس کے بعد اس نے آسمان کا رخ کیا جو بالکل دھواں تھا“

لیکن ہم یقین کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ کتاب الہی اسی بات کو بیان کر رہا ہے اور یہ نظریہ یقینی طور پر درست ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ آئندہ اس فریضہ میں تبدیلی واقع ہو اور آیت کا معنی ایک یا چند صدیاں گزرنے کے بعد واضح ہو جائے یا اس کی کیفیت کے بارے میں معلوم نہ ہو سکے۔

مختصر یہ کہ قرآن مجید کی کسی نظریہ سے تفسیر نہیں کی جاسکتی لیکن اگر جو بات آج کہی جا رہی ہے اس کی علمی تحقیق کی جائے جس کی وجہ سے یہ بات ایک قطعی اور غیر قابل تردید امر کی صورت اختیار کر لے تو کہا جاسکے گا کہ یہ آیت قرآن مجید کے علمی معجزات میں سے ہے۔ کیونکہ پیغمبر اسلام کے زمانہ تک بھی اور آپؐ کو صدیاں گزر جانے کے بعد بھی اس حقیقت کے بارے میں معلوم نہ تھا اور کسی نے بھی اس علمی راز سے پردہ نہ ہٹایا بلکہ سب سے پہلے قرآن مجید نے اس نا آشنا راز کے بارے میں معلومات فراہم کی۔ سورہ انبیاء کی آیت 104 کے مطابق جس کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا ہے، اس کائنات کے اختتام پر اللہ تعالیٰ اس عظیم کائنات کو آغاز خلقت والی حالت میں تبدیل دے گا اور علی ابن ابراہیمؑ کی تفسیر کے مطابق آسمان، دھوئیں کی صورت اختیار کر لے گا۔ یہ امر کائنات کے ابتداء خلقت کی طرف پلٹنا ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔

جس وقت حکم پروردگار سے آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا، آسمان کے تمام سیاروں کا نظام بگڑ جائے گا اور اس کا مادہ دھوئیں اور بخارے کی شکل اختیار کر لے گا تو نئی کائنات یعنی عالم آخرت کی خلقت کا آغاز ہوگا اور خالق کائنات اس عالم کو جدید قوانین اور طور طریقوں جن میں اکثر کا اس کائنات کے قوانین کے ساتھ متاثر نہیں کیا جاسکتا، سے آراستہ کرے گا۔

## جنت اور جہنم کے اوصاف

آیات اور روایات کے مطابق عالم آخرت میں لوگ ایسی چیزوں کا مشاہدہ کریں گے جنہیں انہوں نے کبھی بھی دنیا میں نہ دیکھا ہوگا نیک لوگ نعمتوں کا مشاہدہ کریں گے اور بدکردار ایسے عذاب کو دیکھیں گے جسے انہوں نے صرف دنیا میں نہ دیکھا ہوگا بلکہ انہوں نے دنیا میں اس کے بارے میں سوچا تک نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ فصل بہشت اور جہنم کے ساتھ مخصوص ہے اس



لئے یہاں جنت اور جہنم کے اوصاف میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے:

### الف: بہشت کی وسعت:

قرآن مجید بہشت کی وسعت کے بارے میں فرماتا ہے:

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ.

اس جنت کی طرف سبقت کرو جس کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے۔<sup>[۱]</sup>

عامہ اور خاصہ کی ان روایات کے مطابق جو بعض آیات کی تفسیر میں بیان ہوئی ہیں، اس وسعت کو ایک اور طرح

سے بیان کیا گیا ہے۔

هُم دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ<sup>[۲]</sup>

”سب کے پیش پروردگار درجات ہیں اور خدا سب کے اعمال سے باخبر ہے۔“

عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ ذَكَرَ قَوْلَ اللَّهِ «هُم دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ» قَالَ الدَّرَجَةُ

مَابَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ.

حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس آیت کے بارے میں فرمایا:

”درجات کا ایک دوسرے کے ساتھ فاصلہ زمین و آسمان (کے درمیان) فاصلہ کے برابر ہے۔“<sup>[۳]</sup>

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِي الْجَنَّةِ مِائَةٌ دَرَجَةٍ مَابَيْنَ كُلِّ دَرَجَةٍ كَمَا

بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالْفَرْكَ دَوْسٌ أَعْلَى دَرَجَةٍ.

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”بہشت میں سو درجات ہیں ہر درجہ کا دوسرے درجہ کے ساتھ فاصلہ آسمان

اور زمین کے فاصلے کے برابر ہے اور فردوس بہشت کے درجات اور مراتب میں سب سے زیادہ اعلیٰ (مرتبہ) ہے۔“<sup>[۴]</sup>

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ مِنْ أَدْنَى نَعِيمِ الْجَنَّةِ يُوجَدُ رِيحًا مِنْ مَسِيرَةِ أَلْفِ عَامٍ

مِنْ مَسَافَةِ الدُّنْيَا وَإِنَّ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا لَوْ نَزَلَ بِهِ أَهْلُ الثَّقَلَيْنِ الْجَنِّ وَالْإِنْسِ لَوَ

[۱] سورہ آل عمران آیت 133

[۲] سورہ آل عمران آیت 163

[۳] تفسیر برہان - جلد 1 صفحہ 325

[۴] جامع الاصول - جلد 11 صفحہ 138

سِعْتُهُمْ طَعَامًا وَشَرَابًا وَلَا يَنْقُصُ مِمَّا عِنْدَكَ شَيْئًا.

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: بہشت کی ادنیٰ نعمتوں کی خوشبو دنیا کی ہزار سال مسافت سے محسوس ہو سکتی ہے اور بہشتی لوگوں کا سب سے چھوٹا گھر اس قدر وسیع ہوگا کہ اگر تمام جن وانس بھی اس میں آجائیں تو سب کو جگہ مل جائے گی اور وہ کھانے، پینے کے لحاظ سے اتنی قدرت رکھتا ہے کہ وہاں موجود تمام افراد کی مہمانی ہو سکے گی اور ان میں کوئی کمی بھی واقع نہیں ہوگی۔<sup>[۱]</sup>

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ لَوْ أَنَّ الْعَالَمِينَ اجْتَمَعُوا فِي أَحَدَاهُنَّ لَوَسِعَتْهُمْ.

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بہشت کے سو درجات ہیں اگر کائنات کے تمام لوگ ان میں سے ایک درجہ میں جمع ہو جائیں تو سب اس میں جمع ہو سکیں گے۔“<sup>[۲]</sup>

ب۔ جہنم کی وسعت:

طرق عامہ اور خاصہ سے جہنم کے بارے میں بھی بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں جن سے جہنم کی وسعت بخوبی واضح ہو سکتی ہے ہم یہاں صرف دو احادیث کے ذکر پر اکتفاء کر رہے ہیں۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَيْلٌ وَاِدٍ فِي جَهَنَّمَ يَهْوِي فِيهِ الْكَافِرُ أَرْبَعِينَ خَرِيفًا قَبْلَ أَنْ يَبْلُغَ قَعْرَهُ.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ویل“ جہنم میں ایک وادی ہے جس میں کافر ہوں گے اس کی تہ تک پہنچنے سے پہلے چالیس سال جتنا فاصلہ طے کرنا پڑے گا۔“<sup>[۳]</sup>

قَالَ عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ إِنَّ إِذَا دَخَلُوهَا وَفِيهَا مَسِيرَةٌ سَبْعِينَ عَامًا فَإِذَا بَلَغُوا أَسْفَلَهَا زَقَرَتْ بِهِمْ جَهَنَّمُ.

علی ابن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ: جب جہنمی لوگ جہنم میں داخل ہوں گے تو انہیں دنیا کے ستر سال سفر جتنا فاصلہ طے کرنا پڑے گا اور جب وہ جہنم کی سب سے نیچلی وادی میں پہنچیں گے تو جہنم کی سخت اور بارعب آواز کا انہیں

[۱] تفسیر قمی جلد 2 صفحہ 82

[۲] جامع الاصول ابن اثیر، ج 11 صفحہ 138

[۳] جامع الاصول صفحہ 146

سامنا کرنا پڑے گا۔ [i]

مختصر یہ کہ جنت اور جہنم کی خصوصیات اور اوصاف میں سے ایک صفت اور خاصیت جس کے بارے میں احادیث میں بھی بیان ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی ان دو عظیم اور عجیب مخلوقات کی وسعت ہے۔

## فضل الہی اور عذاب الہی

بہشت اور اس کی ساری نعمتیں مومن اور نیک لوگوں کے لئے خداوند عالم کی رحمت اور فضل کی وجہ سے ہیں۔ البتہ جہنم اور اس کا عذاب گنہگاروں کے لئے ان کے دنیا میں کئے ہوئے بد اعمال اور بدنیتی کے سبب ہیں جن کی بنیاد خود انہوں نے دنیا میں رکھی تھی۔

اتجھے اور برے اعمال جو انسان دنیا میں انجام دیتا ہے وہ سب انسان کے ان اعضاء و جوارح کے ذریعے سے واقع ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے امانت کے طور پر ان کے وجود میں رکھا ہے اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ امانت کو اس کی اجازت اور اس کی رضا و خوشنودی کے مطابق استعمال کرے تو وہ وظیفہ شناس اور نیک افراد میں شامل ہوگا جو بھی اپنے وظیفہ پر عمل پیرا ہو رہا ہو اور اسی طرح اپنی مسئولیت کو ادا کر رہا ہو جس طرح مسئولیت کی ادائیگی کا حق ہے تو اسے اچھا انسان کہا جائے گا۔ لیکن وہ اپنی اس مسئولیت کی ادائیگی اور اپنے وظیفہ کی انجام دہی کے عوض انعام کے مطالبہ کا حق نہیں رکھتا۔ لہذا اگر کریم رب، باایمان اور نیک لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے تو یہ اضافی ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں وہ ان کی غلطیوں سے چشم پوشی کر کے انہیں معاف فرما کر بہشت میں اپنی تمام نعمتوں سے مستفید کرتا ہے لہذا یہ سب اس کے فضل و کرم کی وجہ سے ہوگا، اور خدا پر کسی طرح کے ان کے حق کی وجہ سے ایسا نہیں ہوگا۔ لیکن جو لوگ خدا کی عطا کردہ امانتوں میں خیانت کرتے ہیں اور اپنی مسئولیت پر عمل نہیں کرتے درحقیقت وہ اپنے اوپر موجود وظیفہ انجام نہیں دیتے اور خداوند عالم کی عطا کردہ طاقت سے ناجائز استفادہ کر کے اسے حکم پروردگار کے خلاف استعمال کرتے ہیں، ایسے لوگ امانت میں خیانت اور جرائم کے ارتکاب کے سبب اپنے اوپر سزا کا حق رکھتے ہیں۔

اہل بہشت کا فضل الہی کا حقدار ہونا اور اہل جہنم کا عذاب کا حقدار ہونا یہ دونوں ایسے مطالب ہیں جن کا تکرار بار بار قرآن و سنت میں ہوا ہے۔ ان دو گروہوں میں سے ہر ایک کے لئے بعض آیات اور احادیث کو بیان کی جا رہا ہے۔



رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، لوگوں میں سے کوئی بھی اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ وہاں موجود ایک شخص نے سوال کیا: یا رسول اللہ کیا آپ بھی؟ آنحضرت نے جواب میں فرمایا: میں بھی اپنے اعمال کی وجہ سے بہشت میں نہیں جاؤں گا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میرے شامل حال فرمائے اور مجھے اپنے فضل میں شامل کرے آنحضرت نے اپنے سراقدرس پر ہاتھ رکھ کر یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ [۱]

## اہل جہنم اور عذاب الہی

وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ذَلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ آيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ

لِّلْعَبِيدِ [۲]

”ان سے کہیں گے کہ اب جہنم کا مزہ چکھو اس لئے کہ تم نے پہلے ہی اس کے اسباب فراہم کر لئے ہیں اور خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے“

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ لَا يُفْتَرُونَ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ وَمَا

ظَلَمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ [۳]

- بیشک مجرمین عذاب جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ان سے عذاب منقطع نہیں ہوگا اور وہ مایوسی کے عالم میں وہاں رہیں گے اور ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا ہے یہ تو خود ہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَكَلَّمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةَ أَمْيِرًا وَ

قَارِيًا وَذَائِرَةً مِنْ الْبَالِ فَيَقُولُ لِلْأَمِيرِ يَأْمَنُ وَهَبَ اللَّهُ لَهُ سُلْطَانًا فَلَمْ يَعْدِلْ فَتَزْدَرِدُهُ كَمَا

يَزْدَرِي دُالْظَيْرُ حَبَّ السَّمْسِمِ وَتَقُولُ لِلْقَارِيِ يَأْمَنُ تَزِينُ لِلنَّاسِ وَبَارَ زَالَهُ بِالْمَعاصِي فَتَزْدَرِدُهُ

رُدَّهُ وَتَقُولُ لِلْغَنِيِّ يَأْمَنُ وَهَبَ اللَّهُ لَهُ دُنْيَا كَثِيرَةً وَاسِعَةً فَيَضَا وَسَأَلَهُ الْفَقِيرُ الْيَسِيرُ قَرْضًا

فَأَبَى إِلَّا بِخُلَا فَتَزْدَرِدُهُ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت میں جہنم کی آگ تین طرح کے لوگوں کے ساتھ بات کرے گی۔

[۱] تفسیر مجمع البیان جلد 4، ص 208

[۲] سورہ آل عمران آیت 181، 182

[۳] سورہ زخرف آیت 74، 75، 76

اول: حکمران

دوم: قاری قرآن اور اس کے احکامات کا جاننے والا

سوم: صاحب استطاعت مالدار۔

حکمران سے کہے گی: اے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے سلطنت اور حاکمیت عطا کی اور تم نے لوگوں کے ساتھ عادلانہ رفتار اختیار نہ کی۔ آگ اسے اس طرح سے نکل لے گی جس طرح پرندہ دانہ کو نگلتا ہے۔

قاری قرآن اور عالم دین سے کہے گی: اے وہ شخص جو خود کو لوگوں کے درمیان نیک اور پاک ظاہر کرتا تھا لیکن بارگاہ خداوندی میں گناہوں کا مرتکب ہوتا رہا۔ اسے بھی آگ اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔

اس کے بعد مالدار سے کہے گی: اے وہ شخص جسے پروردگار نے بہت سارا مال عطا فرمایا تھا اور کسی تنگدست نے تم سے جب تھوڑی سی رقم کا قرض کے عنوان سے مطالبہ کیا تو تم نے بخل کی وجہ سے اس کا مطالبہ رد کر دیا آگ اسے بھی نکل لے گی۔<sup>[۱]</sup>

وَسَيُقَ الْذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فَتَبَحَثُوا بِهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ. [۲]

اور کفار اختیار کرنے والوں کو گروہ درگروہ جہنم کی طرف ہنکایا جائے گا یہاں تک کہ اس کے سامنے پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس کے خازن سوال کریں گے کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے جو آیات رب کی تلاوت کرتے۔

وَسَيُقَ الْذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَىٰ الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلِّمْ عَلَيْكُمْ. [۳]

اور جن لوگوں نے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا انہیں جنت کی طرف گروہ درگروہ لے جایا جائے گا یہاں تک کہ جب اس کے قریب پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو اس کے خزانہ دار کہیں گے کہ تم پر ہمارا سلام ہو۔

## آیت میں موجود ”واو“ کا راز

ان دو آیات میں کفار کو جہنم کی جانب لے جانا اور ان کے لئے جہنم کے دروازوں کا کھل جانا، اسی طرح اتقوا اور نیکو

[۱] تحفہ صدوق صفحہ 111

[۲] سورہ زمر آیت نمبر 71

[۳] سورہ زمر آیت نمبر 73

کاروں کو بہشت کی جانب لے جانا اور ان کے لئے بہشت کے دروازوں کا کھل جانا، دونوں ایک ہی شکل و صورت میں ایک ساتھ بیان ہوئے ہیں البتہ دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ جہنم کے دروازوں کا کھل جانا لفظ ”واو“ کے بغیر آیا ہے اور بہشت کے دروازوں کا کھل جانا لفظ ”واو“ کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ یقیناً اس فرق میں کوئی راز ضرور ہوگا۔ اس راز کے بارے میں زنجشیری نے اپنی تفسیر میں اس طرح لکھا ہے:

**قیل ابواب جہنم لا تفتح الا عند دخول اهلها فيها و اما ابواب الجنة فمتقدم فتحها بدليل قوله تعالى ”جَنَّتْ عَدْنٌ مُّفْتَتِحَةً لَهُمُ الْاَبْوَابُ“ فلذالك حى بالواو كانه قيل حتى اذا جاؤها وقد فتحت ابوابها.**

”کہا گیا ہے کہ جہنم کے دروازہ اس وقت کھولے جائیں گے جب جہنمی اس میں داخل ہو رہے ہوں گے۔ لیکن بہشت کے دروازے خداوند عالم کے اس قول: ”بیشگی کی جنتیں جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہونگے“ [۱] کی دلیل سے پہلے ہی کھلے ہوں گے اسی وجہ سے ان کے کھلنے کو ”واو“ کے ساتھ لایا گیا ہے (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ) گویا قرآن مجید کہہ رہا ہو کہ اتقیا اور نیکو کار جب بہشت کی طرف جائیں گے تو اس کے سب دروازے کھلے ہوں گے۔ [۲] اہل جہنم کے ساتھ ”واو“ کا نہ ہونا اور اہل بہشت کے ساتھ ”واو“ کا ہونا ممکن ہے ان دونوں گروہوں میں سے ایک کے حقدار ہونے اور ایک کے فضل پروردگار کی وجہ سے ہونے کو بیان کر رہا ہو۔ گویا آیت کریمہ میں یہ بات بیان ہو رہا ہے کہ اہل جہنم نے اپنے بد اعمال اور گناہوں کی وجہ سے خود کو اتنا جہنمی اور عذاب کا حقدار بنا لیا ہے کہ جیسے ہی وہ جہنم کے دروازوں کے پاس پہنچیں گے خود بخود ان کے لئے جہنم کے دروازے کھل جائیں گے۔ لیکن اہل بہشت چونکہ خداوند عالم کے فضل و رحمت کی وجہ سے بہشتی ہوئے ہیں لہذا بہشت کے دروازوں کو بھی رحمت کے فرشتے رحمان پروردگار کے حکم سے ان کے لئے کھولیں۔

**وَأَزَلَّتْ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَوِينَ وَقِيلَ لَهُمْ آيِنَ مَا كُنْتُمْ**

**تَعْبُدُونَ** ○ [۳]

اور جس دن جنت پر ہیزگاروں سے قریب تر کر دی جائے گی اور جہنم کو گمراہوں کے سامنے کر دیا جائے گا اور

[۱] سورہ ص آیت 50

[۲] تفسیر کشاف جلد 3 صفحہ 411

[۳] سورہ شعراء آیت 90، 91، 92۔

جہنمیوں سے کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے۔

اس آیت کریمہ میں بہشت و جہنم کے لئے مختلف معانی پر مشتمل دو مختلف لغات استعمال ہوئی ہیں، یہ فرق بھی شاید فضل و کرم اور حق دار ہونے کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اس لئے کہ بہشت فضل پروردگار کی وجہ سے ہے، رحمت کے ملائکہ اسے اتفنیاء کے پاس لائیں گے تاکہ وہ اس میں داخل ہوں اور اس کی لامحدود نعمتوں سے استفادہ کریں۔ لیکن جہنم کا عذاب ان کا حق ہے اور اسے ان کے نزدیک لانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ قیامت کی طبیعت کا تقاضا ہے جو ”يَوْمَ تَنْبِلُ السَّمَاءُ آيًّا“ (جس دن رازوں کو آزمایا جائے گا۔ [۱])

اس وجہ سے غیب کے پردے خود بخود اٹھ جائیں گے اور جہنم اہل جہنم پر ظاہر ہو جائے گی۔

## نعمات بہشت اور عذاب جہنم کی کمیت اور کیفیت

عالم آخرت میں بہشت کی نعمتوں کی خصوصیات اور جہنم کی تکالیف، ان افراد کے لئے جو زندہ ہیں اور اس کائنات میں زندگی بسر کر رہے ہیں نہ تو درک ہو سکتی ہیں اور نہ ہی وہ قابل توصیف ہیں۔ کیونکہ دنیا میں لوگ ان نعمتوں اور سزاؤں کے بارے میں جانتے ہیں جن کا دنیا میں انہیں سامنا کرنا پڑتا ہے، یا وہ انہیں لمس کرتے ہیں یا پھر دوسروں کی زبانی سنتے اور اس کا تصور کرتے ہیں۔ لیکن عالم آخرت کی نعمتوں، عذاب اور ان کی لذتوں یا تکالیف کی کمیت و کیفیت اس کائنات کے مشہودات یا مسموعات کے ساتھ قابل قیاس نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ہم انہیں قیامت کی نعمتوں اور عذاب کے لئے معیار شفاعت قرار دے سکتے ہیں۔ بہشت اور جہنم کے بارے میں لوگوں کے فہم و ادراک کی نارسائی اور ان کے اندیشہ اور فکر کی کوتاہی مختلف تعبیرات سے قرآن و سنت میں بیان ہوئی ہے یہاں ان میں سے بعض کی جانب اشارہ کیا جا رہا ہے:

بہشت کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد پروردگار ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۗ جَزَاءً مِّمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۱﴾

پس کسی نفس کو نہیں معلوم ہے کہ اس کے لئے کیا کیا خفکی چشم کا سامان چھپا کر رکھا گیا ہے جو ان کے اعمال کی جزا

ہے۔

تفاسیر عامہ و خاصہ میں اس آیت کریمہ کے ذیل میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان ہوئی ہے:

عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: عَدْنٌ، دَارُ اللَّهِ الَّتِي لَمْ تَرَهَا عَيْنٌ وَلَمْ تَخْطُرْ عَلَى

[۱] سورہ الطارق آیت نمبر 9

[۲] سورہ سجدہ آیت 17



## قَلْبِ بَشَرٍ .

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”بہشت عدن رحمت پروردگار کا گھر ہے، ایسا گھر جسے نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا اور نہ ہی کسی دل نے اس کا خیال کیا ہوگا“۔ [۱]

وَعَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنِ الصَّادِقِ عَنِ آبَائِهِ عَنِ عَلِيِّ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ عُرْفًا يَرَى ظَاهِرَهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنَهَا مِنْ ظَاهِرِهَا يَسْكُنُهَا مِنْ أُمَّتِي مَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ وَأَطَعَمَ الطَّعَامَ وَأَفْشَى السَّلَامَ وَصَلَّى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامًا .

امام صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد سے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے اور آپؐ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”بہشت میں کچھ ایسے کمرے بھی ہیں جن کا باہر اندر سے اور اندر، باہر سے نظر آتا ہے۔ ان کمروں میں میری امت کے وہ لوگ رہیں گے جن کا کلام پاک ہو، جو بھوکوں کو کھانا کلاتے ہیں، بلند آواز سے سلام کرتے ہیں، اور رات کے آخری حصے میں جب تمام مخلوقات سوتی ہے تو وہ نماز شب ادا کرتے ہیں“۔ [۲]

## اہل بہشت کے چہروں کی تبدیلی

آج کے اس ترقی یافتہ دور میں بعض چیزوں کے ذریعے انسان کے چہرہ پر تبدیلی کر کے اسے ایک اور شکل دی جاتی ہے بعض اوقات بد صورتی کو بھی کم کیا جاتا ہے لیکن (اتنی ترقی کے باوجود) جیسا کہ ایک کپڑا اتار کر دوسرا کپڑا پہنتے ہیں اسی طرح انسان کی اصلی صورت کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن عامہ و خاصہ کی روایات کے مطابق بہشت میں یہ ناممکن کام اہل بہشت کے لئے قابل عمل اور ممکن ہوگا۔

عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ سُوقًا مَا فِيهَا شَرَاءٌ وَلَا بَيْعٌ إِلَّا الصُّورَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَإِذَا ائْتَتْهُ الرِّجُلُ صُورَةٌ دَخَلَ فِيهَا .

حضرت علی علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”بہشت میں ایک بازار ہے جس میں مردوں اور عورتوں کے چہروں کے علاوہ کوئی اور معاملہ نہیں ہوتا، جسے بھی جو چہرہ چاہیے ہوتا ہے وہ اسی بازار کی طرف رجوع

[۱] تفسیر صافی صفحہ 235

[۲] بحار جلد 3 صفحہ 325

کرتا ہے۔<sup>[۱]</sup>

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ سُوْقًا يَا تُونَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ فَتَهْبُ رِيحُ الشَّمَالِ فَتَحْتَوِي وَجُوهَهُمْ وَثِيَابَهُمْ فَيَزِدَا دُونَ حُسْنًا وَلَا جَمَالًا.

انس بن مالکؓ نے رسول خدا ﷺ سے نقل کیا ہے کہ ہے آپؐ نے فرمایا: ”بہشت میں ایک ایسا بازار ہے جس میں اہل بہشت ہفتہ میں ایک مرتبہ جاتے ہیں شمال کی ہوا ان کے چہرہ اور لباس کو لگتی ہے جس کی وجہ سے ان کے حسن میں اضافہ ہو جاتا ہے۔“<sup>[۲]</sup>

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَزِدَا دُونَ جَمَالًا وَحُسْنًا كَمَا يَزِدَا دُونَ فِي الدُّنْيَا قَبَاحَةً وَهَرَمًا.

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اس خدا کی قسم جس نے نبی اسلام ﷺ پر قرآن کو نازل فرمایا اہل بہشت کے حسن و جمال میں مسلسل اضافہ ہوگا، جس طرح دنیا میں لوگوں کی بد صورتی اور پیری میں اضافہ ہوتا ہے۔“<sup>[۳]</sup>

## اہل دنیا کی جہنم کے عذاب سے بے خبری

جس طرح آیات و روایات میں بیان ہوا ہے کہ دنیا میں لوگ بہشت کی خصوصیتوں اور اس کی نعمتوں کی کیفیت سے بے خبر ہوتے ہیں اسی طرح قرآن اور حدیث میں ہے کہ اہل دنیا جہنم اور اس کے عذاب کے بارے میں کوئی معلومات نہیں رکھتے۔

قائین کرام کی مزید آگاہی کے لئے یہاں ان آیات میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔

وَبَدَأَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَالَهُمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ○<sup>[۴]</sup>

”ان کے لئے خدا کی طرف سے وہ سب بہر حال ظاہر ہوگا جس کا یہ وہم و گمان بھی نہیں رکھتے تھے“

[۱] سفینۃ البحار جلد 2 (صور)، صفحہ 55۔ جامع الاصول جلد 11 صفحہ 144

[۲] جامع الاصول جلد 11 صفحہ 142

[۳] علم الیقین، صفحہ 103

[۴] سورہ زمر آیت 47

تَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْآفِئَةِ ۝ [۱]

یہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک چڑھ جائے گی۔

دنیاوی آگ صرف جسم کو جلاتی ہے لیکن جہنم کی آگ کا اثر دل پر بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ایک ہی جگہ جسم اور

جان (دونوں کو) جلا دیتی ہے

قِيلَ مَعْنَاهُ هَذِهِ النَّارُ تَخْرُجُ مِنَ الْبَاطِنِ إِلَى الظَّاهِرِ بِخِلَافِ نِيرَانِ الدُّنْيَا.

”کہا گیا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ قیامت کی آگ باطن سے شعلہ نکال کر ظاہر میں سرایت کر جاتی ہے۔ یہ

دنیاوی آگ کے برخلاف ہے کیونکہ دنیاوی آگ فقط جسم میں اثر کر کے ظاہر کو جلا دیتی ہے“۔ [۲]

جہنم کی آگ کا رنگ

دنیاوی آگ اور جہنم کی آگ میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ دنیاوی آگ کا رنگ سرخ ہوتا ہے لیکن عامہ و خاصہ کی

روایات کے مطابق جہنم کی آگ کا رنگ سیاہ ہوگا۔

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ ذَكَرَ النَّارَ فَقَالَ أَتَرَوْنَهَا حَمْرَاءَ مِثْلَ تَارِكُمُ هَذِهِ الَّتِي

تُوقِدُونَ إِنَّهَا لَأَشَدُّ سَوَادًا مِنَ الْقَارِ.

”رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی آگ کا نام لیا اور فرمانے لگے: ”کیا تم سمجھتے ہو کہ جہنم کی آگ کا رنگ تم دنیا میں جو

آگ جلاتے ہو اس کی طرح سرخ ہوگا؟ وہ آگ تار کول سے بھی زیادہ سیاہ ہے۔

امام سجاد علیہ السلام اپنے دعائیہ کلمات کے ذریعے بارگاہ الہی میں عرض کرتے ہیں:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ نَارٍ نُورُهَا ظِلْمَةٌ وَهَيْبَتُهَا أَلِيمٌ.

بارالہا! میں تجھ سے اس آگ سے پناہ چاہتا ہوں جس کا نور ظلمت اور جس کی نرمی اذیت کا باعث ہے“۔ [۳]

عالم آخرت میں جنت اور جہنم کا شعور

آخرت عالم زندگی اور حیات ہے اور وہاں موجود تمام موجودات کے پاس علم اور ادراک ہوگا۔ قیامت میں زمین

بات کرے گی اور جو کچھ اس پر واقع ہوا ہوگا اسے تفصیل سے بتائے گی، بہشت اور جہنم بھی دوزندہ اور سمجھ رکھنے والے

[۱] سورہ ہمزہ آیت 6، 7

[۲] تفسیر مجمع البیان جلد 9، 10 صفحہ 538

[۳] صفحہ سجاد یہ، دعا 32

موجودات ہیں نیز ان کی آنکھیں اور کان بھی ہیں۔ یہ تمام مطالب آیات اور روایات کے ضمن میں بھی بیان ہوئے ہیں۔

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعِدًّا فَلْيَتَّبِعُوا بَيْنَ عَيْنَيْ جَهَنَّمَ مَقْعَدًا قَبِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَهَا عَيْنَانِ؟ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَمَا سَمِعْتُمْ قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى "إِذَا رَأَيْتَهُمْ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا". [۱] يَخْرُجُ عَنْقُ مِنَ النَّارِ لَهُ عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَلسَانٌ يَنْطِقُ فَيَقُولُ وَكَلَّتْ يَمَنُ جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَلَهُمْ أَبْصَرُ بِهِمْ مِنَ الطَّيْرِ بِحُبِّ السَّمْسِمِ فَيَلْتَقِظُهُمْ فَيَجْلِسُ بِهِمْ فِي جَهَنَّمَ.

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو بھی جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی نسبت دے، تو (ایسے شخص) کی جگہ جہنم کی دو آنکھوں کے درمیان میں ہوگی۔ کسی نے پوچھا: کیا جہنم کی بھی دو آنکھیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا ہے: ”جب آتش جہنم ان لوگوں کو دور سے دیکھے گی تو یہ لوگ اس کے جوش و خروش کی آوازیں سنیں گے۔“ آگ سے ایک گردن بلند ہوگی جس میں دیکھنے والی آنکھیں، بولنے والی زبان، وہ کہے گی میں ان پر مامور ہوں جو خدا کے ساتھ کسی غیر کو شریک کرتے تھے۔ البتہ جہنم مشرکین کو پرندہ کے تل کے دانہ کو دیکھنے سے بھی زیادہ دیکھے گی۔ ان سب کو اہل محشر کی صفوں سے نکال کر انہیں جہنم میں لے جائے گی۔“ [۲]

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَجْعَلُ النَّارَ ..... ثُمَّ يُنَادِي أَنْ خُذِي أَصْحَابِكَ وَذُرِّي أَصْحَابِي قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَهِيَ أَعْرَفُ بِأَصْحَابِهِ مِنَ الْوَالِدَةِ بَوْلِهَا.

”خداوند عالم جہنم کو اس وضعیت میں برقرار رکھے گا جس میں اسے ہونا چاہئے، اس کے بعد منادی اسے صدا دے گا: اپنے لوگوں کو پکڑ لو اور میرے لوگوں کو چھوڑ دو۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جہنم اپنے لوگوں کے بارے میں ماں کے اپنے بچے کو جاننے سے بھی زیادہ باخبر ہے۔“ [۳]

مختصر یہ کہ آخرت عالم زندگی اور آگاہی ہے۔ اس عالم میں جو موجودات جمادات ہیں اور ان کے پاس ادراک نہیں ہے اس عالم (آخرت) میں ان کے پاس شعور اور فہم ہوگا۔ وہ دیکھیں گے، سنیں گے، تمیز دیں گے اور بات کریں گے۔

[۱] سورہ فرقان آیت 12

[۲] جامع الاصول جلد 11 صفحہ 148

[۳] تفسیر صافی صفحہ 340

عالم افسردہ نام آن جماد  
 حباد افسردہ بودہ ای اوستاد  
 باش تا خورشید حشر آید بہ میان  
 تا بسینی جنبش جسم جهان  
 مسردہ این سویںد آن سوزندہ اند  
 خامش ایجا آن طرف گویندہ اند

ترجمہ:

کائنات افسردہ ہے اس جماد کے نام سے، اور ہر منجمد افسردہ ہے اے داناتم دیکھتے رہو  
 کہ دنیا میں آخرت کا سورج ضرور طلوع ہوگا۔ تب تم کائنات کے تمام منجمد ذرات کو جاندار پاؤ گے۔  
 اس طرف مردہ اور اس طرف زندہ ہوں گے، اس جہاں میں خاموش ہیں لیکن آنے والے  
 جہان میں وہ بولیں گے۔

### اہل بہشت کا جہنم کو اور اہل جہنم کا بہشت کو دیکھنا

چونکہ انسانوں کو آزاد خلق کیا گیا ہے اس لئے وہ اپنی زندگی پاکیزگی اور طہارت کے ساتھ گزار سکتے ہیں، اس طرح وہ  
 سعادت کا راستہ اختیار کر کے جنت کی نعمتوں سے مستفید ہوں گے۔ نیز وہ ناپاکی اور بدبختی کے راستے پر چل کر خود کو جہنمیوں میں  
 بھی شامل کر سکتے ہیں۔ لہذا اس کائنات میں ہر انسان کے پاس دو طرح کے راستے ہیں ایک سعادت اور نیک بختی کا راستہ  
 دوسرا شقاوت اور بدبختی کا راستہ۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ چونکہ ہر انسان کی آخرت اس کی دنیا کا پلٹنا ہے لہذا یہ دونوں  
 راستے (سعادت اور شقاوت) بھی وہاں موجود ہوں گے۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ ان میں سے ایک ان کے دنیاوی اعمال کی  
 وجہ سے فعال ہوگا اور عملی صورت اختیار کرے گا اور دوسرا ان سے دور ہوگا۔

جالب بات یہ ہے کہ عامہ و خاصہ کی روایات کے مطابق جو بھی آخرت میں اپنے اعمال کی وجہ سے ثواب یا عذاب  
 میں سے کسی ایک تک رسائی حاصل کرے گا تو اسے اس کی دوسری جگہ بھی دکھائی جائے گی (جس میں وہ جاسکتا تھا لیکن  
 اپنے (نیک یا بد) اعمال کی وجہ سے وہ اس جگہ نہیں گیا) اس جگہ کو دیکھنے کے بعد اس شخص پر بہت گہرا اثر ہوگا۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَا خَلَقَ اللَّهُ خَلْقًا إِلَّا جَعَلَ لَهُ فِي الْجَنَّةِ مَنْزِلًا وَفِي النَّارِ مَنْزِلًا

فَإِذَا سَكَنَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ تَادِي مُنَادِيًا أَهْلُ الْجَنَّةِ أَشْرَفُوا فَيُشِيرُ فُونَ عَلَى النَّارِ وَ تَرْفَعُ لَهُمْ مَنَازِلَهُمْ فِي النَّارِ ثُمَّ يُقَالُ لَهُمْ هَذِهِ مَنَازِلُكُمْ الَّتِي لَوْ عَصَيْتُمْ رَبَّكُمْ دَخَلْتُمُوهَا فَلَوْ أَنَّ أَحَدًا مَاتَ فَرَحًا لَمَاتَ أَهْلُ الْجَنَّةِ ذَلِكَ الْيَوْمَ فَرَحًا بِمَا صَرَفَ عَنْهُمْ مِنَ الْعَذَابِ ثُمَّ يُنَادُونَ يَا مَعْشَرَ أَهْلِ النَّارِ اذْفَعُوا رُئُوسَكُمْ فَانظُرُوا إِلَى مَنَازِلِكُمْ فِي الْجَنَّةِ فَيَرْفَعُونَ رُئُوسَهُمْ فَيَنْظُرُونَ إِلَى مَنَازِلِهِمْ فِي الْجَنَّةِ مَا فِيهَا مِنَ النَّعِيمِ فَيُقَالُ لَهُمْ هَذِهِ مَنَازِلِكُمْ الَّتِي لَوْ أَطَعْتُمْ رَبَّكُمْ دَخَلْتُمُوهَا قَالَ فَلَوْ أَنَّ أَحَدًا مَاتَ حُزْنًا لَمَاتَ أَهْلُ النَّارِ ذَلِكَ الْيَوْمَ حُزْنًا.

حضرت امام صادق عليه السلام نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے کسی بھی انسان کو جنت اور جہنم (دونوں میں) اس کی جگہ کے بغیر خلق نہیں فرمایا ہے جس وقت اہل بہشت کو بہشت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں بھیجا جائے گا تو منادی اہل بہشت کو آواز دے گا: جہنم کی طرف دیکھو انہیں (جہنم میں) ان کا مقام دکھایا جائے گا اور کہا جائے گا: اگر تم دنیا میں معصیت اور گناہ کا راستہ اختیار کرتے تو آج تم ان منازل میں مقیم ہوتے۔ امام نے فرمایا: اگر خوشی کسی کی موت کا باعث بنتی تو اس روز اہل بہشت جہنم کے عذاب سے رہائی پانے کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے اس کے بعد اہل جہنم کو پکارا جائے گا: اپنا سر بلند کرو اور بہشت میں اپنی جگہ دیکھ لو۔ وہ بہشت میں اپنی منازل اور وہاں موجود نعمتوں کو دیکھیں گے، پھر ان سے کہا جائے گا: یہ تمہاری منزل ہے اگر تم دنیا میں خدا کی اطاعت کرتے تو تمہاری جگہ یہاں ہوتی۔ امام عليه السلام نے فرمایا اگر حزن و غم کسی کی موت کا باعث بنتا تو اس دن اہل جہنم غم کی شدت کی وجہ سے مر جاتے۔“ [۱]

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ أَهْلِ النَّارِ يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي فَيَكُونُ عَلَيَّ حَسْرَةً وَكُلُّ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ فَيَحْمَدُ اللَّهَ فَيَكُونُ لَهُ شُكْرًا.

پیغمبر اسلام نے فرمایا: ”اہل جہنم میں سے ہر شخص بہشت میں اپنی جگہ دیکھے گا، افسوس کرے گا۔ اے کاش میں ہدایت یافتہ ہوتا اور دنیا میں راہ حق پر چلتا اور اہل بہشت میں سے بھی ہر شخص جہنم میں اپنی جگہ کا مشاہدہ کرے گا حمد خدا بجا لائے گا اور شکر نعمت ادا کرے گا۔“ [۲]

[۱] عقاب الاعمال صفحہ 307

[۲] تفسیر درالمشور جلد 5 صفحہ 333

## نویں فصل

## اہل بہشت اور اہل جہنم کے حالات

وَنَادَى أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ ۝ [۱]

اور جنتی لوگ جہنمیوں سے پکار کر کہیں گے کہ جو کچھ ہمارے پروردگار نے ہم سے وعدہ کیا تھا وہ ہم نے تو پایا کیا تم نے بھی حسب وعدہ حاصل کر لیا ہے وہ کہیں گے بیشک۔

اس کائنات میں آج جو اچھے اور برے لوگ موجود ہیں وہ کل عالم آخرت میں اہل بہشت یا اہل جہنم ہوں گے البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ انسان جب تک اس کائنات میں زندگی بسر کر رہا ہے، اس کائنات کے طبعی قوانین اور طور طریقوں کا پابند ہے اور جیسے ہی وہ عالم آخرت میں قدم رکھے گا اسے اس عالم (آخرت) کے قوانین اور ضوابط پر چلنا ہوگا، یہاں تک کہ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ عالم آخرت کا نظام تکوینی اس کائنات کے قوانین اور طریقوں سے اتنا فرق رکھتا ہے کہ ہرگز ان دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ مقابلاً نہیں کیا جاسکتا۔ دنیاوی زندگی کے قوانین کے مطابق، انسان شکم مادر سے ضعیف اور ناتواں متولد ہو کر تدریجاً آہستہ آہستہ رشد اور تکامل کے مراحل طے کرتا ہے۔ لیکن عالم آخرت میں قوانین حیات مشیت پروردگار سے تبدیل ہوتے ہیں۔ اور انسان ابتدا ہی سے جوان اور طاقتور مٹی کے شکم سے باہر نکلتا ہے، میدان حشر میں قدم رکھتا ہے اور پھر اس کا محاسبہ کیا جاتا ہے۔

انسان اس دنیا میں مسلسل تبدیلی اور تغیر میں رہتا ہے وہ بچپن گزار کر نوجوانی میں قدم رکھتا ہے، نوجوانی کے چند سال گزارنے کے بعد جوان ہو جاتا ہے، اس کے بعد بوڑھا ہو کر آخر کار موت کے آنے سے اس دنیا سے کوچ کر جاتا ہے لیکن عالم آخرت میں وہ ثابت اور غیر متغیر وضعیت کا حامل ہوگا اس پر ضعف اور سستی اثر نہیں کرے گی، بوڑھا نہیں ہوگا اور نہ ہی موت اس کی زندگی کو ختم کر پائے گی۔ وہاں انسان کو ابدی عمر اور ہمیشہ کی زندگی عطا کی جائے گی۔ مختصر یہ کہ اہل بہشت اور اہل جہنم کی عالم آخرت میں زندگی ایسی خصوصیات کی حامل ہوگی جن کا انسان کی موقت دنیاوی زندگی سے بہت فرق ہوگا۔ چونکہ اس فصل کا

[۱] سورہ اعراف آیت 44

تعلق اہل بہشت اور اہل جہنم کے اوضاع اور حالات کو بیان کرنا ہے لہذا ضروری ہے کہ قارئین کرام کی مزید آگاہی کے لئے عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیان موجود فرق کے بارے میں وضاحت بیان کی جائے۔

## عالم دنیا اور عالم آخرت میں فرق

1۔ دنیا جنگ و جدل کا میدان اور عالم آکل و ماکول (وہ عالم جس میں کوئی کھاتا ہے تو کوئی کھایا جاتا) ہے۔ اس کائنات کی ساری مخلوقات ایک دوسرے کا ضد، ایک دوسرے کے مقابل اور ایک دوسرے کی نابودی کا باعث ہے۔ یہاں موجود ہر چیز اپنے ضد کو ختم کر کے اسے اپنی غذا بنا لیتی ہے۔ اسی وجہ سے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب کے سب فنا ہو جائیں گے۔ نہ تو یہ دنیا باقی رہے گی اور نہ ہی اس میں موجود اشیاء ابدی اور ہمیشہ کے لئے ہیں۔

وہ جانی پر شود از حنا رخس  
آتشى محوش کند در یک نفس  
زانکہ تو ہم لقمہ ای ہم لقمہ خوار  
آکل و ماکول ای جان ہوش دار  
سرنگی اندر شکار کرم بود  
گر بہ فرصت یافت آن را در ر بود  
آکل و ماکول بود آن بی خبر  
در شکار خود ز صیاد دگر  
گر حشیش آب ضلالی می خورد  
معدہ حیوانش در پی می سپرد  
آکل و ماکول آمد آن گیاه  
بہچنین ہر ہستی غنیر الہ  
آکل و ماکول ایمن بود  
زا کلی کاندہ کسین ساکن بود

ترجمہ:



یہ پوری کائنات مٹی کا ڈھیر بن جائے گی، ایک ہی سانس میں آگ اسے ختم کر دے گی۔ اے انسان تم ہوشیار رہو کیونکہ تم لقمہ کھاتے بھی ہو اور خود بھی کسی کا لقمہ ہو۔ پرندے، کیڑے مکوڑوں کی تلاش میں ہوتے ہیں، اور جب بلی کو موقع ملتا ہے تو وہ پرندہ کو کھا لیتی ہے۔ اے بے خبر وہ کھاتی ہے اور کبھی خود خوراک بن جاتی ہے، خود شکار کے پیچھے ہے اور کبھی خود شکار ہو جاتی ہے۔ اگر گھاس پانی پیتے ہیں تو خود بھی حیوانات کی خوراک بن جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ گھاس کبھی کھاتا ہے تو کبھی خود کھایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام چیزیں اسی طرح ہیں۔

خداوند قدوس کے علاوہ ہر چیز کبھی شکار کرتی ہے تو کبھی خود دوسروں کا شکار ہو جاتی ہے وہ اس کھانے والے سے محفوظ نہیں جو مخفی ہوتا ہے۔

## انسان کی ظاہری اور باطنی جنگ

انسان جو کہ اس عالم طبعیت کی موجودات میں سے ایک ہے یہ بھی اس عالم کی دیگر مخلوقات کی طرح ہمیشہ مختلف قسم کی کشمکش اور مختلف جنگ و جدال میں مصروف رہتا ہے۔ البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ انسان کو جن جنگوں کا سامنا ہے ان کی سطح بہت وسیع ہے اور ان کا انحصار صرف امور مادی، طبعی اور حیوانی جنگوں کے ساتھ نہیں ہے بلکہ وہ معنوی اور روحانی اعتبار سے بھی باہر کی طرح اپنے اندر کے ساتھ ہمیشہ جنگ و جدال میں مصروف رہتا ہے۔ ایک طرف ان کی سلامتی کو مرض، ان کی قوت کو کمزوری ان کی جوانی کو پیری، ان کے اطمینان کو اضطراب، ان کی امید کو ناامیدی اور ان کی خوشی کو غم میں تبدیل ہونے کا خوف رہتا ہے تو دوسری طرف ان کا ایمان کفر کے ساتھ، ان کی توحید شرک کے ساتھ، ان کے فضائل، رذائل کے ساتھ، ان کا خلوص خواہشات نفسانی کے ساتھ اور ان کی انسانیت حیوانیت کے ساتھ ہمیشہ جنگ و جدال میں مصروف رہتے ہیں۔

این جهان جنگ است چون کل بنگری

ذره ذره بپجو دین با کافسری

جنگ فعلی جنگ طبعی جنگ قول

دمیان جزو ہا حسرتی است ہول

ہر خیالی را خیالی می خورد

فکر آن فکر دگر را می سپرد

پس بنای حلق بر اضداد بود  
لاحسرم جسنگی شدند از ضر و سود

ترجمہ:

اگر تم کلی طور پر اس دنیا کو دیکھو تو یہ پوری دنیا جنگ ہے۔ اس کا ہر ذرہ ایسے ہے جیسے دین اور کافر ہوتے ہیں۔ یہاں کہیں جنگ فعلی ہے، تو کہیں جنگ طبعی اور جنگ قوی۔ ہر خیال کو ایک اور خیال کھاتا ہے۔ ایک فکر، دوسری فکر کو کھاتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام مخلوقات کی بنیاد ایک دوسرے کے ضد پر ہے تو یقیناً نفع اور نقصان کے لحاظ سے سب ایک قسم کی جنگ میں مصروف ہیں۔

## نظام تکوینی اور تشریحی میں مشکلات اور پریشانیاں

انسان کو اس طرح خلق کیا گیا ہے کہ جب تک وہ زندہ ہے اور اضداد پر مشتمل کائنات میں زندگی بسر کر رہا ہے ہمیشہ مشقت اور پریشانی میں گرفتار رہتا ہے اور کبھی بھی اسے سختیوں اور پریشانیوں سے نجات نہیں ملتی نہ ہی وہ کائنات کے تکوینی تضاد کو دور کر کے کائنات کے نظام میں تبدیلی لانے کی قدرت رکھتا ہے اور نہ ہی وہ اپنی حالت کو تبدیل کر کے خود کو دنیا کی تکلیفوں سے چھٹکارا دلا سکتا ہے۔ قرآن مجید انسان کے بارے میں فرماتا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝۱۱

”ہم نے انسان کو مشقت میں رہنے والا بنایا ہے“

عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: دَارٌ بِالْبَلَاءِ مَحْفُوفَةٌ وَبِالْغَدْرِ مَعْرُوفَةٌ. ۱۲

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ”دنیا ایسا گھر ہے جسے بلاؤں اور آفات نے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے اور اس کی پہچان مکر و فریب سے ہے“۔

انسان کے لئے اس عالم میں مشقت اور سختی صرف اس کے تکوینی پہلو کے ساتھ منحصر نہیں ہے، بلکہ وہ تشریحی لحاظ سے بھی زحمت اور تکالیف میں مبتلا رہتا ہے۔ کیونکہ دینی وظائف کو انجام دینا سنگین وزن ہے اور اس کی ادائیگی سختی کو برداشت کرنے سے ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے وظائف شرعیہ کو تکلیف کہا گیا ہے، کیونکہ اسے تکلیف اور بے رغبتی کے ساتھ

[۱] سورہ بلد آیت 4

[۲] نہج البلاغہ خطبہ 226

انجام دیا جاتا ہے۔

**قَالَ عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: وَاعْلَمُوا أَنَّهُ مَا مِنْ طَاعَةِ اللَّهِ شَيْءٍ إِلَّا يَأْتِي فِي كُرْهِهِ وَمَا مِنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ شَيْءٍ إِلَّا يَأْتِي فِي شَهْوَةٍ.**

”تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی بھی ایسی اطاعت نہیں ہے جو بے رغبتی کے ساتھ انجام نہ دی جائے۔ اور کوئی بھی خدا کی نافرمانی پر مشتمل کام نہیں ہے جسے رغبت اور شہوت کے ساتھ انجام نہ دیا جائے“۔<sup>[۱]</sup>

## نظام تکوینی اور تشریحی میں مشکلات اور سختیوں کے فائدے

اگر کوئی پوچھے کہ نظام تکوینی اور تشریحی میں سختیوں اور مشکلات کا ہونا کیوں ضروری ہے اور اس سے انسان کو کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟

اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ سختیوں اور تکالیف کا سرچشمہ مخالفت اور تضاد ہے نظام تکوینی اور تشریحی میں ضد ترقی اور کمال کے معراج طے کرنے کا باعث بنتا ہے۔ انسان جتنا زیادہ ضد سے صحیح استفادہ کرے گا اسی مقدار سے وہ کمال معنوی اور کمال مادی تک رسائی حاصل کر سکے گا۔

مثال:

نظام تکوینی میں بیماری انسان کی تندرستی کی ضد ہے۔ جس کی وجہ سے اسے ناراحتی اور مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بیماری انسان کی زندگی کو تلخ اور ناگوار بنا دیتی ہے، اور یہی بیماری بعض اوقات اس کی موت کا باعث بنتی ہے۔ جس کے سبب سمجھدار انسان مرض کا علاج، معالجہ تلاش کرنے لگے، انہوں نے علم کے حصول کے لئے کوششیں کیں، تحقیق کی، بیماریوں کی شناخت اور ان کے علاج، معالجہ کے لئے بھی بہت کوششیں کیں، جس کی وجہ سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ علم طب میں بہت ترقی ہوئی، اور آج انہوں نے علم طب میں کمال کے درجہ تک رسائی حاصل کر لی ہے۔

نظام تشریحی میں بھی خواہشات نفسانی کی آزادی، انسان کی روح کے کمال تک پہنچنے اور اخلاقی کرامات کے ساتھ تضاد رکھتی ہے۔ جو چاہتا ہے کہ انسان ہو، انسانوں کی طرح زندگی گزارنے اور انسان ہو کر مرے اسے چاہیے کہ اپنی خواہشات میں میانہ روی سے کام لے، اخلاقی فسادات اور درندہ صفوں سے پرہیز کرے اور خود کو اوصاف حمیدہ اور انسانی صفات سے مزین کرے لوگوں کو انبیاء کرام کے آئین نے سکھایا ہے کہ یہ کامیابی انہیں ایمان اور فرائض کی ادائیگی اور محرّمات

[۱] یعنی انسان خدا کے احکامات کو اپنی رغبت اور دلچسپی سے انجام نہیں دیتا اور اگر کوئی خدا کی نافرمانی پر مشتمل کام ہو تو اسے انسان خوشی اور دلچسپی کے ساتھ انجام دیتا ہے (مترجم)

سے دوری کی تکلیف اور مشقت کو برداشت کرنے سے حاصل ہوگی۔ انسان کے پاس جتنا ایمانی سرمایہ زیادہ ہوگا، جتنا وہ اپنے دینی فرائض پر عمل کرے گا اور اس کی تکلیف کو جتنا برداشت کرے گا اسی مقدار میں وہ کمال کے درجات زیادہ طے کر کے انسانیت کے عالی درجات تک رسائی حاصل کر لے گا۔ مختصر یہ کہ اس فانی دنیا کی بنیاد نظام تضاد پر رکھی گئی ہے اور اس عالم کی تمام موجودات ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ حالت جنگ و جدال میں رہتی ہے۔ اسی تضاد کی وجہ سے انسان کو تکلیف اور مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور دوسری طرف (یہی تضاد) انسان کے لئے کمال تک رسائی کا سامان مہیا کرتا ہے۔ لیکن عالم آخرت میں نظام تکوینی اور خلقت کی بنیاد تضاد پر نہیں رکھی گئی، اس جہان کی مخلوقات ایک دوسرے کے ساتھ جنگ و جدال میں مصروف نہیں رہتی اور ایک دوسرے کے لئے ہلاکت کا سامان مہیا نہیں کرتی، اس وجہ سے آخرت دار خلود اور عالم جاودانی ہے اور وہاں کی موجودات ابدی ہے، چونکہ وہاں موت کی رسائی نہیں ہو سکتی اس لئے وہاں موجود مخلوق فنا نہیں ہوگی۔ قرآن مجید اہل بہشت کی حیات جاودانی کے سلسلہ میں فرماتا ہے:

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۝۱۱۱

”اور وہاں پہلی موت کے علاوہ کسی موت کا مزہ نہیں چکھنا ہوگا۔“

عالم آخرت میں نہ فقط موت نہیں ہوگی بلکہ بعض تبدیلیاں جو دنیا میں تقابل اور تضاد کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہیں وہ بھی آخرت میں ظاہر نہیں ہوگی۔ من جملہ قرآن مجید اہل بہشت کے لئے گرمی اور سردی کے سلسلہ میں فرماتا ہے:

لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمَهْرِيْرًا ۝۱۱۲

”نہ آفتاب کی گرمی دیکھیں گے اور نہ سردی“

آن جہان جز باقی و آباد نیست

زانکہ ترکیب وی از اضداد نیست

نفی ضد کرد از بہشت بی نظیر

کہ نباشد شمس و ضدش زمہریر

مقصود اشعار:

وہ عالم ہمیشہ باقی اور آباد رہے گا کیونکہ وہ اضداد سے مل کر نہیں بنا۔ بہشت اپنی ضد (یعنی

[۱] سورہ دخان آیت نمبر 56

[۲] سورہ انسان آیت 13

جہنم) کی نفی کرتی ہے (یعنی اہل جنت پر عذاب اور سختی ہو یہ ممکن نہیں ہے) جیسا کہ سورج کے ہوتے ہوئے اندھیرے کا تصور نہیں جاسکتا۔

## بہشت میں پریشانیوں کا نہ ہونا

عامہ و خاصہ کی متعدد روایات کے ضمن میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ بہشت میں تکالیف اور مشقت نہیں ہوگی۔ وہاں کی نعمتیں پریشانیوں کے ذریعے حاصل نہیں ہوں گی اور اہل بہشت دنیا میں جن متضاد تکلیف دینے والی تبدیلیوں میں مبتلا تھے وہاں وہ بھی نہیں ہوں گی۔

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَحْيَوْنَ فَلَا يَمُوتُونَ أَبَدًا وَ يَسْتَيْقِضُونَ فَلَا يَنَامُونَ أَبَدًا وَ يَسْتَعْمُونَ فَلَا يَفْتَقِرُونَ أَبَدًا وَ يَفْرَحُونَ فَلَا يَحْزَنُونَ أَبَدًا وَ يَضْحَكُونَ فَلَا يَبْكُونَ أَبَدًا وَ يُكْرَمُونَ فَلَا يِهَانُونَ أَبَدًا. [۱]

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ”اہل بہشت زندہ ہیں اور ہرگز انہیں موت نہیں آئے گی، وہ ہمیشہ بیدار ہیں انہیں ہرگز نیند نہیں آتی، وہ ہمیشہ بے نیاز رہتے ہیں اور کبھی بھی وہ محتاج نہیں ہوتے، وہ ہمیشہ خوش رہتے ہیں اور کبھی بھی غمگین نہیں ہوتے، ان کے لب ہمیشہ مسکراتے ہیں وہ کبھی بھی گریہ نہیں کرتے، ہمیشہ ان کا احترام کیا جاتا ہے کبھی انہیں ذلت و خواری کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔“

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَنَادِي مُنَادٍ إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا وَلَا تَمُوتُوا أَبَدًا وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوا فَلَا تَسْقُمُوا أَبَدًا وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشَبُّوا فَلَا يَهْدَمُوا أَبَدًا وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوا فَلَا تَبْأَسُوا أَبَدًا.

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس وقت اہل بہشت، جنت میں داخل ہوں گے تو ایک منادی صدا دے گا: اللہ تعالیٰ کا تمہارے لئے فیصلہ یہ ہے کہ تم ہمیشہ زندہ رہو اور کبھی بھی تمہیں موت نہ آئے، ہمیشہ سلامتی کی نعمت سے بہرہ مندر رہو اور کبھی بھی تم بیمار نہ ہو جاؤ ہمیشہ جوان رہو اور کبھی بھی بوڑھے نہ ہو جاؤ، ہمیشہ نعمتوں سے استفادہ کرو اور غم سے ہمیشہ کے لئے محفوظ رہو۔“ [۲]

[۱] الحلی الاخبار صفحہ 429

[۲] جامع الاصول ابن اثیر، جلد 11 صفحہ 154

## جہنم میں عذاب کا کم نہ ہونا

عالم آخرت میں عذاب میں مبتلا لوگ بھی اس عالم کے قوانین تکوینی اور دائمی طور طریقوں میں شامل ہوں گے، اہل بہشت کی طرح ان کی وضعیت ہمیشہ کے لئے ثابت رہنے والی ہوگی ان کو نہ موت آئے گی اور نہ ہی ان کے درد میں کمی ہوگی، نہ وہ بے ہوش ہوں گے اور نہ ہی انہیں نیند آئے گی۔ جس طرح اہل بہشت ہمیشہ خوش رہنے والے ہیں اسی طرح اہل جہنم کا عذاب بھی ہمیشہ کے لئے ہوگا۔

قرآن مجید اہل جہنم کی دائمی زندگی اور ان کے مسلسل عذاب کے بارے میں فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۖ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ

عَذَابِهَا ۝ [۱]

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لئے آتش جہنم ہے اور نہ ان کی قضا ہی آئے گی کہ مر جائیں اور نہ عذاب ہی میں کوئی تخفیف کی جائے گی۔

## جہنم سے چھٹکارا

اس نکتہ کی یاد دہانی بھی ضروری ہے کہ اتقیا اور نیک افراد کے لئے بہشت ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے جو بھی اس رحمت کے مرکز تک رسائی حاصل کر کے جنت میں قدم رکھے گا وہ ہمیشہ کے لئے وہاں رہے گا اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے استفادہ کرے گا۔ لیکن جہنم اکثر گناہگاروں کے لئے موقت جگہ ہے، وہاں انہیں معین مدت تک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور جب وہ گناہوں سے پاک ہو جائیں گے اور ان سے گناہ کا داغ مٹ جائے گا تو وہ جہنم سے نکل کر بہشت میں جائیں گے۔ جہنم سے گناہگار افراد مختلف طریقوں سے باہر نکلیں گے بعض افراد اپنی سزا کے تمام ایام جہنم میں گزار کر مقررہ مدت ختم ہونے کے بعد آزاد ہوں گے بعض اپنی سزا کے ایام ختم ہونے سے قبل ہی شفیعوں کی شفاعت میں شامل ہو کر آزاد ہو جائیں گے، بعض عفو الہی میں شامل ہو کر خداوند عالم کی وسیع رحمت کے زیر سایہ جہنم سے خارج ہوں گے۔ بعض کو ابتدا ہی سے ایسی جگہ وقتی طور پر قید کیا جائے گا جہاں آگ نہیں ہوگی اور پھر تھوڑے عرصہ بعد انہیں وہاں سے آزاد کیا جائے گا۔ یہ تمام مطالب خاصہ و عامہ کی متعدد روایات میں موجود ہیں، یہاں بطور نمونہ چند احادیث کو ذکر کیا جا رہا ہے:

فِيمَا كَتَبَ الرَّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلْبَامُونِ وَ مُذْنِبُوا أَهْلَ التَّوْحِيدِ يَدْخُلُونَ النَّارَ وَ يَخْرُجُونَ

## مِنْهَا وَالشَّفَاعَةُ جَائِزَةٌ لَهُمْ.

اپنے ایک مکتوب میں امام رضا علیہ السلام نے جو مطالب مامون کو لکھے تھے ان میں یہ کلمات بھی تھے۔ ”وہ گناہگار جو موحد ہیں آگ میں جائیں گے لیکن توحید کی وجہ سے آگ سے باہر آئیں گے اس گروہ کے لئے شفیعوں کی شفاعت اور رضائے الہی دونوں شامل ہوں گی۔ یعنی ممکن ہے وہ شفاعت کے وسیلہ جہنم سے نجات پالیں“۔ [۱]

## عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ قَوْمٌ بِالشَّفَاعَةِ.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت میں کچھ لوگ شفاعت کے ذریعے جہنم سے خارج ہوں گے اور ان کی سزا معاف کی جائے گی“۔ [۲]

## محبت اہلبیت علیہم السلام

قَالَ رَجُلٌ لِامْرَأَتِهِ إِذْ هَبَّتْ إِلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَلَيْهَا عَيْنِي أَنَا مِنْ شِيعَتِكُمْ فَسَأَلْتُهَا فَقَالَتْ قَوْلِي إِنْ كُنْتَ تَعْمَلُ بِمَا أَمَرَ نَاكَ وَتَنْهَى عَمَّا زَجَرْنَاكَ فَأَنْتِ مِنْ شِيعَتِنَا وَإِلَّا فَلَا فَرَجَعْتُ وَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ يَا وَيْلَا وَمَنْ يَنْفِكُ مِنَ الذُّنُوبِ وَالْخَطَايَا فَأَنَا إِذَا خَالِدٌ فِي النَّارِ فَرَجَعَتِ الْمَرْءَةُ فَقَالَتْ لِفَاطِمَةَ قَوْلِي لَهُ لَيْسَ لِهَكَذَا إِنَّ شِيعَتَنَا مِنْ خِيَارِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَكُلُّ مُحِبِّينَا إِذَا خَالَفُوا أَوْ أَمَرْنَا وَنَوَاهَيْنَا لَيْسُوا مِنْ شِيعَتِنَا وَهُوَ مَعَ ذَلِكَ فِي الْجَنَّةِ بَعْدَ مَا يَطْهَرُونَ مِنْ ذُنُوبِهِمْ بِالْبَلَايَا وَالزَّرَايَا. أَوْ عَرَصَاتِ الْقِيَامَةِ بِأَنْوَاعِ شِدَائِدِهَا أَوْ فِي الطَّبَقِ الْأَعْلَى فِي جَهَنَّمَ بَعْدَ إِهْبَائِهَا إِلَى أَنْ يَسْتَنْقِذَهُمْ بِحُبِّينَا مِنْهُمْ أَوْ نَنْقُلَهُمْ بِحَفْرَتِنَا. [۳]

ایک شخص نے اپنی اہلیہ سے کہا: تم حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے میرے بارے میں پوچھو کہ کیا میں ان کا شیعہ ہوں؟ عورت حضرت زہراء علیہا السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے شوہر کا سوال ان کے سامنے پیش کیا۔ بی بی نے اس کے سوال کے جواب میں فرمایا: اسے (اپنے شوہر کو) کہہ دو اگر تم ان باتوں پر عمل

[۱] بحار الانوار جلد 3 صفحہ 301

[۲] جامع الاصول جلد 11 صفحہ 164

[۳] لالی اخبار صفحہ 485

کرتے ہو جن کا ہم نے حکم دیا ہے اور ان باتوں سے پرہیز کرتے ہو جن سے ہم نے روکا ہے تو ہمارے شیعہ ہو اور اگر ایسا نہیں کرتے تو ہمارے شیعہ نہیں ہو۔ عورت نے اپنے شوہر کے پاس آ کر حضرت صدیقہ طاہرہ علیہا السلام کا جواب اس کے سامنے بیان کر دیا جسے سن کر شوہر کہنے لگا: مجھ پر افسوس ہے کیونکہ میں گناہوں سے پاک نہیں لہذا ضرور مجھے عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ عورت دوبارہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور جو کچھ اس کے شوہر نے کہا تھا سب بی بی کے سامنے بیان کیا۔ جناب صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: ”جا کر اپنے شوہر سے کہو ایسا نہیں ہے جیسا تم گمان کر رہے ہو ہمارے سچے شیعہ اہل بہشت کے ممتاز اور برگزیدہ افراد میں سے ہیں۔ لیکن جو ہمارے محب اور ہم سے محبت کرنے والے کسی گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں اور ہمارے اوامر اور نواہی کی مخالفت کرتے ہیں، حالانکہ وہ شیعہ نہیں ہیں پھر بھی بہشت میں جائیں گے۔ لیکن گناہوں سے پاک ہونے کے بعد اور ان کا گناہوں سے پاک ہونا اس طرح ہوگا کہ یا وہ دنیا کے مصائب اور بلاؤں میں مبتلا ہوں گے یا محشر کی سختیاں انہیں پاک کر دیں گی یا پھر انہیں جہنم کے سب سے پہلے طبقہ (یعنی سب سے کم سزا والی جگہ) میں عذاب دیا جائے گا۔ تاکہ خداوند عالم ان کو حب اہل بیت (علیہم السلام) کی وجہ سے عذاب سے نجات دے۔ یا ہم خود اپنے محبوبوں کو اپنے پاس بلا لیں۔“

**عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ : أَصْحَابُ الْحُدُودِ فُسَّاقٌ لَا مُؤْمِنُونَ وَلَا كَافِرُونَ وَلَا يَخْلُدُونَ فِي النَّارِ وَ يَجْرُجُونَ مِنْهَا يَوْمًا وَ الشَّفَاعَةُ جَائِزَةٌ لَهُمْ. [۱]**

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ”وہ لوگ جو ایسا گناہ انجام دیتے ہیں جو حدود شرعی رکھتا ہو، وہ فاسقوں کی صف میں ہیں۔ نہ وہ نیک مؤمنین میں سے ہیں اور نہ ہی اسلام سے خارج کفار ہیں وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رہیں گے بلکہ ایک دن اس سے خارج ہوں گے، علاوہ ازیں ممکن ہے کہ شفاعت ان کے شامل حال ہو اور وہ معین وقت سے پہلے ہی عذاب سے نجات پالیں۔“

## جہنمیوں کی نجات

بعض روایات کے مطابق اہل عذاب کے عذاب سے نجات پانے کے علاوہ بھی پروردگار عالم کا عفو و مغفرت بہت سے جہنمیوں کے شامل حال ہوگا۔ اور وہ مقررہ مدت سے پہلے ہی عذاب سے نجات پالیں گے اور بخشے جائیں گے۔ جس کی وجہ سے انہیں جہنم سے چھٹکارا ملے گا۔

**عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَّغَ اللَّهُ مِنْ**



الْقَضَاءِ بَيْنَ الْخَلْقِ أَخْرَجَ كِتَابًا مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ إِنَّ رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي وَ أَنَا أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً أَوْ قَبْضَتَيْنِ فَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ خَلْقٌ كَثِيرٌ لَمْ يَعْمَلُوا خَيْرًا مَكْتُوبٌ بَيْنَ أَعْيُنِهِمْ عِتْقَاءُ اللَّهِ.

ابن عباسؓ نے رسول خدا ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”جس وقت قیامت میں اللہ تعالیٰ مخلوقات کے درمیان فیصلہ سے فارغ ہو جائے گا تو عرش کے نیچے سے ایک کتاب باہر نکالے گا جس میں لکھا ہوگا کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے اور میرا عفو اور تفضل ہر بخشنے والے اور صاحب فضل سے زیادہ ہے پس ایک یا دو مرتبہ رحمت کے غلبہ کی وجہ سے بہت سے ایسے لوگ جنہوں نے اپنی پوری زندگی میں کوئی خیر کا عمل ہی انجام نہ دیا ہوگا آگ سے باہر نکلیں گے اور اس گروہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا: ”خداوند عالم کے آزاد کردہ“۔ [۱]

## بغیر آگ کی سزا

بعض گناہگاروں کی سزا صرف مدت معین تک قید میں رہنا ہوگی اور وہ اس مدت کے گزرنے کے بعد آزاد ہو جائیں گے۔ اس گروہ کے بارے میں جو حدیث بیان ہوئی ہے اس میں جہنم اور آگ کا تذکرہ نہیں ملتا معلوم ہوتا ہے کہ انہیں جہنم کے علاوہ کسی اور جگہ قید میں رکھا جائے گا۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ لِيُحْبَسَ عَلَى ذَنْبٍ مِنْ ذُنُوبِهِ مِائَةَ عَامٍ إِنَّهُ لَيَنْظَرُ إِلَى آزْوِاجِهِ فِي الْجَنَّةِ يَتَنَعَّمَنَ.

امام صادقؑ نے رسول خدا ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”بندہ اپنے ایک گناہ کی وجہ سے سو سال تک قید کیا جائے گا اور وہ قید خانہ میں اپنے اہل خانہ کو دیکھے گا کہ وہ بہشت کی نعمتوں سے استفادہ کر رہے ہیں“۔ [۲]

وہ گروہ جن کے لئے جہنم ہمیشہ رہنے کا مقام ہے اور ہمیشہ وہاں ان پر عذاب رہے گا، وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں خود کو جہنمی بنایا ہوگا اور اپنی زندگی شرک، کفر، پلیدی، فساد اور دیگر ناپسندیدہ کاموں میں گزاری ہوگی۔ اس طرح کے گروہ کی جہنم وہی ان کے بد اعمال اور بد نیتیں ہیں جنہیں انہوں نے اپنے اندر رکھا تھا اور آج وہ مجسم صورت اختیار کر چکی ہیں۔ اس لئے نہ تو وہ خود جہنم سے نجات پاسکتے ہیں اور نہ ہی جہنم انہیں چھوڑے گی۔

[۱] تفسیر درالمشور جلد 3 صفحہ 6

[۲] کافی جلد 2 صفحہ 272

## خلاصہ:

عالم آخرت میں اہل بہشت اور اہل جہنم کی سب سے پہلی صفت ان کا ہمیشہ کے لئے زندہ رہنا ہے، وہاں انہیں تزام و تضاد، جنگ و جدال، کمزوری اور بیماری، بوڑھا ہونے یا بد صورت ہو جانے، یہاں تک کہ انہیں موت کا بھی سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ اور انسان وہاں ہمیشہ کے لئے رہے گا۔

## آخرت میں اعمال کا کردار

جس عالم میں اس وقت ہم زندگی بسر کر رہے ہیں یہ تکلیف کا گھر اور خود سازی کی کلاس ہے۔ یہاں کچھ لوگ انبیاء کرام کی پیروی کرتے ہوئے، اور آسمانی تعلیم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے پاکیزگی اور نیکی کا راستہ اختیار کرتے ہیں اس طرح وہ تدریجاً کمال کے مدارج طے کرتے ہیں، خود کو اہل بہشت کے اوصاف سے آراستہ کر کے اپنے لئے سعادت ابدی حاصل کر لیتے ہیں۔

کچھ لوگ شہوات اور خواہشات نفسانی کی پیروی کے ذریعہ حق و سچ کا راستہ ترک کر دیتے ہیں، پاکیزگی اور فضیلت کے راستے سے منحرف ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ پستی اور ضلالت کا راستہ اختیار کر کے اپنے لئے جہنم کی زمینہ سازی کرتے ہیں۔

## خلاصہ:

بہشت اور جہنم اچھے اور برے افکار کا نتیجہ اور لوگوں کے اچھے اور برے اعمال کا حاصل ہیں۔ نہ تو کوئی بغیر حساب و کتاب کے بہشتی بنتا ہے اور نہ ہی کوئی بغیر سبب کے جہنمی قرار پاتا ہے۔

البتہ دنیا کے اچھے اور برے اعمال آخرت کے انعام یا سزا کے ساتھ کس مربوط ہیں یہ بات ہمارے لئے مجہول اور نا آشنا ہے۔

فعل مردم نیست ہمرنگ حبرا

ہیچ قسمت نیست مانند عطا

مزد و دوران نمی مانند بکار

کان عرض وین جوہر است و

پایدار

آن ہمہ سختی و زور است عرق  
 وین ہمہ سیم است زر بر طبق  
 گر ترا آید ز حسابی تہمتی  
 کردہ مظلومت دعا در سختی  
 تو ہی گوی کہ من آزادہ ام  
 بر کسی من تہمتی نہ سادہ ام  
 تو گناہی کردہ ای شکل دگر  
 دانہ کشتی دانہ کی ماند بہ بر

ترجمہ:

لوگوں کا کام جزا کی طرح نہیں ہے، کسی بھی خدمت کے برابر صلہ دینا محال ہے مزدوروں کو ان کے کام کی نسبت مزدوری نہیں ملتی کیونکہ وہ عرض ہے اور یہ جو ہر اور پائیدار۔ محنت سختی اور عرق ریزی کا کام ہے جبکہ تنخواہ فقط تشمت پر رکھے سکوں پر مشتمل ہے اگر کسی جگہ تم پر تہمت لگائی جائے تو درحقیقت اس نے تم پر الزام نہیں لگایا بلکہ تمہارے حق میں دعا کی ہے۔ جب تم کہتے ہو کہ میں آزاد انسان ہوں کیونکہ میں نے آج تک کسی پر تہمت نہیں لگائی تو درحقیقت تم نے (تکبر کر کے) ایک اور انداز سے گناہ کیا ہے تم نے ایک بیج بویا ہے اسے تیار ہونے سے پہلے مت کاٹو۔ وہ لوگ جو یہ توقع رکھتے ہیں کہ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جائیں گے ان کے بارے میں خداوند عالم فرماتا

ہے:

أَيُّطَمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ كَلَّا ۗ إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُونَ ﴿۳۸﴾<sup>[۱]</sup>  
 کیا ان میں سے ہر ایک کی طمع یہ ہے کہ اسے جنت النعیم میں داخل کر دیا جائے ہرگز نہیں انہیں تو معلوم ہے کہ ہم نے انہیں کس چیز سے پیدا کیا ہے۔

[۱] سورہ معارج آیت 38، 39

## بہشت متقی لوگوں کی قیام گاہ

بہشت نیک اور متقی لوگوں کی جگہ ہے اور اس تک وہ لوگ پہنچیں گے جنہوں نے دنیا میں کوشش کی ہوگی اپنے نفس کا تزکیہ کیا ہوگا، خود کو اخلاقی جرائم کے ارتکاب اور گناہوں سے پاک رکھا ہوگا اور جنت تک رسائی کے لئے اپنے اندر صلاحیت رکھتا ہو۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّهُ قَالَ فِي رَسُولَاتِهِ إِلَى أَصْحَابِهِ وَ إِيَّاكُمْ وَ مَعَاصِيَ اللَّهِ أَنْ تَرْكَبُوهَا فَإِنَّهُ مِنْ أَنْتَهَا فِي مَعَاصِيَ اللَّهِ فَرَكِبَهَا فَقَدْ أَبْلَغَ فِي الْإِسَاءَةِ إِلَى نَفْسِهِ وَ لَيْسَ بَيْنَ الْإِحْسَانِ وَ الْإِسَاءَةِ مَنْزِلَةٌ فَلِأَهْلِ الْإِحْسَانِ عِنْدَ رَبِّهِمْ الْجَنَّةُ وَ لِأَهْلِ الْإِسَاءَةِ عِنْدَ رَبِّهِمْ النَّارُ.

امام صادق علیہ السلام نے جو کتاب اپنے اصحاب کے لئے لکھی تھی اس میں آپ نے یہ نصیحت فرمائی کہ ”خدا کی نافرمانی سے پرہیز کرو کیونکہ جو بھی حیا نہیں رکھتا اور گناہ انجام دیتا ہے، وہ اپنے نفس پر بہت ظلم کرتا ہے اور نفس کے ساتھ نیکی اور اس کے ساتھ بدی میں کوئی اور منزل فاصلہ نہیں ہے، جو لوگ اپنے نفس کے ساتھ نیکی کرتے ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور بہشت ہے اور جو اپنے ساتھ بدی کرتے ہیں ان کے لئے خدا کے پاس آگ ہے“۔ [۱]

## جہنم بد کردار لوگوں کی قیام گاہ

جس طرح اچھے لوگ دنیا میں اپنے نیک اعمال کے ذریعے خود کو بہشتی بناتے ہیں اور آخرت میں رحمت پروردگار سے استفادہ کرتے ہیں بالکل اسی طرح اہل جہنم بھی اپنی بد اخلاقی، ناپسندیدہ اعمال جنہیں وہ انجام دیتے تھے کے ذریعے خود کو جہنمی بنا کر اس میں داخل ہوتے ہیں۔

## اہل جہنم کا جہنم کے ساتھ تناسب

قرآن مجید نے جہنم کے ساتھ اہل جہنم کے تناسب اور جنسیت کو ماں کے ساتھ اولاد کے تناسب اور جنسیت کی طرح کہا ہے:

وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَةٌ نَارٌ حَامِيَةٌ ○ [۲]

[۱] مستدرک الوسائل جلد 2 صفحہ 313

[۲] سورہ قارعہ آیت 8، 9، 10، 11 -

اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا مرکز ہاویہ ہے اور تم کیا جانو کہ ہاویہ کیا مصیبت ہے یہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔ ماں اور اولاد کے درمیان مختلف جہات سے ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت اور جنسیت پائی جاتی ہے اولاد رحم مادر میں پلٹی اور اس سے غذا حاصل کرتی ہے۔ ولادت کے بعد، اس کا جسم ماں سے رشد اور تکامل کرتا ہے اور اس کا اخلاق، ماں کے گفتار و کردار سے بنتا ہے، مختصر یہ کہ اولاد جسمی اور روحانی اعتبار سے ماں کی جنس سے ہوتی ہے اور اس کا سارا وجود اس سے ہے اور اس کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اور طبعی طور پر وہ اسی جانب کھینچا جلا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اہل جہنم کی جہنم کے ساتھ مناسبت اور سخیت کے درجات کو بیان کرنے کے لئے، جہنم کو ماں اور گناہگار کو جہنم کی اولاد کہا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَأُمَّهُ هَآوِيَةٌ ﴿١١﴾

اس کا مرکز ہاویہ ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

إِذَا مَاتَ الْعَبْدُ تَلَفَى رُوحُهُ أَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِينَ فَيَقُولُونَ لَهُ مَا فَعَلَ فَلَانٌ؟ فَإِذَا قَالَ

مَاتَ قَالُوا ذُهِبَ بِهِ إِلَى أُمِّهِ الْهَآوِيَّةِ فَبَدَّسَتْ الْأُمُّ وَبَدَّسَتْ الْمُرِّيْبَةُ.

مذکورہ آیت کریمہ کے ذیل میں رسول خدا ﷺ سے ایک حدیث منقول ہے کہ: ”جب کوئی بندہ مرتا ہے اور اس کا روح دیگر مومنین کے ارواح سے ملاقات کرتا ہے تو وہ اس سے پوچھتے ہیں: فلاح شخص کیا کرتا ہے؟ اگر وہ ان کے جواب میں کہتا ہے کہ وہ مر گیا ہے۔ اور وہ دیکھتے ہیں کہ اس کا روح مومنین کے ساتھ ملحق نہیں ہوا تو وہ کہتے ہیں: وہ اپنی ماں آگ کے پاس گیا ہے۔ یہ کتنی بری ماں اور کتنی بری تربیت کرنے والی ہے۔“ [۱۲]

یہ بات حضرت علیؑ کے کلام میں ایک اور طرح سے بیان ہوئی ہے:

فَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ وَلَا تَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَإِنَّ كُلَّ وَلَدٍ سَيُلْحَقُ بِأُمِّهِ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ.

”پس آخرت کے فرزندوں سے ہونا، دنیا کے بچوں سے نہ ہونا، کیونکہ عنقریب قیامت کا دن آئے گا اور ہر فرزند

[۱] سورہ قارعہ آیت ۹

[۲] تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۳۸۵

اپنی ماں کے ساتھ ملحق ہو جائے گا۔<sup>[۱]</sup>

اہل جہنم کے سامنے جہنم کی وضعیت ایسے بھوکے حیوان کی طرح ہوگی جسے اپنا کوئی پسندیدہ شکار نظر آ جائے، وہ اپنے اس شکار کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے، اپنی پوری طاقت استعمال کرتا ہے اور غصہ اور شوق کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوتا ہے، قرآن مجید فرماتا ہے:

إِذَا رَأَوْهُمْ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغِيظًا وَزَفِيرًا ۝ [۲]

جب آتش جہنم ان لوگوں کو دور سے دیکھے گی تو یہ لوگ اس کے جوش و خروش کی آوازیں سنیں گے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مِنْ مَسِيرَةِ سَنَةٍ.

امام صادق عليه السلام فرماتے ہیں: ”جہنم ایک سال کی مسافت کے فاصلے سے گناہگار کو دیکھتی ہے۔“<sup>[۳]</sup>  
اہل جہنم کے ساتھ جہنم کی جنسیت اور تناسب جہنم کو نہ صرف دور سے غصہ دلاتی ہے بلکہ جہنم کے اندر بھی، جہنمیوں کا ہونا جہنم کے شعلوں میں اضافہ کرتا ہے یہ مطلب بھی قرآن مجید میں بیان ہوا ہے:

إِذَا الْقُؤُوفِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ تَكَادُ تَمَيِّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۝ [۴]

جب بھی وہ اس میں ڈالے جائیں گے اس کی چیخ سنیں گے اور وہ جوش مار رہا ہوگا بلکہ قریب ہوگا کہ جوش کی شدت سے پھٹ پڑے۔

## جہنم کا ایندھن

قرآن مجید میں اہل جہنم کی جہنم کے ساتھ مناسبت اور جنسیت کو بیان کرنے کے لئے اور تعبیریں بھی بیان ہوئی ہیں: قرآن مجید ان افراد کے بارے میں جو حسد کی بنا پر آنحضرتؐ کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہوئے تھے، فرماتا ہے:

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝ [۵]

اور اگر تم ایسا نہ کر سکو اور یقیناً نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جسے کافرین

[۱] صحیح البلاغہ، خطبہ 41 شرح ابن مہثم جلد 2 صفحہ 106

[۲] سورہ فرقان آیت 12

[۳] تفسیر مجمع البیان جلد 7، صفحہ 163

[۴] سورہ ملک آیت نمبر 7، 8

[۵] سورہ بقرہ آیت 24

کے لئے مہیا کیا گیا ہے۔

### وضاحت:

وہ ہیٹر جنہیں لکڑی، کونکے یا پیٹرول کے ذریعے جلایا جاتا ہے، ان کے جلنے اور مشتعل ہونے کے لئے آگ اور ایندھن کی ضرورت پڑتی ہے لیکن، وہ ہیٹر جو بجلی کے ذریعے حرارت پیدا کرتے ہیں انہیں نہ تو ماچس کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی ایندھن کے محتاج ہوتے ہیں بلکہ بجلی کے ساتھ مل جانے سے خود بخود وہ جلتے اور حرارت پیدا کرتے ہیں، رفتہ رفتہ ان کی یہ حرارت تیز ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ بہت جلد حرارت کے آخری درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔

مشرکین اپنے خراب افکار، بد اخلاقی اور بد اعمالی کے ذریعے خود کو دنیا ہی میں جہنمی بنا لیتے ہیں۔ اس لئے قیامت میں ان کے جلنے کے لئے انہیں ایندھن کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ خود ہی اپنے لئے ایندھن ہوتے ہیں۔ جیسے ہی انہیں جہنم کے پاس لایا جاتا ہے وہ جلنے لگتے ہیں پھر مشتعل ہو کر اپنے ہی شعلوں میں ڈوب جاتے ہیں۔

مذکورہ آیت کریمہ میں بیان ہوا ہے کہ انسان اور پتھر جہنم کا ایندھن ہیں علمائے تفسیر نے پتھر کے ایندھن ہونے کے بارے میں کچھ احتمالات بیان کئے ہیں، ان میں سے یہ بھی ہے کہ پتھروں سے وہ بت مراد ہیں جن کی مشرکین عبادت کیا کرتے تھے۔ بعض مفسروں نے اس احتمال کو قرآن مجید کا مورد تائید قرار دیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۗ أَنْتُمْ لَهَا وَرَدُونَ لَوْ كَانَ هَؤُلَاءِ إِلَهًا مَا وَرَدُوهَا ۗ وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ۝**

یاد رکھو کہ تم لوگ خود اور جن چیزوں کی تم پرستش کر رہے ہو سب کو جہنم کا ایندھن بنا یا جائے گا اور تم سب اسی میں وارد ہونے والے ہو اگر یہ سب واقعاً خدا ہوتے تو کبھی جہنم میں وارد نہ ہوتے حالانکہ یہ سب اسی میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

جہنم میں بتوں کا ہونا، بت پرستوں کی تکلیف اور عذاب کو بڑھانے کا سبب ہے کیونکہ وہ اپنے خود ساختہ معبود کی عبادت کرتے تھے، اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ بت پرستی کے ذریعے خدا کے نزدیک ہو کر معنوی کمال تک رسائی حاصل کر لیں۔ لیکن قیامت کے دن ان پر حقیقت ظاہر ہو جائے گی اور وہ متوجہ ہو جائیں گے کہ وہ بتوں کی عبادت سے نہ صرف خدا کے نزدیک نہیں ہوئے بلکہ عبادت میں شرک کی وجہ سے بارگاہ الہی سے دور ہو کر خداوند عالم کی رحمت سے محروم ہوئے ہیں۔

اب جب کہ وہ جہنم میں عذاب میں مبتلا ہیں، اپنے بتوں کو دیکھنے سے ان کا عذاب اور زیادہ دردناک ہو جائے گا اور ان پر آگ کے شعلے اور زیادہ بھڑک اٹھیں گے۔

نتیجہ:

اہل بہشت اور اہل جہنم کی دوسری صفت ان کے اچھے یا برے اعمال ہیں جن کا ان کے نفس پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے اور وہ اپنے جائز یا ناجائز اعمال کے ذریعہ خود کو بہشتی یا جہنمی بناتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ انسانوں کی آخرت کا دار و مدار ان کی دنیاوی تکلیف میں ہے۔ اس دنیا میں جو بھی بیج کاشت کرے گا اسے آخرت میں اس کا ثمر مل جائے گا۔

فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ﴿١﴾

اس دن ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک جہنم میں ہوگا۔

## اہل بہشت اور اہل جہنم کے درجات

الف: اہل بہشت کے درجات:

اعمال کی پاکیزگی اور مراتب ایمان کے فرق کے لحاظ سے اہل بہشت کے درجات ایک دوسرے سے مختلف ہیں سب سے عالی درجہ اس کے لئے ہے جس کے پاس خدا پر ایمان کے مراتب زیادہ ہوں اور جس نے عملی طور پر شریعت مقدس کے معین کردہ تمام وظائف کو پورے خلوص کے ساتھ انجام دیا ہو۔ قرآن مجید میں اس طرح کے عظیم انسان کو صاحب نفس مطمئنہ کا نام دیا گیا ہے اس سلسلے میں ارشاد قدرت ہے:

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي

جَنَّتِي ﴿٢﴾

اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف پلٹ آ اس عالم میں کہ تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی ہے پھر میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

تمام انسان خدا کے بندے ہیں اور ساری بہشت اسی کے لئے ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں کچھ لوگوں کو

﴿١﴾ سورہ شوریٰ آیت 7

﴿٢﴾ سورہ فجر آیت 27، 28، 29، 30 -



اپنے ساتھ وابستہ قرار دیا ہے اور ان کے بارے میں لفظ ”عبادی“ (میرے بندے) فرمایا ہے۔ اور بہشت کے ایک حصہ کو اپنے ساتھ منسوب کر کے اس کے بارے میں ”جنتی“ (میری جنت) کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (جس گروہ کے بارے میں خداوند عالم نے عبادی کہا ہے) وہ گروہ مقام عبودیت میں عظیم مقام پر فائز ہوگا اور (بہشت کے جس حصے کو جنتی کہا ہے) وہ حصہ جنت کا عالی ترین مقام ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ نسبت کی اہمیت کے اعتبار سے وہ آیت کریمہ بھی ہے جسے خداوند عالم نے شہداء کے بارے میں

نازل فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿۱۶۱﴾

اور خبردار خدا میں قتل ہونے والوں کو مردہ خیال نہ کرنا وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے یہاں رزق پارے

ہیں۔

موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور الہی نعمتوں سے استفادہ کرنا صرف شہداء کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عالم برزخ میں تمام متقی اور باایمان افراد زندہ ہوں گے اور خداوند عالم سے رزق حاصل کریں گے۔ البتہ شہداء کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کی وابستگی ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ہے اور ان کی زندگی اور رزق ذات خداوندی کے ساتھ وابستہ ہے۔

### ب: اہل جہنم کے عذاب میں فرق:

جس طرح قیامت کے دن تمام نیک اور پاک لوگ بہشت میں جائیں گے لیکن ”صاحبان نفس مطمئنہ“ کو اس لئے امتیاز حاصل ہے کہ وہ بہشت میں خدا سے نسبت کے ساتھ داخل ہوں گے اور وہاں انہیں عظیم مقام پر جگہ دی جائے گی۔ اہل جہنم کو بھی کفر والحاد کے مراتب اور اخلاق و اعمال کے فساد کے درجات کے لحاظ سے مختلف عذابوں میں مبتلا ہونا پڑے گا، کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے سب سے سخت عذاب ان لوگوں کے لئے ہوگا جن کے عقائد، اخلاق اور رفتار و کردار برا ہوگا یہ بات روایات میں بھی بیان ہوئی ہے۔ یہاں بطور نمونہ دو احادیث کو ذکر کیا جا رہا ہے:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

إِنَّ الْكَافِرَ لَيَسْعَبُ لِسَانَهُ الْقَرْسَخَ وَالْفَرْسَخَيْنِ يَتَوَاطَّوُهُ النَّاسُ.

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”قیامت میں کافر اپنی زبان کو جو کہ ایک دو فرسخ لمبی ہوگی زمین پر کھینچے گا اور لوگ اسے پامال کریں گے۔“ [۱]

عَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ فِي صُورِ الرِّجَالِ يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ

مَكَانٍ يُسَاقُونَ إِلَى سِجْنٍ فِي جَهَنَّمَ.

آنحضرتؐ نے فرمایا: ”قیامت میں متکبر لوگ چیونٹی کی طرح انسانوں کی شکل و صورت میں محشور ہوں گے ذلت اور خواری انہیں ہر طرف سے گھیر لے گی اور وہ اس ذلت آمیز وضعیت کے ساتھ جہنم میں ایک قید خانہ کی طرف لے جائے جائیں گے۔“ [۲]

## تکبر

ان خطرناک اخلاقی بیماریوں میں سے ایک ہے جن کے سنگین اور جبران نہ ہونے والے اثرات مریض کے وجود میں رہ جاتے ہیں۔ اس عادت کی وجہ سے انسان روحانی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے، حقائق کو درک نہیں کرتا اور زندگی کے مختلف مادی اور معنوی شعبوں میں سرکشی اور نافرمانی کی جانب مائل رہتا ہے۔

لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا فِيْ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝۳

درحقیقت یہ لوگ اپنی جگہ پر بہت مغرور ہو گئے ہیں اور انتہائی درجہ کی سرکشی کر رہے ہیں۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَن فِيْ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۴

اور جب اس کے سامنے آیات الہیہ کی تلاوت کی جاتی ہے تو اکڑ کر منہ پھیر لیتا ہے جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں ہے اور جیسے اس کے کان میں بہرا پن ہے۔ ایسے شخص کو درناک عذاب کی بشارت دے دیجئے۔

انسان تکبر کی وجہ سے قوی کے سامنے ضعیف کے خضوع و خشوع والی اپنی فطری حالت کو بھلا دیتا ہے اور تکبر کا مرض اس بات کا باعث بنتا ہے کہ وہ خدا کے سامنے عبادت اور خضوع و خشوع سے منہ پھیر لے۔ اس گروہ کے بارے میں ارشاد

[۱] جامع الاصول جلد 11 صفحہ 160

[۲] تفسیر در المنثور جلد 5 صفحہ 333

[۳] سورہ فرقان آیت 21

[۴] سورہ لقمان آیت 7

خداوندی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ ذُخْرَيْنِ ۝ [۱]  
اور یقیناً جو لوگ میری عبادت سے اکڑتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

نتیجہ:

اہل بہشت اور اہل جہنم کی تیسری خصوصیت، رحمت اور عذاب کے لحاظ سے ان کے مراتب میں فرق ہے اور یہ فرق اس اثر کی وجہ سے ہے جو ان کے عقائد اور اعمال میں پایا جاتا تھا۔ اہل بہشت میں سے بعض بہشت کے عالی ترین مقام پر فائز ہوں گے اور عالی ترین نعمتوں سے استفادہ کریں گے۔

اسی طرح بعض جہنمیوں کو دوزخ کی پستیوں میں ڈالا جائے گا جہاں انہیں سخت ترین عذاب کا سامنا ہوگا۔

### اہل بہشت اور اہل جہنم کا ایک دوسرے کے حالات سے باخبر ہونا

آخرت، عالم کشف و شہود اور مخفی اور پوشیدہ چیزوں کے ظاہر ہونے کی جگہ ہے دنیا میں بہت سی چیزیں دیکھی اور سنی نہیں جاتی ہیں وہ سب عالم آخرت میں ظاہر ہوں گی ورسنائی بھی دیں گی۔ اسی طرح دنیا میں بہت سی چیزوں کا ہونا ممکن نہیں ہوتا لیکن آخرت میں وہ چیزیں واقع ہوں گی ان میں سے ایک اہل بہشت اور اہل جہنم کا ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت کرنا ہے۔

جنت اور جہنم دونوں اگرچہ بہت وسیع و عریض ہیں لیکن ان کی یہ وسعت اہل بہشت اور اہل جہنم کے ایک دوسرے کے حالات سے بے خبری کا باعث نہیں بنتی۔ بلکہ عالم آخرت کے حالات کچھ اس طرح ہیں کہ وہ سب ایک دوسرے کو دیکھیں گے، ایک دوسرے کی منازل کا مشاہدہ کریں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کریں گے یہ بات صریح طور پر قرآن مجید اور عامہ و خاصہ دونوں کی روایات میں بیان ہوئی ہے۔

وَنَادَى أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا  
وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۝ قَالَُوا نَعَمْ ۝ [۲]

اور جنتی لوگ جہنمیوں سے پکار کر کہیں گے کہ جو کچھ ہمارے پروردگار نے ہم سے وعدہ کیا تھا وہ ہم نے تو پایا کیا تم

[۱] سورہ غافر آیت 60

[۲] سورہ اعراف آیت 44

نے بھی حسبِ وعدہ حاصل کر لیا ہے وہ کہیں گے بیشک۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ اِلَّا اَصْحَابَ الْيَمِيْنِ فِي جَنَّةٍ يُتَسَاءَلُوْنَ عَنْ الْمُجْرِمِيْنَ  
مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمَصْلِيْبِيْنَ لَوْ كُنَّا نَطْعُمُ الْمُسْكِيْنَ وَ كُنَّا نَحْوُضُ مَعَ  
الْحَايِضِيْنَ وَ كُنَّا نَكْذِبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ حَتَّى اْتَدْنَا الْيَقِيْنَ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشُّفَعِيْنَ ۝۱۱۱

ہر نفس اپنے اعمال میں گرفتار ہے علاوہ اصحابِ یمن کے وہ جنتوں میں رہ کر آپس میں سوال کر رہے ہوں گے  
مجرمین کے بارے میں آخر تمہیں کس چیز نے جہنم میں پہنچا دیا ہے وہ کہیں گے کہ ہم نماز گزار نہیں تھے اور مسکین کو کھانا نہیں  
کھلایا کرتے تھے لوگوں کے برے کاموں میں شامل ہو جایا کرتے تھے اور روزِ قیامت کی تکذیب کیا کرتے تھے یہاں تک  
کہ ہمیں موت آگئی تو انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش بھی کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔

وَنَادَى اَصْحَابُ النَّارِ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ  
قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ حَرَمَهَا عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝۱۱۲

اور جہنم والے جنت والوں سے پکار کر کہیں گے کہ ذرا ٹھنڈا پانی یا خدانے جو رزق تمہیں دیا ہے اس میں سے ہمیں  
بھی پہنچاؤ تو وہ لوگ جواب دیں گے کہ ان چیزوں کو اللہ نے کافروں پر حرام کر دیا ہے۔

قَالَ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ  
لَيَتَرَاوْنَ اَهْلَ الْغُرْفِ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَرَاوْنَ الْكُوَاكِبَ فِي السَّمَاءِ.  
اَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ وَ مُسْلِمٌ.

سہل بن سعد نے رسول خدا ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ”اہل جنت، بہشت کے کمروں میں رہنے  
والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم دنیا میں آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو۔  
یہ بات بخاری اور مسلم میں بھی موجود ہے۔“

وَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَنْظُرُوْنَ اِلَى مَنَازِلِ شَيْعَتِنَا كَمَا يَنْظُرُ  
الْاِنْسَانُ اِلَى الْكُوَاكِبِ.

۱۱۱ سورہ مدثر آیات 38 تا 48

۱۱۲ سورہ اعراف آیت 50

۱۱۳ جامع الاصول جلد 11 صفحہ 150

حضرت علیؑ نے فرمایا: ”اہل بہشت ہمارے شیعوں کے منازل کو دیکھیں گے جس طرح دنیا میں انسان ستاروں کو دیکھتے ہیں“۔<sup>[۱]</sup>

### خلاصہ:

اہل بہشت اور اہل جہنم کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ جنت اور جہنم کی وسعت کے باوجود جنتی اور جہنمی دونوں ایک دوسرے کو پہچانیں گے وہ ایک دوسرے کی منازل کا مشاہدہ کریں گے اور ایک دوسرے کے ثواب اور عقاب سے باخبر ہوں گے یہاں تک کہ بعض اوقات ایک دوسرے سے بات چیت بھی کریں گے۔

## بہشت کی نعمتیں اور جہنم کا عذاب

بہشت رحمت، آسائش اور سلامتی کا گھر ہے اسی وجہ سے بہشت کا ایک نام جو قرآن مجید میں بھی ذکر ہوا ہے ”دارالسلام“ ہے

لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ. <sup>[۲]</sup>

ان لوگوں کے لئے پروردگار کے نزدیک دارالسلام ہے۔

وہاں ناراحتی اور پریشانی، رنج اور بیماری، ضعف و ناتوانائی، غم و اندوہ، خوف اور وحشت نہیں ہوگا۔ لیکن جہنم اس کے برعکس ہے کیونکہ جہنم مصیبتوں، بلاؤں، اور عذاب کا گھر ہے۔ وہ بھی مسلسل اور ہمیشہ رہنے والا عذاب۔

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ <sup>[۳]</sup>

تو پھر اس میں کوئی تخفیف نہ ہوگی اور نہ انہیں کسی قسم کی مہلت دی جائے گی۔

جس وقت متقی اور پرہیزگار لوگ بہشت میں داخل ہوں گے تو رحمت کے ملائکہ ان پر سلام کریں گے اور ان کا احترام کریں گے۔

وَيَسِّقُ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۗ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ

لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ <sup>[۴]</sup>

[۱] التالی الاخبار صفحہ 415

[۲] سورہ انعام آیت 127

[۳] سورہ نحل آیت 85

[۴] سورہ زمر آیت 73

اور جن لوگوں نے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا انہیں جنت کی طرف گروہ درگروہ لے جایا جائے گا یہاں تک کہ جب اس کے قریب پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو اس کے خزانہ دار کہیں گے کہ تم پر ہمارا سلام ہو تم پاک و پاکیزہ ہو لہذا ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

کفار کے جہنم میں داخل ہونے کے وقت نگہبان فرشتے ان سے بات کریں گے اور ان سے ان کی ہدایت کے لئے خداوند عالم کی طرف سے بھیجے گئے انبیاء کرام کے بارے میں پوچھیں گے۔

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۗ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۗ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَىٰ الْكَافِرِينَ ﴿١١﴾

اور کفر اختیار کرنے والوں کو گروہ درگروہ جہنم کی طرف ہنکایا جائے گا یہاں تک کہ اس کے سامنے پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس کے خازن سوال کریں گے کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے جو آیات رب کی تلاوت کرتے اور تمہیں آج کے دن کی ملاقات سے ڈراتے تو سب کہیں گے کہ بیشک رسول آئے تھے لیکن کافرین کے حق میں کلمہ عذاب بہر حال ثابت ہو چکا ہے۔

كَلَّمَآ الْيَقِي فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ ۗ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ ۗ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿١٢﴾

بلکہ قریب ہوگا کہ جوش کی شدت سے پھٹ پڑے جب بھی اس میں کسی گروہ کو ڈالا جائے گا تو اس کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا تو وہ کہیں گے کہ آیا تھا لیکن ہم نے اسے جھٹلادیا اور یہ کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا ہے تم لوگ خود بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہو اور پھر کہیں گے کہ اگر ہم بات سن لیتے اور سمجھتے ہوتے تو آج جہنم والوں میں نہ ہوتے۔

اہل بہشت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہوں گے اور ان کی بات صرف خداوند عالم کی تسبیح اور حمد و ثناء ہوگی۔

دَعْوُهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۗ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ

[۱] سورہ زمر آیت 71

[۲] سورہ ملک آیت 8 تا 10

## الْعَالَمِينَ ۝۱۱

وہاں ان کا قول یہ ہوگا کہ خدا یا تو پاک اور بے نیاز ہے اور ان کا تحفہ سلام ہوگا اور ان کا آخری بیان یہ ہوگا کہ ساری تعریف خدائے رب العالمین کے لئے ہے۔

## جہنم کا سخت عذاب

اہل جہنم پر جہنم میں عذاب ہو رہا ہوگا اور وہ بہت سخت بلا اور مصیبت میں گرفتار ہوں گے بار بار وہ عذاب سے نجات پانے یا کم از کم عذاب میں کمی کے بارے میں سوچیں گے اپنی نجات کے بارے میں باتیں کر رہے ہوں گے، کبھی وہ خود بارگاہ خداوندی میں آہ و زاری کے ساتھ جہنم سے باہر نکلنے کی درخواست کریں گے اور کبھی جہنم پر مامور ملائکہ سے دعا کی تمنا کریں گے۔

وَهُمْ يَصْطَرِحُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۝۱۲

اور یہ وہاں فریاد کریں گے کہ پروردگار ہمیں نکال لے ہم اب نیک عمل کریں گے اس کے برخلاف جو پہلے کیا کرتے تھے۔

وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِنَ الْعَذَابِ ۝۱۳

اس کے بعد جہنم میں رہنے والے جہنم کے خازنوں سے کہیں گے کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ایک ہی دن ہمارے عذاب میں تخفیف کر دے۔

## بہشت کی نعمتوں اور جہنم کے عذاب کا دنیا کے ساتھ مقاسمہ

دنیا میں مومنین کرام خداوند عالم کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر نعمت بجالاتے ہیں اور اہل بہشت کی طرح خداوند عالم کی تسبیح و حمد و ثنا کرتے ہیں لیکن بہشت کی نعمتیں اتنی عظیم ہیں کہ انہیں دنیاوی نعمتوں کے ساتھ قیاس کرنا ممکن نہیں۔ دنیا میں جو لوگ مصیبتوں اور پریشانیوں کا شکار ہیں وہ بھی اہل جہنم کی طرح خدا کو پکارتے ہیں اور دوسروں سے بھی اپنے حق میں دعا کی درخواست کرتے ہیں تاکہ مصیبتوں اور پریشانیوں سے نجات پائیں لیکن جہنم کا عذاب اتنا سخت ہے کہ اسے دنیا کے عذاب کے ساتھ ہرگز مقاسمہ نہیں کیا جاسکتا۔

۱۱ سورہ یونس آیت 10

۱۲ سورہ فاطر آیت 37

۱۳ سورہ غافر آیت 49

یہ تمام مطالب آیات و روایات کی روشنی میں بیان ہو چکے ہیں یہاں صرف ایک حدیث پر اکتفاء کیا جا رہا ہے:  
 ایک دن حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے خوبصورت لباس، زیب تن کیا، بہترین تلوار ساتھ لی ایک اچھی سواری پر  
 سوار ہو کر اپنے گھر سے نکلے، آپ سے وابستہ افراد اور دوسرے لوگ بھی آپ کے ساتھ چلنے لگے۔ راستے میں فقراء یہود میں  
 سے ایک بوڑھے شخص نے آپ کو روکا اور کہنے لگا: اے فرزند رسول! میرے ساتھ انصاف کریں۔

امام نے فرمایا: کس چیز کے بارے میں انصاف کروں؟

اس نے عرض کیا: آپ کے جد امجد کا ارشاد ہے کہ

**الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ۔**

”دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے بہشت ہے“

آپ مومن ہیں اور میں کافر۔ میری نظر میں دنیا آپ کے لئے بہشت ہے کیونکہ یہ تمام نعمتیں آپ کے پاس ہیں اور  
 میرے لئے قید خانہ ہے کیونکہ میں فقر و تنگ دستی کی وجہ سے ہلاک ہونے والا ہوں۔

**فَلَمَّا سَمِعَ الْحَسَنُ عليه السلام أَوْضَحَ لِيَهُودِي خَطَأَ ظَنِّهِ وَقَالَ يَا شَيْخُ لَوْ نَظَرْتَ مَا أُعِدَّ لِي وَ  
 لِلْمُؤْمِنِينَ فِي دَارِ الْآخِرَةِ مِمَّا عَلَيْنَ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ لَعَلِمْتَ أَنِّي قَبْلَ انْتِقَالِي إِلَيْهِ فِي هَذِهِ  
 الدُّنْيَا فِي سِجْنٍ ضَيِّقٍ مَعَ مَا أَنَا فِيهِ وَلَوْ نَظَرْتَ إِلَى مَا أَعَدَّ اللَّهُ لَكَ وَلِكُلِّ كَافِرٍ فِي دَارِ الْآخِرَةِ مِنْ  
 سَعِيرٍ نَارِ الْجَحِيمِ وَ نَكَالِ الْعَذَابِ الْمُقِيمِ لَرَأَيْتَ أَنَّكَ قَبْلَ مَصِيرِكَ إِلَيْهِ الْآنَ فِي نِعْمَةٍ  
 وَاسِعَةٍ وَ جَنَّةٍ جَامِعَةٍ. □**

امام حسن مجتبیٰ نے یہودی کی باتیں سنیں اور اس کے سامنے آنحضرت کی حدیث کی وضاحت بیان فرما کر اس کی غلط  
 فہمی کو واضح کیا آپ نے فرمایا:

اے شخص! اگر تم ان نعمتوں کو دیکھتے جو خداوند عالم نے عالم آخرت میں میرے اور دیگر تمام مومنین کے لئے آمادہ  
 کی ہیں جنہیں نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ ہی کسی کان نے سنا ہے تو تم جان لیتے کہ اس وقت جو نعمتیں میرے اختیار میں  
 ہیں (ان کے باوجود) عالم آخرت میں جانے سے پہلے میں ایک تنگ قید خانہ میں زندگی بسر کر رہا ہوں اور اگر تم اس دائمی  
 عذاب کو دیکھتے جسے اللہ تعالیٰ نے تیرے اور ہر کافر کے لئے عالم آخرت میں تیار کر رکھا ہے، تو تم جان لیتے کہ عالم آخرت  
 میں جانے سے پہلے تم (اس دنیا میں) وسیع نعمتوں اور مکمل بہشت میں زندگی گزار رہے ہو۔



## بہشت کی ایک خاص نعمت اور جہنم کا ایک خاص عذاب

بہشت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت جس سے اہل بہشت استفادہ کریں گے اور وہ بہشت میں ان کی زندگی کو اور زیادہ لذت بخش بنا دے گی، (اہل بہشت کا) خلوص اور ان کی ایک دوسرے کے ساتھ مہر و محبت ہے۔ اسی طرح جہنمیوں کے عذاب میں سے ایک سخت عذاب جو ان کو روحانی طور پر تکلیف دے گا ان کی ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی اور نفرت ہے۔ قرآن مجید اہل بہشت کے خلوص اور برادری کے بارے میں فرماتا ہے:

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿١١﴾

اور ہم نے ان کے سینوں سے ہر طرح کی کدورت نکال لی ہے اور وہ بھائیوں کی طرح آمنے سامنے تخت پر بیٹھے ہوں گے۔

قرآن مجید جہنم اور جہنمیوں کی ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی کے بارے میں فرماتا ہے:

لَا مَرْحَبًا لَهُمْ ۖ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ أَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ

لَنَا ۖ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿١٢﴾

خدا ان کا بھلا نہ کرے اور یہ سب جہنم میں پھر مرید اپنے پیروں سے کہیں گے تمہارا بھلا نہ ہو تم نے اس عذاب کو ہمارے لئے مہیا کیا ہے لہذا یہ بدترین ٹھکانا ہے۔

قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا فَرِّدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿١٣﴾

پھر مزید کہیں گے کہ خدا یا جس نے ہم کو آگے بڑھایا ہے اس کے عذاب کو جہنم میں دوگنا کر دے۔

اس کے بعد خداوند عالم فرماتا ہے:

إِنَّ ذَٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ﴿١٤﴾

یہ اہل جہنم کا باہمی جھگڑا ایک امر برحق ہے۔

﴿١﴾ سورہ حجر 47

﴿٢﴾ سورہ ص آیت 59، 60

﴿٣﴾ سورہ ص آیت 61

﴿٤﴾ سورہ ص آیت 64

وَأَدْخِلِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا

بِأَذْنِ رَبِّهِمْ ۗ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۝ [۱]

اور صاحبانِ ایمان و عمل صالح کو ان جنتوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ہمیشہ حکم خدا سے وہیں رہیں گے اور ان کی ملاقات کا تحفہ سلام ہوگا۔

كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعْنَتٌ لِحَمَّتِهَا ۝ [۲]

حالت یہ ہوگی کہ ہر داخل ہونے والی جماعت دوسری پر لعنت کرے گی۔ اہل بہشت جنت کی ظاہری نعمتوں کے علاوہ رضوان الہی کی معنوی نعمتوں سے بھی استفادہ کریں گے اور اس روحانی نعمت کا مرتبہ دیگر تمام نعمتوں سے عظیم ہے۔

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ۗ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ [۳]

اور اللہ کی مرضی تو سب سے بڑی چیز ہے اور یہی ایک عظیم کامیابی ہے۔ اہل جہنم کو مختلف جسمانی عذاب کے علاوہ مختلف روحانی تکالیف اور معنوی عذاب کا بھی سامنا ہوگا۔ ان میں ان کا بارگاہ الہی سے ٹھکرایا جانا، اور تجلیات الہی کا مشاہدہ نہ کرنا بھی ہے۔ قرآن مجید اس سلسلے میں فرماتا ہے:

كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ ۝ [۴]

یاد رکھو انہیں روز قیامت پروردگار کی رحمت سے محجوب کر دیا جائے گا۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے:

أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا

يُرَىٰ كَيْفَ هُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ [۵]

وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں صرف آگ بھر رہے ہیں اور خدا روز قیامت ان سے بات بھی نہ کرے گا اور نہ انہیں

[۱] سورہ ابراہیم آیت 23

[۲] سورہ اعراف آیت 38

[۳] سورہ توبہ آیت 72

[۴] سورہ مطفقین آیت 15

[۵] سورہ آل عمران آیت 77

پاکیزہ قرار دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

### خلاصہ:

اہل بہشت ایسی جگہ زندگی گزاریں گے جہاں ہر طرف مہر و محبت ہوگی ان کا ایک دوسرے کے ساتھ ملنا۔ بہترین کلمات اور پسندیدہ اخلاق کی بنا پر ہوگا وہاں ان کے لئے ظاہری نعمتوں کے علاوہ معنوی نعمتیں بھی ہوں گی اور وہ روحانی لذتوں سے استفادہ کریں گے۔

لیکن اہل جہنم ان کے برعکس ہیں کیونکہ وہ ایسی جگہ ہوں گے جہاں صرف دشمنی اور عداوت ہوگی، جہاں فقط طعن و لعن والی زبان استعمال کی جائے گی، وہ جسمانی عذاب کے علاوہ روحانی عذاب اور معنوی محرومیوں کا بھی شکار ہوں گے معنوی عذاب سے پیدا ہونے والی تکلیف اگر جسمانی عذاب سے زیادہ نہیں تو اس سے کم بھی نہیں۔

## دنیاوی جنت اور دنیاوی جہنم

جالب بات یہ ہے کہ اچھا اخلاق لوگوں کی دنیا کو سعادتمند بہشت بناتا ہے اور بد اخلاقی ان کی دنیاوی زندگی کو جہنم میں تبدیل کر دیتی ہے جس جگہ انسانوں کے پاس اخلاق حمیدہ اور انسانی صفات ہوں، عدل و انصاف کی رعایت کی جائے اور انسان ایک دوسرے کے ساتھ مہر و محبت سے پیش آئیں، ایسی جگہ اچھی زندگی ہوگی، وہاں تمام انسان اجتماعی لحاظ سے امن و سکون کی زندگی بسر کریں گے ایسا لگے گا کہ گویا وہ رحمتوں بھری بہشت میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اگرچہ ان کی زندگی متوسط ہی کیوں نہ ہو۔

### عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْعَدْلُ جَنَّةٌ وَاقِيَةٌ جَنَّةٌ بَاقِيَةٌ.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”عدل و انصاف محافظ ڈھال اور پائدار بہشت ہے“۔ [۱]

وہ جگہ جہاں اخلاقی فسادات ہوں اور لوگ ایک دوسرے کے لئے برے الفاظ استعمال کرتے ہوں وہاں جو بھی طاقتور ہوگا وہ کمزوروں پر ظلم کر کے ان کے حقوق پامال کرے گا، وہاں بری اور ناگوار زندگی ہوگی اور لوگ ہمیشہ بد امتی اور دوسروں کی جانب سے خطرات کی وجہ سے پریشان ہوں گے ایسا لگے گا کہ گویا وہ جہنم میں زندگی بسر کر رہے ہیں، اگرچہ ان کے پاس بہت زیادہ مال و دولت ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی جگہ مظلوم کی حمایت کر کے اس سے ظالم کے ظلم کو دور کرنا بڑی اہمیت رکھتا ہے، اگر کوئی ایسا کرے تو اسے قیامت میں خداوند عالم کی طرف سے بہت بڑا اجر عطا کیا جائے گا۔

[۱] بحار الانوار جلد 17 صفحہ 47

عَنْ أَبِي دَرْدَاءٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: نَالَ رَجُلٌ مِنْ عَرِضٍ رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: فَرَدَّ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَدَّ عَنْ عَرِضٍ أَخِيهِ كَانَ لَهُ حِجَابٌ مِنَ النَّارِ.

ابی الدرداء نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ کے پاس ایک شخص نے دوسرے شخص کو برے الفاظ سے یاد کیا اور اسے گالی دی۔ وہاں موجود ایک اور شخص نے جس کی بے حرمتی کی گئی تھی اس کا دفاع کیا۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ”جو بھی اپنے کسی دینی بھائی کے ناموس اور شرافت کا دفاع کرے قیامت میں وہی دفاع اس کے اور جہنم کی آگ کے درمیان حجاب اور مانع ہوگا“۔ [۱]

## دسویں فصل

## خدا پرست اور مادہ پرست

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ  
بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨٠﴾

ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیج دیا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ وہ یقیناً تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

## مادہ پرستوں کا نظریہ

کائنات کے بارے میں ماضی اور حال کے تمام انسان مختلف مکاتب فکر کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے مختلف نظریات رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ مادی مکاتب فکر کے پیروکار پوری کائنات کو مادہ سمجھتے ہیں اور ماورائے طبعیت کے منکر ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ پوری کائنات سو فیصد مادی ہے۔ اسے نہ تو کسی خالق نے اپنی مشیت سے خلق کیا ہے، نہ اس کی خلقت میں کسی حکیمانہ فکر کا دخل ہے اور نہ ہی اس میں کسی قسم کے ارادے اور علم کا عمل، دخل ہے۔ بلکہ پوری کائنات بعض اسباب اور طبیعی عوامل کی وجہ سے لاشعوری طور پر اتفاقاً وجود میں آئی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اس عالم کی تمام زندہ موجودات خواہ نباتات ہوں، حیوانات ہوں یا انسان سب کی زندگی ایک ہی قسم کی ہے، یہ اتفاقی طور پر مخصوص شرائط کی وجہ سے ظاہر ہوئے ہیں، ہر مخلوق اپنا مخصوص راستہ طے کر رہی ہے، اور زندگی ختم ہو جانے کے بعد انہیں موت آجاتی ہے اور وہ ختم ہو جاتے ہیں۔ اس نظریہ کے مطابق انسان، حیوان اور نباتات کے درمیان کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے۔ یعنی جس طرح مٹی اور کتے کی غیر مادی اور بقا رکھنے والی روح نہیں ہوتی اور وہ موت کے بعد ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح انسان بھی مجرد روح اور حیات جاوید نہیں رکھتا اور مرنے کے بعد طبیعی مواد اور معدنی عناصر کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں چھوڑتا۔

## مکتب انبیاء کا نظریہ

مکتب انبیاء کے پیروکار اور کائنات کے بہت سے ماضی اور حال کے دانشوروں کا عقیدہ ہے کہ انسان عالم طبعیت

کی تمام زندہ موجودات سے الگ ہے۔ انسان کے پاس مادی اور حیوانی پہلو کے علاوہ، انسانی پہلو اور ہمیشہ باقی رہنے والا روح بھی ہے، یہ روح بدن کی موت سے ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ایک اور عالم کی جانب منتقل ہو کر اپنی ابدی زندگی کو جاری رکھتا ہے۔ یہ روح معیار انسانیت اور انسانوں کا قیمتی سرمایہ ہے۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں اس روح کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور تخلیق آدمؑ کے وقت ملائکہ سے فرمایا:

**فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿١٦﴾**

پھر جب مکمل کر لوں اور اس میں اپنی روح حیات پھونک دوں تو سب کے سب سجدہ میں گر پڑنا۔  
کائنات کے بارے میں ان دونوں گروہوں کے اختلاف نے دونوں کے نظریات اور اعمال کو ایک دوسرے سے مختلف بنا دیا ہے جس کی وجہ سے ان میں سے ہر ایک کی فکر، رفتار اور کردار میں گہرا اثر ہوا ہے۔

### دنیا اور مادہ پرست

جو مکتب مادی کے پیروکار ہیں وہ دنیا کو اصلی ہدف اور آخری مقصد سمجھتے ہیں اور خود کو حیوان کی طرح تصور کرتے ہیں۔ ان کے نظریہ کے مطابق ان کے لئے دنیاوی زندگی کے علاوہ اور زندگی نہیں ہے اس لئے وہ صرف دنیا اور دنیا سے وابستہ طور طریقوں کے بارے میں سوچتے ہیں وہ موت کے بعد دوبارہ زندگی کی صریح طور پر مخالفت کرتے ہیں۔

**إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿١٧﴾**

پھر جب مکمل کر لوں اور اس میں اپنی روح حیات پھونک دوں تو سب کے سب سجدہ میں گر پڑنا۔

### دنیا الہی مکتب کی نظر میں

وہ انسان جو انبیاء کرام کے مکتب کے پیروکار ہیں اور مرنے کے بعد کے عالم پر یقین رکھتے ہیں ان کے سوچنے کا طریقہ اور ہے انہوں نے تعلیمات الہی اور اولیاء خدا کی تعلیم سے یہ سیکھا ہے کہ انسان ہمیشہ باقی رہنے والا ہے اور اسے ابدی عالم کے لئے خلق کیا گیا ہے۔ اس کے لئے دنیا وقتی طور پر اس کے گزرنے کی جگہ، امتحان کا مرکز، خود سازی اور ذخائر جمع کرنے کا مقام ہے۔

**عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الدُّنْيَا دَارُ فَجَارٍ وَالْآخِرَةُ دَارُ قَرَارٍ فَخُذُوا مِنْ**

[1] سورہ حجر آیت 29

[2] سورہ مومنون آیت 37

**مَمَرِكُمْ لِمَقَرِكُمْ وَلَا تَهْتِكُوا اسْتَارَكُمْ عِنْدَ مَنْ يَعْلَمُ اسْتَارَكُمْ وَ اَخْرِجُوا مِنَ الدُّنْيَا قُلُوبَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَخْرُجَ مِنْهَا اَبْدَانُكُمْ فَفِيهَا اخْتَبِذْتُمْ وَ لِغَيْرِهَا خُلِقْتُمْ.**

حضرت علیؑ نے انسانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”دنیا گزرنے کی جگہ ہے اور آخرت ہمیشہ باقی رہنے والا گھر ہے پس تم اپنی موقت منزل سے ہمیشہ رہنے والی جگہ کے لئے ذخیرہ جمع کرو اور زادراہ اٹھالو۔ خدا کے سامنے اپنا پردہ چاک مت کرو۔ جو تمہارے تمام رازوں کے بارے میں جاننے والا ہے اور اپنے دل کو دنیا سے باہر نکالو اس سے پہلے کہ تمہارے بدن اس دنیا سے خارج ہو جائیں۔ (ہمیشہ) ہوش میں رہو کیونکہ یہ دنیا تمہارے لئے امتحانی مرکز ہے اور تمہیں ایک اور جہان کے لئے خلق کیا گیا ہے“۔ [۱]

جو لوگ روح کو باقی رہنے والا سمجھتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ موت کے بعد وہ عالم مشہود (جس عالم کو دیکھا گیا ہو) سے عالم غیر مشہود (جس عالم کو دیکھا نہ گیا ہو) کی طرف منتقل ہو کر اس عالم میں زندہ ہوں گے وہ فطری طور پر یہ سوچتے ہیں کہ ہمارا آئندہ کیسا ہوگا؟ ہمیں اور کون سی منزلیں طے کرنی ہیں؟ اس موقت جگہ سے کہاں جائیں گے؟ وہ بڑی تحقیق و جستجو کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ موت کے بعد کا عالم مہول ہے اور اس کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتا۔ صرف انبیاء کرام وحی الہی کی مدد سے موت کے بعد کے سوالوں کا جواب دے سکتے ہیں، تاکہ لوگوں کو موت کے بعد کے بارے میں کچھ بتائیں۔

## دنیا اور آخرت کے درمیان رابطہ

انبیاء کرامؑ نے اپنے تربیتی پروگرام میں بتا دیا کہ کل کی زندگی آج کی زندگی کے ساتھ مربوط ہے۔ جو بھی موت کے بعد کے مراحل کو آسانی کے ساتھ گزارنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہاں اسے کوئی تکلیف نہ ہو تو اسے چاہئے کہ اس دنیا میں اس عالم کی فکر میں رہے، دنیا اور آخرت دونوں پر توجہ رکھے اور دنیاوی زندگی کے ساتھ اس زندگی کا سامان بھی تیار کر لے، اور دین کے رہنماؤں اور روحانی پیشواؤں کی ہدایت کے ذریعے اپنے کل کی سعادت کا راستہ بھی ہموار کرے۔

امام صادقؑ نے اپنی ایک حدیث کے ضمن میں کل اور آج کے رابطہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے، آپؑ نے ان عوامل کو تین جملوں میں بیان فرمایا ہے جن کے ذریعہ دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل ہو سکتی ہے امامؑ فرماتے ہیں:

**عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: لَا يَسْتَعِينِي أَهْلٌ كُلِّ بَلَدٍ عَنْ ثَلَاثَةٍ يَفْزَعُ إِلَيْهِ فِي أَمْرِ دُنْيَا هُمْ وَ آخِرَتِهِمْ فَإِنْ عَدِمُوا ذَلِكَ كَانُوا هَمَجًا فَقِيهٌ عَالِمٌ وَ رِعٌ وَ أَمِيرٌ خَيْرٌ مُطَاعٌ وَ طَبِيبٌ**

## بصیرت ثقیة

”تمام شہروں کے لوگوں کو تین قسم کے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے ان کو چاہئے کہ اپنی دنیا اور آخرت کی زندگی کے امور مہیا کرنے کے لئے ان سے مدد لیں اگر یہ تین گروہ نہ ہوں تو وہ حیوانات کی طرح پست زندگی بسر کریں گے۔

اول:- دانا اور بالتقویٰ فقیہ

دوم:- خیر خواہ اور لائق اطاعت حکمران

سوم:- پینا اور مورد اعتماد طبیب۔

### 1- دانا اور بالتقویٰ فقیہ:

فقیہ دین خدا کی معلومات رکھتا ہے وہ انسان سازی کا پروگرام پیش کرتا ہے، لوگوں کو واجبات الہی اور محرمات الہی سے آگاہ کرتا ہے، ان کے کمال تک رسائی کے لئے زمینہ سازی کرتا ہے اور ان کے لئے دنیا اور آخرت کی سعادت کے اسباب مہیا کرتا ہے۔

### 2- خیر خواہ حکمران:

خیر خواہ حکمران لوگوں کو امنیت دیتا ہے، اپنے ملک کو داخلی اور خارجی دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے، چوروں اور لٹیروں کے ہاتھ کاٹتا ہے جس کے نتیجے میں لوگوں کا جان، مال اور ناموس محفوظ رہتے ہیں اور ہر شخص بغیر کسی پریشانی کے اپنا کام کرتا ہے۔

### 3- پینا اور مورد اعتماد طبیب:

پینا اور مورد اعتماد طبیب بھی لوگوں کی زندگی گزارنے کے لئے ایک تو انہیں لازمی معلومات فراہم کرتا ہے، اور دوسرا لوگوں کی صحت و سلامتی کے لئے لازم اقدام کرتا ہے وہ مریضوں کے علاج، معالجہ کے لئے بہت کوشش کرتا ہے تاکہ معاشرے کو صحت و سلامتی کی نعمت دے سکے۔

## مادہ پرست اور مکتب انبیاء کے پیروکاروں میں فرق

جو لوگ روح کی بقا اور عالم ماورائے طبیعت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور دنیا اور آخرت کی سعادت کے طلبگار ہیں وہ خود کو ان تینوں گروہوں کے محتاج سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے خارج میں امنیت اور اپنے اندر سلامتی کی روشنی میں فقیہ کی رہنمائی سے استفادہ کرتے ہیں، انسانی صفات کے ذریعے وہ پرورش پاتے ہیں اور اوامر الہی کے مطابق قدم اٹھاتے ہیں تاکہ وہ اس دنیا



میں پاکیزگی اور نیکی کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں اور موت کے بعد کے جہاں میں بھی سعادت مندر ہیں۔ لیکن مادی لوگ جو کائنات کو مادہ سمجھتے ہیں، وہ خود کو کسی فقیہ اور عالم دین کا محتاج نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ان کے نظریہ کے مطابق انسان کی زندگی فقط مادی پہلو پر مشتمل ہے، اور وہ ایک حیوان کی زندگی کے برابر ہے اور حیوان کو صرف اپنے ارد گرد اور جسم کی سلامتی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بھیڑیں اپنے باہر کو خطرات سے محفوظ رکھنے اور بھیڑیہ اور دیگر جانوروں سے حفاظت کے لئے ایک چرواہے کی محتاج ہوتی ہیں، اسی طرح انسان بھی اپنے وطن کی سلامتی کے لئے تاکہ وہ داخلی اور خارجی دشمنوں سے محتاج رہے ایک خیر خواہ حکومت کا محتاج ہوتا ہے۔ بھیڑ اپنے جسم کی سلامتی اور بیماریوں سے بچنے کے لئے جانوروں کے ڈاکٹر کی محتاج ہوتی ہیں۔ انسان بھی اپنے بدن کی سلامتی اور تکلیف اور درد سے بچنے کے لئے دانا اور مورد اعتماد ڈاکٹر کا محتاج ہوتا ہے جس وقت بھیڑ چرواہے کے ذریعے خارجی خطرات سے اور ڈاکٹر کے ذریعے جسمانی مرض سے محفوظ ہو جاتی ہے تو وہ کھانے، پینے، جنسی شہوت اور آرام کے پیچھے جاتی ہے اور اطمینان کے ساتھ اپنی حیوانی زندگی اور مادی لذتوں سے استفادہ کرتی ہے یہاں تک کہ اسے ذبح کیا جائے یا اپنی موت مر جائے۔

مادہ پرست انسان بھی جو کہ خدا اور عالم غیب کا منکر ہوتا ہے جب حکومت کے ذریعے خارجی امنیت اور ڈاکٹر کے ذریعے جسمانی امراض سے خود کو محفوظ سمجھ لیتا ہے تو کام، کاج اور مال و دولت کے حصول کے پیچھے جاتا ہے تاکہ وہ جتنا زیادہ ہو سکے حیوانی خواہشات اور اپنی شہوات کے لئے زمین سازی کر سکے۔ وہ مرنے تک اپنی پوری زندگی اسی طرح بسر کرتا رہتا ہے۔

## مکتب انبیاء کے دنیا پرست پیروکار

یہ بات بیان کرنا ضروری ہے کہ بہت سے ایسے انسان ہیں جو خود کو خدا پرست اور انبیاء کرام کے پیروکار سمجھتے ہیں، عالم آخرت اور موت کے بعد زندگی کے بارے میں باتیں کرتے ہیں لیکن پھر بھی مادی افراد کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں نہ تو اپنے پیغمبر کی تعلیمات کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ ہی معنویات کو اہمیت دیتے ہیں۔ زندگی میں ان کا مقصد صرف مادی چیزوں سے استفادہ اور دنیا کے ساتھ اپنی محبت کو بڑھانا ہوتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس گروہ کے بارے میں فرمایا ہے:

**عَجِبْتُ لِعَامِرٍ دَارَ الْفَنَاءِ وَ تَارِكٍ دَارَ الْبَقَاءِ**

”مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو اپنی ثابت نہ رہنے والی دنیا کے لئے تو کوشش کرتا ہے لیکن اس نے آخرت کو بھلا دیا

ہے جو ہمیشہ رہنے کا گھر ہے، اور وہ اس کے لئے قدم نہیں بڑھاتا“۔<sup>[۱]</sup>

اس گروہ میں سے بعض جو کہ اگرچہ خود کو برحق سمجھتے ہیں پھر بھی وہ اپنے مادی اہداف تک پہنچنے کے لئے عملی طور پر پاکیزگی کے راستے سے منحرف ہو جاتے ہیں، ناپاکی اور اخلاقی فسادات کی جانب مائل ہو جاتے ہیں اور روزانہ اپنے نامہ اعمال کو سیاہ بناتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس طرح کے لوگ خدا کو بھی بھول جاتے ہیں، اس کے اوامر اور نواہی کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور دنیا کی عبودیت اور بندگی کا طوق اپنی گردن میں ڈال دیتے ہیں۔

**عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ عَظُمَتِ الدُّنْيَا فِي عَيْنِهِ وَ كَبُرَ مَوْقِعُهَا مِنْ قَلْبِهِ أَثَرَهَا عَلَى اللَّهِ تَعَالَى فَانْقَطَعَ إِلَيْهَا وَ صَارَ عَبْدًا لَهَا.**

حضرت علیؑ نے فرمایا: ”جس کی آنکھوں میں دنیا عظیم ہے اور جس کے دل میں اس کی بڑی اہمیت ہے، وہ اسے کائنات کے خالق پر مقدم رکھتا ہے، اور خود کو دنیا اور دنیاوی امور کے سامنے اتنا گرا دیتا ہے کہ بغیر قید و بند کے اس کا غلام بن جاتا ہے۔“ [۱]

ایک مومن شاعر نے جو کہ خود پاکیزگی اور فضیلت کو اہمیت دیتا تھا، بد بخت انسانوں کی اخلاقی آلودگیوں کو نظم کی صورت دی ہے، انہوں نے ادب و احترام کی وجہ سے اسے اپنی طرف منسوب کیا ہے، وہ اپنے اشعار میں کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

نام حق گر چہ بر زبانم بود  
لیک شیطان شریک کارم بود  
بر خلاف تیود ایمانی  
مستفاد از نصوص مترآنی  
نفس امارہ را رہا کردم  
زین رہائی بہ خود چہ ہا کردم  
مکرہا، حیلہ بہ کار زدم  
لاف بی حد و بی شمار زدم  
با ریا کسب آبرو کردم

وہ حق ہا کہ زیرو رو کر دم  
 گاہ تا سفرہ ام شود رنگین  
 داغ در یوزگی زدم بہ جبین  
 گاہ با باطنی سیہ چون قسیر  
 قصہ ہا گفتم از صفای ضمیر  
 وای بر من ز انکاس گناہ  
 ساعت ”بخت عم علی افواہ“

ترجمہ:

اگرچہ خدا کا نام میری زبان پر تھا لیکن شیطان میرا شریک کا تھا۔ میں نے ایمان کے قیدو بند کے خلاف جن کو نص قرآنی سے حاصل کیا تھا میں نے نفس امارہ کو رہا کر دیا، اس رہائی سے میں نے اپنے ساتھ کیا کیا۔ میں نے دوکھے اور فریب پر عمل کیا، لا محدود بے ہودہ باتیں کیں۔ ریا کاری کے ذریعے میں نے عزت تو حاصل کر لی لیکن حقوق کو پامال کر دیا۔ کبھی تو اپنے دسترخوان کو رنگین کرنے کے لئے میں غلامی کا داغ اپنی پیشانی پر لگا دیا کبھی تارکول کی طرح کالے بدن کے ساتھ میں نے پاکیزہ کردار کے قصے بیان کئے، گناہوں کی تصویر کشی کے لئے مجھ پر افسوس، اس وقت سے جب (روزِ قیامت) منہ پر مہر لگا دی جائے گی۔

حضرت علیؑ نے اپنے ایک خطبہ کے ضمن میں مادی اور دنیا پرست انسانوں کو جنہوں نے اپنی معنویات اور انسانیت پر ظلم کر کے خود کو اس مختصر دنیا میں قید کر رکھا ہے، ان خدا پرست، حقائق اور آخرت پر یقین رکھنے والے افراد کے ساتھ مقائسہ کیا ہے جو مادی دنیا اور مادی طبعیت دونوں پر یقین رکھتے ہیں اور دونوں پہلوؤں پر ان کی توجہ ہوتی ہے۔ امام نے اس خطبہ میں ان کے بعض اوصاف اور خصوصیات کی جانب بھی اشارہ فرمایا ہے:

وَإِنَّمَا الدُّنْيَا مَنْتَهَى بَصَرِ الْأَعْمَى لَا يُبْصِرُ مِمَّا وَرَاءَهَا شَيْئاً وَ الْبَصِيرُ يَنْفَذُهَا بَصَرُهُ  
 وَيَعْلَمُ أَنَّ الدَّارَ وَرَاءَهَا فَالْبَصِيرُ مِنْهَا شَائِخٌ وَالْأَعْمَى إِلَيْهَا شَاخِصٌ وَالْبَصِيرُ مِنْهَا مُتَزَوِّدٌ  
 وَالْأَعْمَى إِلَيْهَا مُتَزَوِّدٌ.

”دینا اندھے دل انسان کے لئے آخری مقام ہے، اسے دنیا کے علاوہ کوئی اور چیز نظر نہیں آتی لیکن آگاہ اور بینا انسان اپنے نور بصیرت کے ذریعے دنیا کے حجابات کو ہٹا دیتا ہے اور وہ کائنات جو ماورائے طبیعت میں ہے وہ اسے نظر آتی ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ کے رہنے کی حقیقی منزل دنیا کی موقت زندگی ختم ہو جانے کے بعد شروع ہوگی، بصارت رکھنے والا آگاہ انسان اپنے آپ کو مسافر سمجھتا ہے اس کی نظر میں دنیا صرف ایک گذرگاہ ہے۔ لیکن اندھے دل انسان کی نظر صرف دنیا پر ہوتی ہے اور اس کا تمام ہم و غم یہ دنیا ہوتی ہے۔ بصارت دکھنے والا انسان دنیا میں بھی آخرت کی فکر میں ہوتا ہے اور وہ آئندہ کے لئے اس سے زادراہ اکٹھا کر لیتا ہے۔ لیکن اندھا دل رکھنے والے انسان کا مقصد صرف دنیا ہوتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اس کے منافع اور لذتوں سے بہرہ مند ہو۔“ [۱]

## آخرت کے سفر کا زادراہ

عربی زبان میں ”زاد“ سفر کے سامان کو کہا جاتا ہے، جو کہیں سفر پہ جانا چاہتا ہے اور اسے لمبا سفر درپیش ہوتا ہے وہ جانے سے پہلے اپنے لئے سامان مہیا کرتا ہے اور جس چیز کی اسے ضرورت ہوتی ہے بڑی مقدار میں وہ چیز اپنے ساتھ اٹھا لیتا ہے تاکہ سامان کے فقدان کی وجہ سے راستے میں اسے پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے جس کی وجہ سے وہ بیماری اور موت کا شکار نہ ہو جائے۔ یہ وہ طریقہ ہے جس پر کائنات کے تمام عقلمند افراد عمل کرتے آئے ہیں اور اب بھی اس پر عمل کر رہے ہیں۔

اولیاء کرام لوگوں کو ان کے وظائف کی جانب متوجہ کرنے اور انہیں آخرت کی یاد دلانے کے لئے اپنے کلمات میں بار بار ”زادراہ“ کے بارے میں بیان کیا کرتے تھے تاکہ لوگوں کو سمجھائیں کہ اس کائنات میں تمام انسان مسافروں کی طرح ہیں، انہیں چاہئے کہ اس دنیا کی موقت قیامگاہ میں گم نہ ہو جائیں بلکہ ہمیشہ آخرت کی ابدی زندگی کی جانب متوجہ رہیں۔ انہیں چاہئے کہ اس طویل سفر کی پریشانیوں اور مشکلات سے بچنے کے لئے جتنا زیادہ ہو سکے اپنی دنیاوی زندگی کی فرصت سے فائدہ اٹھائیں اور طولانی راستہ کے لئے اپنے لئے زادراہ اکٹھا کر لیں۔

**عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: فَتَرَوْ دُونَ الدُّنْيَا مِنَ الدُّنْيَا مَا تَحْرُرُونَ بِهِ أَنْفُسَكُمْ غَدًا.**

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ”دنیا میں دنیا سے اپنے لئے زادراہ اٹھا لو تاکہ آئندہ اس سے بہرہ مند ہو کر خود کو خطرات

سے نجات دلا سکو۔“ [۲]

[۱] نیچ البلاغہ خطبہ 133

[۲] نیچ البلاغہ خطبہ 64

## دنیاوی سفر اور اخروی سفر میں فرق

دنیاوی سفر عموماً اختیاری ہوتے ہیں اور لوگ اپنے ارادہ اور اختیار سے سفر پر جاتے ہیں، لیکن آخرت کا سفر لازمی ہے اور جو بھی خواہ وہ کسی بھی مقام و منزلت پر فائز ہو اسے اس سفر پر ضرور جانا ہوگا، اس کے لئے اس دنیا سے کوچ کر کے آخرت کے راستے پر چلنا ضروری ہے۔ مہم بات یہ ہے کہ نہ صرف ہم آخرت کے سفر کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ مسافرت کے دن اور ٹائم کے منتخب کرنے کا اختیار بھی ہمارے پاس نہیں ہے۔ کیونکہ خداوند عالم کا فیصلہ یہ ہے کہ ہمارے مرنے کا وقت اور موت کی جگہ ہم سے مخفی رہے، اور جب ہمارا آخری وقت آتا ہے تو فوراً موت کا فرشتہ آ کر ہماری روح قبض کر لیتا ہے اور ہمارا عالم آخرت کا خوف ناک اور خطر ناک سفر شروع ہو جاتا ہے۔

**عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: فَتَزَوَّدُوا فِي أَيَّامِ الْبَقَاءِ قَدْ ذُلِلْتُمْ عَلَى الزَّادِ وَأَمْرُكُمْ بِالظَّنِّ وَحَيْثُكُمْ عَلَى الْمَيْسِرِ فَإِنَّمَا أَنْتُمْ كَرَكِبٍ وَقُوفٍ لَا يَدْرُونَ مَتَى يُومَرُونَ بِالسَّيْرِ.**

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ”دنیا کے فانی اور جلد گزر جانے والے دنوں میں آخرت کے باقی اور جاودان ایام کے لئے زاد راہ اٹھالو۔“

تمہیں اس سامان کی ہدایت دی گئی ہے جنہیں تمہیں ذخیرہ کرنا ہے، تم نے راہ سعادت طے کرنے کے فرمان کو حاصل کر لیا ہے اور تمہیں اعمال صالحہ کے راستے پر چلنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ تم ان ٹھہرے ہوئے سواروں کی طرح ہو جن کو چلنے کے وقت کا علم نہ ہو۔ [۱]

**عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ أَبُو ذَرِّ الْعَقْفَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَنَادَى أَنَا جُنْدُبُ بِنِ اسَّكِنِ فَأَكْتَنَفَهُ النَّاسُ فَقَالَ مَعَاشِرَ النَّاسِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَرَادَ السَّفَرَ لَا عَدَّ مَا يُصْلِحُهُ أَمَّا تُرِيدُونَ لِسَفَرِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا يُصْلِحُكُمْ.**

حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: (ایک دن) ابو ذر عقفاریؓ کعبہ کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور آواز دینے لگے میں جندب ابن سکن ہوں۔ اس آواز اور اپنا تعارف کرنے کی وجہ سے بہت سے لوگ ان کے اطراف میں جمع ہو گئے تو انہوں نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”تم میں سے کوئی بھی جب کسی سفر کے لئے جانا چاہتا ہے تو وہ اپنے ساتھ سفر کے لئے مناسب سامان ضرورت اٹھاتا ہے۔ کیا تم نہیں چاہتے قیامت کے سفر کے لئے اپنے ساتھ ایسی چیز اٹھا لو جس میں تمہارے

لئے اچھائی اور بہتری ہو؟۔<sup>[۱]</sup>

قیامت کے لئے زادہ راہ تیار کرنے کے بارے میں عامہ و خاصہ نے بہت سی روایات نقل کی ہیں، یہاں صرف مذکورہ احادیث کے ذکر پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ اب اس بات کی وضاحت بیان کرنا ضروری ہے کہ اسلام میں آخرت کے زادراہ سے کیا مراد ہے اور اولیاء کرام نے کونسی چیزوں کو قیامت کے ذخیرہ کے طور پر معرفی فرمایا ہے۔

## اسلام کی نظر میں آخرت کا زادراہ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَخَيْرُ الزَّادِ التَّقْوَى.

رسول خدا ﷺ نے ایک خطبہ کے ضمن میں فرمایا: ”تقویٰ بہترین زادراہ ہے“۔<sup>[۲]</sup>

حضرت علی علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جنگ صفین سے واپس لوٹ رہے تھے جب آپ کوفہ کے قبرستان کے پاس پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے اور قبور میں موجود مردوں سے مخاطب ہو کر گفتگو کرنے لگے، آپ نے دوران گفتگو یہ بھی فرمایا: ”تمہارے گھروں میں دوسرے آکر بیٹھ گئے، تمہاری بیویاں دوسروں کے ساتھ رشتہ ازدواج سے منسلک ہو گئیں تمہارے اموال تقسیم ہو چکے ہیں یہ ہمارے ہاں کی خبریں ہیں۔ تمہارے پاس کیا خبر ہے؟۔“

ثُمَّ التفت إلى أصحابه فقال: أما لو أُذِنَ لَهُمْ فِي الْكَلَامِ لَا خُبْرٌ وَكُمْ إِنَّ خَيْرَ الزَّادِ

التَّقْوَى.

پھر آپ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”اگر انہیں بات کرنے کی اجازت دی جائے تو تمہیں خبر دیتے کہ آخرت کے سفر میں بہترین زادراہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے“۔<sup>[۳]</sup>

باایمان انسان فرائض دینی کی ادائیگی اور تمام محرمات الہی سے اجتناب کے ذریعہ تقویٰ کے عظیم درجہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے اس عمل سے آخرت میں اپنے لئے بہترین اور عالی ترین زادراہ تیار کر لیتا ہے۔ وہ قیامت میں نورانی چہرہ کے ساتھ محشور ہوگا۔ اور سر بلندی اور افتخار سے متقی اور نیک لوگوں کی صف میں کھڑا ہو جائے گا اور بالآخر وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے ابدی سعادت پر فائز ہو کر ہمیشہ کے لئے بہشت برین میں رہے گا۔

[۱] امامی شیخ مفید صفحہ 215

[۲] سفینہ جلد 1 صفحہ 391

[۳] منج البلاغ کلمہ 130

## تقویٰ کے علاوہ اور زادراہ

اس نکتہ کا تذکرہ بھی لازمی ہے کہ رسول خدا ﷺ کی مذکورہ حدیث میں تقویٰ کو بہترین زادراہ کہا گیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ قیامت میں زادراہ صرف تقویٰ میں منحصر ہو۔ کیونکہ فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے دوری کے ساتھ روایات میں کچھ ایسے اعمال بھی بیان ہوئے ہیں جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ انسانوں کے لئے خیر اور سعادت مندی کا ذخیرہ ہو سکتا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے مال اور مقام، جاہ و محبوبیت، قلم و زبان اور دوسری وہ طاقتیں جو ان کے اختیار میں ہیں ان کے ذریعے لوگوں کی خدمت کرتے ہیں اور ان کو کسی بھی طرح سے فائدہ پہنچاتے ہیں وہ بھی اپنے اس عمل سے قیامت کے لئے ذخیرہ جمع کرتے ہیں۔

جریر کہتے ہیں: ایک دن ہم رسول خدا ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھے تھے اتنے میں قبیلہ مضر میں سے ایک گروہ آیا جن کے پاس تلواریں تو تھیں لیکن پشم کے کپڑے کے ایک ایسے ٹکڑے کے علاوہ جسے سیاہ اور سفید دھاگوں سے بنایا گیا تھا ان کے پاس کوئی اور لباس نہ تھا۔ رسول خدا ﷺ ان کے برہنہ جسم اور ان کے چہروں کا مشاہدہ کیا جن سے ان کی بھوک کی شدت کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ آپ بہت غمگین ہوئے۔ آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا، آپ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر تشریف لے گئے، اس کے بعد آپ مسجد کی جانب روانہ ہوئے فریضہ ظہر کی ادائیگی کے بعد منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور قرآن مجید کی چند آیات کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا:

تَصَدَّقُوا قَبْلَ أَنْ لَا تَصَدَّقُوا تَصَدَّقُوا قَبْلَ أَنْ يُعَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الصَّدَقِ تَصَدَّقْ  
 أَمْرٌ مِنْ دِينَارِهِ تَصَدَّقْ أَمْرٌ مِنْ دِرْهَمِهِ تَصَدَّقْ أَمْرٌ مِنْ بَرٍّ مِنْ شَعْبِيَّةٍ مِنْ تَمْرٍ لَا يُحَقَّرَنَّ  
 شَيْءٌ مِنَ الصَّدَقَةِ وَلَوْ بِشِقِّ التَّمْرَةِ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ فِي كَفَّةٍ فَنَأَوْهَا رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَهُوَ عَلَى مَنْبَرِهِ فَعُرِفَ السُّرُورُ فِي وَجْهِهِ فَقَامَ النَّاسُ فَتَفَرَّقُوا فَمِنْ ذِي  
 دِينَارٍ وَمِنْ ذِي دِرْهَمٍ وَمِنْ ذِي طَعَامٍ وَمِنْ ذِي فَقَسَمَهُ بَيْنَهُمْ.

”صدقہ دو قبل ازیں کہ صدقہ نہ دے سکو، صدقہ دو اس سے پہلے کہ تمہارے اور صدقہ کے درمیان کوئی چیز حائل ہو جائے، ایک اپنے دینار میں سے، ایک اپنے درہم میں سے، ایک اپنے گندم میں سے، ایک اپنی جو میں سے، ایک اپنے خرما میں سے (صدقہ دے) اور کوئی بھی اپنے صدقہ کو ناچیز نہ سمجھے، اگرچہ وہ نصف خرما ہی کیوں نہ ہو۔ اچانک انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور پیسوں سے بھری تھیلی رسول خدا ﷺ کی خدمت میں پیش کی اس وقت آنحضرت ﷺ منبر پر تھے۔ اس شخص کے اس عمل سے رسول خدا ﷺ کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے۔ اس کے بعد دیگر تمام افراد بھی کھڑے

ہوئے اور پراکندہ ہونے لگے تاکہ کوئی چیز ساتھ لائیں اور اس خیر کے کام میں مدد کریں۔ ان میں سے بعض دینار لائے۔ بعض درہم لائے، بعض کھانا لائے اور بعض دوسری چیزیں اپنے ساتھ لائے آنحضرتؐ نے لوگوں کے صدقات کو ان (قبیلہ مضر) کے درمیان تقسیم کر دیا۔<sup>[۱]</sup>

**عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: إِنَّ الْمَرْءَ إِذَا هَلَكَ قَالَ النَّاسُ مَا تَرَكَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ مَا قَدَّمَ لِلَّهِ أَبَاؤُكُمْ فَقَدِّمُوا بَعْضًا يَكُنْ لَكُمْ وَلَا تُخَلِّفُوا كَلًّا فَيَكُونُ عَلَيْكُمْ.**

حضرت علیؑ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں اموال دنیا میں سے اس نے کیا چھوڑا اور ملائکہ کہتے ہیں اس نے آگے کیا بھجھا ہے؟ تم اور تمہارے والدین فیض حق میں شامل رہو، اپنے اموال کا کچھ حصہ اپنی موت سے پہلے (آگے) بھیج دو یہ تمہارے فائدہ میں ہوگا اور تمام اموال کو یہاں مت چھوڑو کیونکہ یہ تمہارے نقصان میں اور تمہارے کاندھوں پر وزن ہوگا۔“<sup>[۲]</sup>

**عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ «كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ» أَنَّهُ قَالَ: هُوَ الرَّجُلُ يَكْسِبُ الْمَالَ وَلَا يَعْمَلُ فِيهِ خَيْرًا فَيَرِثُهُ مَنْ يَعْمَلُ فِيهِ عَمَلًا صَالِحًا فَيَبْرِي الْأَوَّلُ مَا كَسَبَهُ حَسْرَةً فِي مِيزَانٍ غَيْرِهِ.**

امام باقرؑ نے اس آیت کریمہ: ”خدا ان سب کے اعمال کو اسی طرح حسرت بنا کر پیش کرے گا۔“<sup>[۳]</sup> کی وضاحت میں فرمایا: ”ایک انسان مال کسب کرتا ہے لیکن وہ اس کے ذریعہ کوئی نیک عمل انجام نہیں دیتا، اس کی موت کے بعد اس کا مال و دولت ایسے شخص کو بطور میراث ملتا ہے جو نیک اعمال انجام دیتا ہے وہ اس مال کو نیک اور صالح اعمال پر خرچ کرتا ہے۔ قیامت میں مال کا مالک اپنی ملکیت کو اپنے وارث کے میزان عمل میں دیکھے گا اور وہ حسرت اور افسوس سے اسے دیکھے گا۔“<sup>[۴]</sup>

جو لوگ اجتماعی جاہ و منزلت رکھتے ہیں وہ بھی مالدار افراد کی طرح لوگوں کے لئے خیر کا باعث بن سکتے ہیں وہ اپنے ذاتی اثر و رسوخ سے مسلمانوں کے فائدہ کے لئے کام کر سکتے ہیں، ان کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں یا انہیں نقصان سے بچا سکتے ہیں۔

[۱] تفسیر در المنثور جلد 6 صفحہ 201

[۲] شرح ابن بیثم جلد 4 خطبہ 194 صفحہ 5

[۳] سورہ بقرہ آیت 167

[۴] تفسیر برہان جلد 1 صفحہ 173



روایات کے مطابق یہ خدمت بھی مقام و منزلت رکھنے والوں کے لئے معاد کا ذخیرہ بنے گی۔ لیکن اگر وہ اس سے استفادہ نہ کریں اور اپنے مقام و منزلت سے کام نہ لیں تو قیامت کے دن انہیں افسوس اور حسرت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

**عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ عَلَيْكُمْ زَكَاةَ جَاهِكُمْ كَمَا فَرَضَ عَلَيْكُمْ زَكَاةَ مَا مَلَكَتْ أَيْدِيكُمْ.**

امیر المؤمنین علیؑ نے فرمایا: ”خداوند عالم نے تم پر مقرر کیا ہے کہ تم اپنی قدر و منزلت کی زکات ادا کرو، جیسا کہ اس نے تم پر تمہارے اموال کی زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے۔“ [۱]

**تَفْسِيرُ الْإِمَامِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَا تَقَدَّمَ مِنْ خَيْرٍ مِنْ مَالٍ تُنْفِقُونَهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ يَمَلِكُوا جَاهَهُمْ تَبَدَّلُونَهُ لِأَخْوَانِكُمُ الْمُؤْمِنِينَ تَجَرُّونَ بِهِ إِلَيْهِمُ الْمَنَافِعَ وَتَدْفَعُونَ بِهِ عَنْهُمْ الْمَضَارَّ تَجِدُونَ عِنْدَ اللَّهِ يَنْفَعُكُمْ اللَّهُ.**

امام علیؑ کے فرمان کی تفسیر یہ ہے کہ ”اپنے مال میں سے جو کچھ تم خدا کی راہ میں خرچ کر رہے ہو اور آگے بھیج رہے ہو اور اگر مال نہ ہوتا تو تم اپنے مومن بھائیوں پر اپنے مقام و منزلت کو خرچ کرتے تاکہ ان کے لئے فائدہ حاصل کر سکو یا نقصان کو ان سے دور ہٹا سکو قیامت کے دن تم ان سب کو خداوند عالم کے پاس پاؤ گے تمہیں تمہارے اعمال کا انعام دیا جائے گا۔“ [۲]

**عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ بَدَّلَ جَاهَهُ لِأَخِيهِ الْمُؤْمِنِ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَلَى النَّارِ وَلَمْ يَمَسَّهُ قَتْرٌ وَلَا ذِلَّةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.**

امام صادق علیؑ نے فرمایا: ”کوئی بھی مومن اپنے مقام و منزلت کو اپنے دینی بھائی کے لئے استعمال نہیں کرتا، سوائے اس کے کہ خداوند عالم اس کے چہرہ کو جہنم کی آگ پر حرام قرار دیتا ہے اور قیامت میں اسے ذلت و خواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔“ [۳]

**عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ صَدَقَةٍ أَفْضَلُ مِنْ صَدَقَةِ اللِّسَانِ. قِيلَ وَكَيْفَ ذَلِكَ؟**

[۱] وسائل جلد 11 صفحہ 594

[۲] مستدرک الوسائل جلد 2 صفحہ 411

[۳] سفینہ (اخا) صفحہ 14

### قَالَ الشَّفَاعَةُ يُحَقِّنُ بِهَا الدَّمُ وَيُجَرِّبُهَا الْمَنْفَعَةَ.

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی بھی صدقہ زبان کے صدقہ سے افضل نہیں ہے۔

آپ سے پوچھا گیا: یہ کس طرح ہے؟

آپ نے فرمایا: شفاعت کے ذریعہ بے گناہوں کا خون محفوظ رہتا ہے اور اس کے ذریعہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔“

[۱]

### خلاصہ:

ہر نیکی کا کام جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے، نیک عمل انجام دینے والے کے لئے قیامت کا سامان ہے اگرچہ وہ عمل

چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔

### عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوَّلُ يُبْتَدَأُ بِهِ فِي الْآخِرَةِ صَدَقَةُ الْمَاءِ.

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ”قیامت میں لوگوں کے نیک اعمال کی برسی کی ابتدا پانی کے صدقہ سے

ہوگی۔“ [۲]

ائمہ معصومین علیہم السلام نے بہت سی روایات کے ضمن میں مخلوقات کی خدمت کی معنوی فضیلت اور ان کی ضروریات کو

پورا کرنے کے بارے میں بیان فرمایا ہے، انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ خدمت کرنے والے لوگ خدا کے مخصوص بندوں کا

گروہ ہے۔ اور وہ جو خدمات انجام دیتے ہیں وہ ان کے لئے آخرت کا سامان بنے گا۔

### عَنْ مُعَبَّرِ بْنِ خَلَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: إِنَّ لِلَّهِ عِبَادَةً فِي الْأَرْضِ يَسْعَوْنَ

فِي حَوَائِجِ النَّاسِ هُمْ الْأَمْنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ أَدْخَلَ عَلَى مُؤْمِنٍ سُورًا فَفَرَّجَ اللَّهُ قَلْبَهُ يَوْمَ

الْقِيَامَةِ.

محمد بن خلاد کہتے ہیں: میں نے امام رضا علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ: ”زمین پر اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ ایسے بندے ہیں جو

لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں ان لوگوں کو اس خدمت کی جزاء کے طور پر قیامت میں امن کی

نعمت اور روح کا سکون حاصل ہوگا جو بھی کسی مومن کے دل کو خوش کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے دل کو خوش کرے گا۔

مومنین کو چاہئے کہ قیامت کے دن کے لئے اپنی زندگی کے ایام میں ہی ذخیرہ جمع کر لیں، اپنی آخرت کی بھلائی

[۱] مجلۃ البیضاء جلد 3 صفحہ 378

[۲] روضۃ المتقین جلد 3 صفحہ 166

کے لئے دنیا سے سامان اٹھالیں، اس لئے وہ واجبات الہی کی ادائیگی کے لئے کوشش کرتے ہیں، گناہوں اور غیر شرعی لذتوں سے دور رہتے ہیں اور اپنی طاقت کا کچھ حصہ مفت میں لوگوں کی پریشانیوں اور مشکلات کو حل کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ وہ یہ تمام کام اور ساری فعالیت موت کے بعد والے عالم پر ایمان اور قیامت کے ثواب اور عقاب پر اعتقاد کی وجہ سے انجام دیتے ہیں۔

## مادہ پرستوں کے اعتراض اور ان کا جواب

مادہ پرست جو خدا اور عالم ماورائے طبیعت کا انکار کرتے ہیں، وہ مکتب انبیاء کے پیروکاروں کے دینی کاموں کا انکار کرتے اور انہیں پریشان کرتے ہیں، یہاں تک کہ بعض اوقات ان کے اندر کی بات ان کی زبان پر بھی جاری ہو جاتی ہے اور وہ اعتراض کرنے لگتے ہیں۔ ابن ابی العوجا جس کی فکر مادہ پرستوں والی تھی اور امام صادق علیہ السلام کا معاصر تھا۔ وہ ایک دن صبح، کعبہ اور حجر اسود کے بارے میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنے لگا:

إِلَى كُمْ تَدْوَسُونَ هَذَا الْبَيْدَ وَ تَلْوِذُونَ بِهَذَا الْحَجَرِ وَ تَعْبُدُونَ هَذَا الْبَيْتَ الْمَرْفُوعَ

بِالطُّوبِ وَالْمَدْرِ.....؟

”تم کس وجہ سے اس زمین پر اپنے پاؤں مارتے ہو، کیوں اس پتھر کے نزدیک ہو کر اس سے متمسک ہوتے ہو اور اس خاک اور پتھر سے بنے گھر کی عبادت کرتے ہو؟“

امام علیہ السلام نے اس کے طعن آمیز سوال کا جواب دیا اور فرمایا:

هَذَا بَيْتٌ اسْتَعْبَدَ اللهُ عِبَادَهُ لِيَخْتَبِرَ طَاعَتَهُمْ فِي اٰثْبَانِهِ فَحَتَّمَهُمْ عَلَى تَعْظِيْمِهِ وَ

زِيَارَتِهِ جَعَلَهُ مَحَلَّ اَنْبِيَائِهِ وَقِبْلَةً لِمُصَلِّينَ لَهُ فَهُوَ شُعْبَةٌ مِنْ رِضْوَانِهِ وَ طَرِيقٌ يُوَدِّيُّ اِلَى

غُفْرَانِهِ.....

یہ وہ گھر ہے جس کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے بندگی کا تقاضا کیا ہے، تاکہ اس گھر میں آنے سے ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کے مراتب کی آزمائش کر سکے اسی وجہ سے اس نے انہیں اس گھر کی زیارت کی ترغیب دی ہے۔ اس گھر کو اپنے پیغمبروں کی جگہ اور نمازیوں کے لئے قبلہ قرار دیا ہے، پس یہ گھر اس کی رضا اور خوشنودی کے شعبوں میں سے ایک ہے اور وہ راستہ ہے جس کی انتہاء ذات باری تعالیٰ کی عفو و مغفرت پر ہوتی ہے۔<sup>[۱]</sup>

[۱] احتیاج طبری جلد 2 صفحہ 75

کیا ابن ابی العوجا امام صادق علیہ السلام کے جواب کی تہہ تک پہنچ گئے اور امام علیہ السلام کی باتوں کا مطلب سمجھ گئے جو باتیں آپ نے عبادت الہی، اطاعت کی آزمائش، خدا کی رضا اور مغفرت الہی تک رسائی کے راستوں کے بارے میں بیان فرمائیں؟ کیا وہ لوگ جو ابن ابی العوجا کی طرح اپنی عمر کا بڑا حصہ مادیات کے زندان میں قید رہے ہوں وہ خدا پرستوں اور اہل معنی کی زبان سمجھ سکتے ہیں؟ کیا مادی مکتب کی پیروکار جانتے ہیں کہ اولیاء کرام اور خدا کے سچے بندے کس طرح فکر کرتے ہیں اور عبادت اور مناجات کی حالت میں ان کا احساس کیا ہوتا ہے؟

ابن ابی العوجا کا منطق الہی سے واقف نہ ہونا باعث بنا کہ امام نے اپنی ایک اور بحث کے دوران اپنی بات کے طریقے کو تبدیل کیا اور ایک اور طریقہ سے اسے جواب دیا۔

**رُوي أَنَّ الصَّادِقَ عليه السلام قَالَ لِابْنِ أَبِي الْعَوْجَاءِ إِنْ يَكُنِ الْأَمْرُ كَمَا تَقُولُ وَلَيْسَ كَمَا تَقُولُ نَجُونَ وَنَجَوْتَ وَإِنْ يَكُنِ الْأَمْرُ كَمَا تَقُولُ وَهُوَ كَمَا تَقُولُ نَجُونَ وَهَلَكْتَ.**

ایک اور روایت میں ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے ابن ابی عوجا سے فرمایا: اگر جو کچھ تم کہنا کہتے ہو وہ سب صحیح نکلے حالانکہ صحیح نہیں ہے یعنی موت کے آنے سے انسان ختم ہو جائے۔ اس کائنات کے بعد کوئی اور عالم نہ ہو اور لوگوں کو ثواب اور عقاب کا سامنا نہ کرنا پڑے تو اس صورت میں ہم اور آپ دونوں ہی نجات یافتہ ہوں گے۔ لیکن اگر کائنات کے بارے میں ہماری بات صحیح نکلے جو کہ حقیقت میں بھی صحیح ہے تو اس صورت میں ہم اس کائنات کے خالق پر ایمان اور بندگی اور عبودیت کے وظائف کی انجام دہی کے سبب نجات پائیں گے اور تم خالق کائنات کے انکار اور اس کے احکامات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو جاؤ گے۔<sup>[1]</sup>

مذکورہ شرح سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق قیامت میں تقویٰ اور پرہیزگاری سب سے بہتر سامان ہے۔ تقویٰ کے ساتھ ساتھ اور چیزیں بھی قیامت میں مؤثر ہوں گی جن میں سے بعض کو ائمہ معصومین علیہم السلام کی روایات کے مطابق بیان کیا گیا۔ حضرت علی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق سب سے برا سامان لوگوں پر ظلم کرنا ہے اس کے علاوہ اور بھی بری چیزیں ہیں جو قیامت میں نقصان کا باعث بنیں گی۔ بعض لوگ اپنی زندگی میں بہت ظلم و ستم کرتے ہیں اور کسی بھی گناہ، پلیدی اور ناجائز کام سے دوری نہیں کرتے، قیامت میں ایسے افراد کا سامان دوسروں پر ظلم و ستم ہوگا اور یہ سب سے برا سامان ہے۔

**عَنْ عَلِيِّ عليه السلام قَالَ: يَنْسُ الرَّادُّ إِلَى الْمَعَادِ الْعُدْوَانَ إِلَى الْعِبَادِ.**

[1] احتیاج طبری جلد 2 صفحہ 77

حضرت علیؑ نے فرمایا:

”قیامت کے دن کے لئے سب سے زیادہ برا ذخیرہ، خدا کی مخلوقات پر ظلم کرنا ہے“۔<sup>[۱]</sup>

باہزاران ہزار خود خواہی  
تاکنم کسب لذتی واہی  
از روزیور و حلال و معتام  
وز زن و مال و شہوت و می و جام  
چہ ستم ہا بہ جسم و جان کردم  
بہ خود و حلق تو امان کردم  
شب عمرم بہ سوز و ساز گذشت  
و چہ بد این شب و راز گذشت  
روز عمرم ز شوق حنالی بود  
لذتش لذت خیالی بود  
آن خیالی کہ بود ہنچو سراپ  
وان سراپی کہ مست بیند خواب  
خم شدہ پشتم از معاصی خویش  
خجلم از وجود عاصی خویش  
جز گناہم نماندہ توشہ راہ  
می روم باگناہ سوی الہ

ترجمہ:

ہزاروں لاکھوں خواہشات کے باعث فضول لذتوں کے پیچھے دوڑتا رہا۔ ز روزیور، جلال و منزلت اور عورت، مال، شہوت پرستی اور مئے و جام کی خواہش میں میں نے اپنے جسم اور جان پر کتنے ستم

[۱] نیچ البلاغ کلمہ 221

ڈھائے، اپنی ذات اور مخلوق پر وہ ظلم ڈھائے کہ الامان، میری راتیں روتے پٹیتے گزر گئیں، یہ لمبی رات کس بد حالی میں گزر گئی۔ میری زندگی کے دن شعور و شوق سے خالی رہے اور جولد تیں تھیں وہ خام خیالی ثابت ہوئیں وہ خیال جو سراب کی مانند تھا، ایسا سراب جو مست انسان خواب میں دیکھتا ہے۔ گناہوں کے باعث میری کمر جھک گئی اپنے وجود پر شرمندہ ہوں چونکہ یہ سراپا گناہ بن چکا ہے۔ گناہوں کے سوا میرے پاس زاد سفر کچھ بھی نہیں گناہوں کا بوجھ سر پہ لئے خدائے عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہونے جا رہا ہوں۔

## موجودہ منزل میں آئندہ پیش آنے والی منازل کے لئے زاد راہ

موجودہ منزل میں آئندہ منازل کے لئے سامان اٹھانا دنیاوی سفروں میں عقل مندی ہے آخرت کے سفر کے لئے سامان اکٹھا کرنا صرف شریعت کے پابند افراد کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ حکیمانہ طریقہ حکم خدا سے اس عالم کی ہر زندہ موجودات میں بھی پایا جاتا ہے اور وہ جبری خلقت کی وجہ سے اپنے تکوینی سفر میں اسی نظم اور محاسبہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اور انہیں آئندہ منازل میں جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے انہیں موجودہ منزل میں وہ چیز عطا کی جاتی ہے۔

### مثال:

شکم مادر میں بچے کی زندگی محدود اور مختصر ہوتی ہے وہ مسافر کی طرح ہوتا ہے جسے مقررہ وقت میں رحم مادر کو ترک کرنا ہوتا ہے اس کے بعد اسے ایسے سفر پر جانا ہوتا ہے جس کی بہت سی منزلیں ہوتی ہیں اور انہیں کچھ سال وہیں رہنا پڑتا ہے، حکیم پروردگار نے نظام خلقت کو تعادل کے ساتھ بنایا ہے کہ تکوینی قوانین کے مطابق جن چیزوں اور ذخائر کی اسے دنیاوی زندگی میں ضرورت ہوتی ہے وہ سب بالفعل یا بالقوة اسے رحم مادر میں ہی دی جاتی ہیں تاکہ وہ ہر ایک سے وقت آنے پر فائدہ اٹھا سکے۔

آنے والے وقت میں اسے دیکھنے اور سننے کی ضرورت ہوتی ہے، اسے رحم مادر میں آنکھیں اور کان دیئے جاتے ہیں۔ آنے والے وقت میں انہیں بات کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، اسے رحم مادر میں زبان عطا کی جاتی ہے آنے والے وقت میں وہ حرکت اور فعالیت کا محتاج ہوتا ہے، اسے شکم مادر میں ہاتھ اور پاؤں دیئے جاتے ہیں بچہ جب دنیا میں قدم رکھتا ہے تو وہ ماں کے دودھ کے ذریعہ غذا حاصل کرتا ہے، اسے رحم مادر میں معدہ اور آنتیں دی جاتی ہیں، آنے والے وقت میں چونکہ اسے غذا چبانے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے اس کے منہ میں دانت نکلنے کی صلاحیت بھی اسے رحم مادر میں ہی عطا ہوتی ہے۔

## بااختیار انسان

شکم مادر میں موجود بچہ، رحم مادر کی منزل کو اس وقت ترک کرتا ہے جب بالفعل یا بالقوة اس کے پاس دنیاوی زندگی کا تمام سامان تیار ہو جاتا ہے، بالکل مسافر کی طرح زادراہ تیار ہونے کے بعد سفر پر جاتا ہے۔

مکتب انبیاء کے پیروکاروں اور موت کے بعد بقائے روح اور دیگر عوامل کا عقیدہ رکھنے والوں کا عقیدہ ہے کہ انسانوں کے لئے دنیاوی زندگی شکم مادر میں بچے کی زندگی کی طرح ہے اور موت بمنزلہ دوسری ولادت ہے۔ پہلی ولادت بچے کو شکم مادر سے کائنات میں منتقل کرتی ہے اور موت یعنی دوسری ولادت انسان کو شکم مادر سے غیب کے وسیع و عریض عالم کی جانب منتقل کر دیتی ہے۔

سب سے زیادہ مہم اور قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ شکم مادر میں موجود بچہ کا اپنا ارادہ اور اختیار نہیں ہوتا شکم مادر میں بچہ کو تخلیق کرنے والا خداوند عالم ہے۔ وہ ان طریقوں اور قوانین کے وسیلے جنہیں اس نے اپنی حکمت بھری مشیت سے نظام خلقت میں برقرار کیا ہے اور وہ مسلسل جاری رہتی ہے، رحم مادر کی ظلمتوں میں بچے کو بناتا ہے ضروری تعادل کو اس کے جسم میں برقرار رکھتا ہے اور بچے کے کہنے کے بغیر ہی وہ اسے تمام اعضاء و جوارح عطا کرتا ہے جن کی بچے کو اپنی زندگی میں ضرورت ہوتی ہے اس کے بعد اسے اس دنیا میں منتقل کیا جاتا ہے۔

البتہ انسان اس دنیا میں قدم رکھنے کے بعد اپنے عمل کے لئے آزاد ہیں، وہ اپنے ارادہ اور اختیار سے خود کو شائستہ بھی بنا سکتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ اپنے لئے آخرت کی فکر کریں آئندہ درپیش سفر کے لئے اپنے لئے کافی مقدار میں زادراہ مہیا کریں اور آج کی فرصت میں اپنی کل کی خوشنختی اور سعادت کے لئے اسباب مہیا کریں نیز انہیں یہ اختیار بھی ہے کہ وہ اس دنیا اور اس کی لذتوں کو اپنا سب کچھ سمجھیں، آخرت سے منہ پھیر لیں، انسانیت اور انسانی مسؤلیت کو فراموش کر دیں اور اس کائنات میں بعد والی دنیا کے لئے زادراہ مہیا نہ کریں اور خالی ہاتھ بدبختی سے اس دنیا کو ترک کر دیں۔

جس بچے کو رحم مادر میں کسی مانع کا سامنا ہوا ہو یا اس پر کسی عامل کا اثر ہوا ہو جس کی وجہ سے وہ طبعی راستے اور کمال کی راہ سے منحرف ہو کر نتیجے میں ناپید ہوا جائے تو وہ بچہ مجبوراً نابینا پیدا ہوگا۔ ایسا بچہ اپنی پوری دنیاوی زندگی اس کمی کی وجہ سے تکلیف اٹھائے گا جو اسے شکم مادر میں نصیب ہوئی تھی۔ وہ اس نابینائی کی وجہ سے ہمیشہ تکلیف اور عذاب میں مبتلا رہے گا بالکل اسی طرح جو انسان اس دنیا میں اپنے انسانی وظائف کی رعایت نہیں کرتا، اپنی چشم بصیرت نہیں کھولتا، آیات الہی میں غور فکر نہیں کرتا جس نے اپنے دل کو اندھا بنا دیا ہے وہ اس ماں یعنی دنیا کے شکم سے بھی نابینا ہی متولد ہوگا۔ وہ بھی عالم آخرت میں نقص یا ناقص کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ یہ بات قرآن مجید میں کچھ اس طرح بیان ہوئی ہے۔

وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿١١﴾

اور جو اسی دنیا میں اندھا ہے وہ قیامت میں بھی اندھا اور بھٹکا ہوا رہے گا۔

ہر کہ در دنیا از بسینش ب دور

ہم بود در آحسرت ناحپار کور

دیدہ نگشودہ است اور بر نیک و بد

ہم رسد اورا کہ بر کوران سزد

ترجمہ:

دنیا میں جو بھی بصیرت سے دور رہا، وہ مجبوراً آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ اس نے اچھے اور برے پر اپنی آنکھیں نہیں کھولی تھیں، اس کے ساتھ بھی وہی چیز ہونی چاہئے جس کے اندھے حقدار ہیں۔

خداوند عالم ایک اور آیت کریمہ میں آخرت کی ناپیدائی کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ الْيَوْمَ الْقِيَمَةَ أَعْمَىٰ قَالَ رَبِّ لِمَ

حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَىٰ ﴿١٢﴾

اور جو میرے ذکر سے اعراض کرے گا اس کے لئے زندگی کی تنگی بھی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا بھی

محسوس کریں گے وہ کہے گا کہ پروردگار یہ تو نے مجھے اندھا کیوں محسوس کیا ہے جب کہ میں دار دنیا میں صاحب بصارت تھا ارشاد

ہوگا کہ اسی طرح ہماری آیتیں تیرے پاس آئیں اور تو نے انہیں بھلا دیا تو آج تو بھی نظر انداز کر دیا جائے گا۔

کوری این جہان زنا بسینی است

کوری آن جہان زبی دینی است

کور ظاہر زدید مجبور است

کور باطن زیاد حق دور است

[۱] سورہ اسراء آیت 72

[۲] سورہ طہ آیت 124، 125، 126 -



ہر کہ روی از خدا بر تابد  
در قیامت بہ عرصہ کور آید

ترجمہ:

اس جہان کا اندھا پن نہ دیکھنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لیکن اس جہان (عالم آخرت) کا اندھا پن بے دینی کی وجہ سے ہوگا۔ ظاہری اندھا نظر نہیں رکھتا باطنی اندھا حق سے دور ہوتا ہے۔ جو بھی خدا سے منہ پھیر لے وہ قیامت میں اندھا مشور ہوگا۔

خلاصہ

اس کائنات کی عالم آخرت کے ساتھ وہی نسبت ہے جو نسبت شکم مادر میں موجود بچے کی اس دنیا کے ساتھ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ بعض اوقات بعض معلوم یا نامعلوم اسباب کا شکم مادر میں موجود بچے کو سامنا کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے بچہ جبری طور پر طبعی رشد نہیں کر پاتا، اس کے اعضاء و جوارح میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں غیر عادی اور ظاہری عیب کے ساتھ بچہ متولد ہوتا ہے اور اپنے والدین کو پریشان کر دیتا ہے۔

### انسان کا حشر

اس دنیا میں بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ہمیشہ اپنی نفسانی خواہشات اور بغیر قید و بند کے شہوات کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں، حق و فضیلت کو فراموش کر کے توحیدی فطرت کے راستے اور اخلاقیات سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے اندر غلط اوصاف اور رذائل اخلاقی کو پروان چڑھاتے ہیں۔

ایسے لوگ جان بوجھ کر اپنے آپ کو اپنے غلط اوصاف کے ذریعے اس کائنات میں عیب دار بنا دیتے ہیں، وہ دنیا سے آخرت کے سفر کے لئے ناپسندیدہ اور ناپاک سامان اٹھاتے ہیں اور موت کے دن یعنی اپنی دوسری ولادت کے دن غیر انسانی چہرہ کے ساتھ متولد ہوتے ہیں۔ قیامت میں ایسے لوگوں کو ان کے ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال کی مناسبت سے محسور ہونا پڑے گا۔

دان آں کس کہ اہل معرفت است

حشر انسان بصورت صفت است

خوی ہر حبانور کہ انسان یافت

صورتِ آخرت ہم انسان یافت  
ظلم قاتل کہ ہست جرم بزرگ  
روز محشر بود بہ صورت گرگ

ترجمہ:

جو اہل معرفت ہیں وہ جانتے ہیں کہ ہر انسان اپنے اندر موجود صفت کے مطابق محسوس ہوگا۔ انسان کے اندر جس جانور کی بھی صفت ہوگی۔ اس کی صورتِ آخرت میں اسی طرح ہوگی۔ قاتل کا ظلم جو کہ عظیم جرم ہے۔ قاتل قیامت میں اس جرم کی وجہ سے بھیڑیہ کی صورت میں آئے گا۔

## دنیا آخرت کی کھیتی

وہ لوگ جو موت کے بعد والے عالم کے بارے میں سوچتے ہیں اور اپنے کل کی سعادت اور سلامتی کے ساتھ محبت رکھتے ہیں انہیں چاہئے کہ ہمیشہ اپنے آج کے اعمال کی طرف متوجہ رہیں اور دیکھیں گے کہ دنیا میں کیا کر رہے ہیں، خود کو کس طرح تیار کر رہے ہیں، اور اس دنیا سے آخرت کے لئے کونسا سامان اکٹھا کر رہے ہیں اس مطلب کو قرآن مجید نے ایک آیت کے ضمن میں بیان کر کے مومنوں کو اس کی اہمیت کی طرف تاکید کے ساتھ متوجہ فرمایا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ  
بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١١٠﴾

ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیج دیا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ وہ یقیناً تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: أَنَّ الْعَمَلَ الصَّالِحَ لِيَذْهَبَ إِلَى الْجَنَّةِ فَيَهْدِي إِلَى صَاحِبِهِ  
كَمَا يَبْعَثُ الرَّجُلُ غَلَامَهُ فَيَقْرُسُ لَهُ.

راوی کہتا ہے: میں نے امام صادق عَلَيْهِ السَّلَامُ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: ”صالح عمل بہشت میں جا کر صاحب عمل کے آرام کا بندوبست کرتے ہیں۔ جس طرح کوئی شخص اپنے کسی غلام کو کسی مورد نظر جگہ پر بھیجتا ہے تاکہ وہ اس کے

آرام و سکون کے اسباب مہیا کرے“۔<sup>[۱]</sup>

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تاکید کے ساتھ مومنوں سے تقاضا کیا ہے کہ یکھو انہوں نے اپنے کل کے لئے کون سی چیز بھیجی ہے اور اپنی قیامت کے لئے کونسی چیز کو ذخیرہ کر رکھا ہے۔ یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ اس دیکھنے سے مراد، ایک عام دیکھنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد عمیق اور آگاہی پر مشتمل بررسی ہے کیونکہ کسی چیز کی گہرائی تک رسائی کے بغیر نگاہ مفید اور ثمر بخش نہیں ہوتی۔

### عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: نَظَرُ الْبَصَرِ لَا يُجِدِي إِذَا عَمِيَتِ الْبَصِيرَةُ.

حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا: ”جہاں چشم بصیرت اندھی ہو وہاں سروالی آنکھ کا دیکھنا مفید نہیں ہوتا“۔<sup>[۲]</sup> یہ جاننے کے لئے کہ انسان نے ماضی میں کون سے کام انجام دیئے اور اپنے آنے والے کل کے لئے کونسی چیز پہلے سے بھیج دی ہے، اسے چاہئے کہ اپنے اعمال نامہ پر دقیق غور و فکر کرے اور اس کی مندرجات سے باخبر ہو جائے۔ اپنے گناہوں سے استغفار کرے، اور بارگاہ الہی میں مغفرت طلب کرے، اور اپنے نیک کاموں جو کہ اس کی آخرت کا سب سے زیادہ فائدہ مند سامان ہیں، کو زیادہ سے زیادہ بڑھائے اور گذشتہ کے نواقص کو پورا کرنے کے لئے بہت کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے لئے لفظ ”غدا“ استعمال کیا ہے جس کا معنی آنے والا کل ہے۔ گویا خداوند عالم لوگوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہے کہ ہوش میں رہو، دنیا اور آخرت ایک دور سرے سے اتنے قریب ہیں جتنا آنے والا کل آج کے قریب ہے۔

حق ب تنبیہ گفت فلینظر  
نفس ما قدمت لغد در خور  
آخرت ہجوار با دنیا است  
گفت حق، آخرت ہمیں فردا است

ترجمہ:

حق تعالیٰ نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان دیکھے وہ اپنے کل (آخرت) کے لئے کیا عمل بھیج رہا ہے، آخرت دنیا کی ہمسایہ ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ کل قیامت کا دن ہوگا۔ قیامت کے قریب ہونے کے بارے میں ایک اور آیت کریمہ میں ارشاد خداوندی ہے:

[۱] امامی شیخ مفید صفحہ 195

[۲] فہرست غر، صفحہ 35

## إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا وَرَأَاهُ قَرِيبًا ۝۱۱۱

”یہ لوگ اسے دور سمجھ رہے ہیں، اور ہم اسے قریب ہی دیکھ رہے ہیں“

اس آیت میں ایک قابل غور و فکر نکتہ موجود ہے جس کے بارے میں بحث کی جاسکتی ہے اور وہ یہ کہ آخر کیوں اس (مذکورہ بالا آیت سے پہلے والی آیت سورہ حشر 18) آیت میں تقویٰ کا حکم دو مرتبہ بیان ہوا ہے؟ جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آیت کی ابتدا میں مومنین کو مخاطب کر کے انہیں تقویٰ اور پرہیزگاری کا حکم دے رہا ہے۔ اس کے بعد پھر ایک مختصر جملہ میں تقویٰ کا حکم دیا اور آیت کریمہ کے آخر میں فرمایا کہ وہ تمام کاموں سے آگاہ ہے جو تم انجام دیتے ہو۔

شاید شروع میں تقویٰ کا حکم اس وجہ سے ہے کہ مومنوں کو ان چیزوں کے جمع کرنے کے بارے میں بتایا جائے جو کل زادراہ ہوں گی اور انہیں اس راستے کے بارے میں آگاہ کیا جائے جنہیں انہوں نے طے کرنا ہے۔ اور دوسری مرتبہ اس وجہ سے بیان ہوا ہے کہ انہیں جمع شدہ زادراہ کی حفاظت کے بارے میں بتایا جائے۔ اور ان کے اعمال کو ضبط اور نابودی کے خطرات سے محفوظ رکھا جائے۔

## مطلب کی وضاحت

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تاکید کے ساتھ مومنوں سے یہ تقاضا کیا ہے کہ وہ چشم بصیرت سے دیکھیں، اپنا محاسبہ کریں، اور اپنے اعمال پر عمیق نگاہ سے یہ جان لیں کہ انہوں نے اپنے آنے والے کل کے لئے کونسی چیز جمع کی ہے اور کونسا سامان انہوں نے آگے بھیجا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مومن بندوں کو چاہئے کہ وہ آج کے دن کل کی فکر میں رہیں اور جب تک زندہ ہیں آخرت کو کبھی بھی فراموش نہ کریں۔

چونکہ تقویٰ اور پرہیزگاری قیامت کے لئے بہترین زادراہ ہے لہذا اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دے رہا ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔ شریعت کے فرائض کو اچھی طرح سے انجام دیں اور محرمات سے اجتناب کریں۔ سعادت پر مشتمل اس طریقہ کو اپنانے سے ایک تو اہل ایمان کی دنیاوی زندگی پاک ہو جائے گی اور معاشرے سے گناہ کی پلیدی اور جرائم کا خاتمہ ہو جائے گا اور دوسرا تقویٰ کی رعایت سے وہ اپنے کل کے لئے بہترین زادراہ بھیجنے پر کامیاب ہو جائیں گے اور اپنے لئے بہشت کے راستے ہموار کریں گے۔

عَنْ عَلِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: فَإِنَّ التَّقْوَىٰ فِي الْيَوْمِ الْحَزْرُ وَالْجَنَّةُ وَفِي غَدِ الطَّرِيقُ إِلَى الْجَنَّةِ.

حضرت علیؑ نے فرمایا: ”مومنوں کے لئے تقویٰ اور پرہیزگاری آج نگہبان اور بچانے والی زرہ ہے اور آنے والے کل میں بہشت جاودان تک رسائی کا راستہ ہوگی۔“ [۱]

## صالح اعمال کی حفاظت

مہم بات یہ ہے کہ مومنین اپنے نیک کاموں کو جو کہ تقویٰ کا نتیجہ ہیں اپنی عمر کے اختتام تک محفوظ رکھیں آفات اور خطرات سے ان کی حفاظت کریں، اور سلامتی سے انہیں دنیا کی حدود سے لے جائیں تاکہ قیمت میں ان سے استفادہ کر سکیں اور یہ کام تقویٰ میں حفاظت کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے اور تقویٰ کے بغیر لوگوں کے اچھے اعمال حبط اور نابود ہو سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ عمل خیر انجام دینا اور آخرت کا سامان ذخیرہ کرنا، ایک بات ہے اور انہیں آفتوں اور خطرات سے محفوظ رکھنا دوسری بات ہے۔

### مثال:

(فرض کریں) سردی کا موسم قریب ہو اور کسی مومن کو پتہ چلے کہ کسی عورت کا شوہر مر گیا ہے اور اس کے یتیم بچے فقر و تنگدستی کی زندگی بسر کر رہے ہیں خاتوں اپنے اور اپنے بچوں کے پیٹ پالنے سے عاجز ہے۔ وہ شخص فوراً پہلی فرصت میں ان کے پاس پہنچے ان کی افسوس ناک حالت کا نزدیک سے مشاہدہ کرے جس کا اس پر بہت گہرا اثر ہو، وہ خدا اور تقویٰ کی خاطر مضبوط ارادہ کر لے کہ پوری سردی اس لاوارث خاندان کی حفاظت کرے گا اور ان کی زندگی کی تمام ضروریات کو پورا کرے گا۔ اس نے جلد ہی ان کے کمرے کے لئے قالین اور پردوں کا انتظام کر لیا۔ بچوں اور ان کی والدہ کے لئے گرم لباس، بستر اور زندگی کی دوسری چیزوں کا بھی انتظام کر لیا۔ ان کے کھانے کے لئے کچھ راشن ان کی والدہ کو دیا، اور روزانہ کے اخراجات کے لئے کچھ رقم بھی اس خاتون کے حوالے کی۔

مختصر یہ کہ اس نے اس لاوارث خاندان کے لئے کھانے، پہننے اور موسم کے لحاظ سے گرم کرنے کا سامان وغیرہ سب کچھ مہیا کر دیا۔ اس کے علاوہ وہ ہفتہ میں ایک، دو مرتبہ ان کو دیکھنے کے لئے بھی جاتا رہا وہ والد کی شفقت سے محروم بچوں کو اپنے آغوش میں لیتا اور ان سے پیار کرتا اگر انہیں مزید کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو اس کا انتظام بھی کر لیتا۔

مخیر شخص نے جس کام کا ذمہ لیا تھا اسے خلوص نیت اور خدا کی خاطر انجام دیتا رہا اس کا مقصد صرف حکم الہی کے مطابق عمل کرنا تھا تاکہ اپنی آخرت کے لئے ایک قدم بڑھانے اور پہلے ہی اپنے آنے والے وقت کے لئے زادہ راہ مہیا

کرے وہ یہ کام اچھی طرح سے انجام دیتا رہا۔ اب مشکل یہ ہے کہ وہ شخص اپنے اس ذخیرہ کو اپنی عمر کے آخر تک آفتوں سے بچالے تاکہ قیامت میں اس سے فائدہ حاصل کر سکے جب سردی ختم ہوئی اور لاوارث ماں اور اس کے یتیم بچوں نے سلامتی اور خوشی کے ساتھ سردی کے ایام بسر کر لئے اور بہار کا موسم آگیا تو ایک دن مخیر شخص عورت اور اس کے بچوں سے ملاقات کے لئے گیا، اس دن ہمسایہ کی کچھ اور خواتین بھی یتیموں سے ملنے کے لئے ان کے گھر میں موجود تھیں مخیر شخص شروع میں محبت اور شفقت کے ساتھ ان سے ملاقات کی، خاتون اور اس کے بچوں کی سلامتی کا سن کر بہت خوش ہوا لیکن اچانک اپنے بات کے انداز کو تبدیل کر کے خاتون سے کہنے لگا اگر اس سال میں تیرے اور تیرے بچوں کی مدد نہ کرتا تو تم لوگ اس سردی میں زندہ نہ رہ پاتے۔

اس جملے نے اس عورت کو اپنی ہمسایہ خواتین کے سامنے بہت شرمندہ کیا لیکن اس نے کچھ بھی نہ کہا۔ دینی اسناد کے مطابق اس شخص کے اس برے عمل اور ناجائز بات نے اس کی تمام خدمات کو ایک ہی جگہ ختم کر کے اس کے جمع کردہ ذخیرہ کو برباد کر دیا۔ یہ بات قرآن مجید میں بھی بیان ہوئی ہے، ارشاد رب العزت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى ۖ

”ایمان والو اپنے صدقات کو منت گزاری اور اذیت سے برباد نہ کرو۔۔۔۔۔“

اس باایمان شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی خاطر آیت کریمہ کے پہلے اور دوسرے جملے کو عملی جامہ پہنایا اور لاوارث خاتون اور اس کے بچوں کی بہت مدد کی۔ اس نے یہ تمام کام اس امید پر کئے تھے کہ اس دنیا سے کوئی سامان اٹھالے اور اپنی طرف سے کوئی چیز آنے والے کل کے لئے بھیج دے۔ اگر وہ آیت کریمہ کے تیسرے اور چوتھے جملہ کو بھی عملی جامہ پہناتا تو یقیناً اس نے تقویٰ کی رعایت کی ہوتی اور کبھی بھی خداوند عالم کی منع کردہ چیز پر عمل نہ کرتا اور لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى (اپنے صدقات کو منت گزاری اور اذیت سے برباد نہ کرو) کو فراموش نہ کرتا۔ منت گزاری اور اذیت رسائی کی وجہ سے اس بیوہ خاتون کے ساتھ کی گئی اپنی کچھ مہینوں کی خدمت کو بے اثر نہ کر دیتا۔ اور اپنے آپ پر یہ ظلم نہ کرتا۔ ایک اور ناجائز کام بھی ہے جو منت گزاری اور اذیت رسائی کی طرح نیک لوگوں کے نیک اعمال کو باطل کرتا ہے اور ان کے اجر کو برباد کر دیتا ہے۔

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: أَلَا بَقَاءَ الْعَمَلِ أَشَدُّ مِنَ الْعَمَلِ

قَالَ وَمَا الْإِبْقَاءُ عَلَى الْعَمَلِ؟

قَالَ الرَّجُلُ بِصِلَةٍ وَ يُنْفِقُ نَفَقَةً لِلَّهِ وَحَدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ فَكُتِبَ لَهُ سِتْرًا شَرًّا ثُمَّ  
يَدُ كُرْهَا فَتُصْحَى فَتُكْتَبُ لَهُ عَلَانِيَةً ثُمَّ يَدُ كُرْهَا فَتُصْحَى وَ نُكْتَبُ لَهُ رِيَاءٌ.

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: ”اچھے عمل کی حفاظت کرنا خود عمل کی انجام دہی سے زیادہ سخت ہوتا ہے،

سائل پوچھتا ہے: عمل کی حفاظت کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: کوئی باایمان شخص کوئی نیکی کا کام انجام دیتا ہے یا راہ خدا میں مال انفاق کرتا ہے اور اس کی نیت صرف خدائے یکتا ہوتا ہے۔ اس کا یہ کام اس کے نامہ اعمال میں صلہ یا پوشیدہ صدقہ کے طور پر لکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے اس عمل کو دوسروں کے سامنے بیان کرتا ہے، جس کی وجہ سے اس کی پوشیدہ ہونے کی جہت مٹ جاتی ہے اور وہ آشکار عمل کے عنوان سے لکھا جاتا ہے۔ جب وہ دوسری مرتبہ اسی عمل کو اپنی زبان پر لاتا ہے تو اس مرتبہ اس کا خلوص مٹ جاتا ہے اور عمل ریا کاری کے عنوان سے لکھا جاتا ہے۔“ [۱]

مذکورہ بحث و گفتگو سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس دنیا میں انسان اس مسافر کی طرح ہے جسے عالم آخرت کی طرف جانا ہوگا اسے طویل راستہ اور سخت منازل کو یکے بعد دیگرے طے کرنا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس دنیا سے جو کہ دار تکلیف ہے، اپنے ساتھ درپیش سفر کے لئے زاد راہ اٹھالے، اپنے آپ کو لازمی ذخائر سے آراستہ کر لے اور اپنے ساتھ درپیش منازل میں آرام و سکون کے لئے اسباب مہیا کر لے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق، عالم آخرت کے لئے بہترین ذخیرہ اور سامان تقویٰ اور پرہیزگاری ہے، اس سے مراد تمام وظائف کو انجام دینا اور تمام گناہوں سے دور رہنا ہے۔ جو بھی تقویٰ کا راستہ اختیار کرتا ہے اور تمام احکامات الہی پر عمل کرتا ہے، وہ روزانہ اپنے کاموں کے ذریعے اپنے آنے والے لکل کے ذخیرہ میں اضافہ کرتا ہے۔ لیکن اس شرط سے کہ عمر کے آخر تک ان کی حفاظت کرے اور اپنے برے اعمال سے ان کے حبط اور بطلان کا سامان تیار نہ کرے۔ یہ بھی ائمہ معصومین علیہم السلام کی نظر میں مہم مسئلہ ہے۔

عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: الدُّنْيَا كُلُّهَا جَهْلٌ إِلَّا مَوَاضِعَ الْعِلْمِ وَالْعِلْمُ كُلُّهُ حِجَّةٌ  
إِلَّا مَا عُمِلَ بِهِ وَالْعَمَلُ كُلُّهُ رِيَاءٌ إِلَّا مَا كَانَ مُخْلِصًا وَ الْإِخْلَاصُ عَلَى خَطَرٍ حَتَّى يَنْظُرَ الْعَبْدُ بِمَا  
يُجْتَمِرُ لَهُ.

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ”پوری دنیا پر جہل و نادانی چھائی ہوئی ہے، سوائے ان جگہوں کے جو علم کی روشنی سے منور

ہیں۔ اور سارے علوم خدا کی طرف سے حجت ہیں (جن کے ذریعے جاننے والوں کا حساب ہوتا ہے) سوائے ان علوم کے جن پر عمل کیا گیا ہو۔ تمام اعمال ریاکاری ہیں سوائے اس عمل کے جسے خلوص کے ساتھ انجام دیا گیا ہو اور اخلاص کو خطرہ لاحق ہوتا ہے جب تک کہ صاحب عمل دیکھ لے کہ اس کے عمل کا خاتمہ کیسے ہوا۔<sup>[۱]</sup>

11 اپریل 2012ء بمطابق 19 جمادی الاول 1433 ہجری بوقت شام ساڑھے چھ بجے

بروز بدھ۔ جامعۃ المہدی ڈھا ڈر ضلع بولان بلوچستان میں اختتام کو پہنچا۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ أَوْلًا وَأَخْرًا وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الْأَطْهَارِ.

ذوالفقار علی سعیدی قلمی